كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

"یہ وہ کتاب ہے جو ہم نے آپ پر نازل فرمائی ہے کہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے نورانیت کی طرف نکال لائیں"

بفضلہ تعالیٰ تمام تفسیروں سے اعلیٰ تفسیر

# تفسیر ابن کثیر

جلد سوم

رأس المفسرین

حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیرؒ

مترجمہ

خطیب الہند مولانا محمد جوناگڑھیؒ

مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور

۱۵
پارہ نمبر

## چند اہم مضامین کی فہرست

# تفسیر سورة بنی اسرائیل

**فضیلت سورۂ بنی اسرائیل:** ☆☆ صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سورہ بنی اسرائیل، سورہ کہف اور سورہ مریم سب سے پہلے، سب سے بہتر اور بڑی فضیلت والی ہیں۔ مسند احمد میں ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نفلی روزے کبھی تو اس طرح پے در پے لگا تار رکھتے چلے جاتے کہ ہم اپنے دل میں کہتے شاید حضور ﷺ یہ پورا مہینہ روزوں ہی میں گزار دیں گے اور کبھی کبھی بالکل ہی نہ رکھتے یہاں تک کہ ہم سمجھ لیتے کہ شاید آپ اس مہینے میں روزے رکھیں گے ہی نہیں۔ اور آپ کی عادت مبارک تھی کہ ہر رات سورہ بنی اسرائیل اور سورہ زمر پڑھا کرتے تھے۔

| بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ |
| --- |
| سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی |
| الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ |
| السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ۝۱ |

بڑے مہربان اور سب سے زیادہ رحم کرنے والے معبود برحق کے نام سے شروع ○

پاک ہے وہ اللہ جو اپنے بندے کو رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی ہے اس لئے کہ ہم اسے اپنی قدرت کے بعض نمونے دکھائیں۔ یقیناً اللہ ہی خوب سننے دیکھنے والا ہے ○

**سرگزشت معراج:** ☆☆ (آیت:۱) اللہ تعالیٰ اپنی ذات پاک کی عزت و عظمت اور اپنی پاکیزگی و قدرت بیان فرماتا ہے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس جیسی قدرت کسی میں نہیں۔ وہی عبادت کے لائق اور صرف وہی ساری مخلوق کی پرورش کرنے والا ہے۔ وہ اپنے بندے یعنی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو ایک ہی رات کے ایک حصے میں مکے شریف کی مسجد سے بیت المقدس کی مسجد تک لے گیا۔ جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے زمانے سے انبیاء کرام علیہم السلام کا مرکز رہا۔ اسی لئے تمام انبیاء علیہم السلام وہیں آپؐ کے پاس جمع کئے گئے اور آپؐ نے وہیں ان سب کی امامت کی۔ جو اس امر کی دلیل ہے کہ امام اعظم اور رئیس مقدم آپ ہی ہیں۔ صلوات اللہ و سلامہ علیہ و علیہم اجمعین اس مسجد کے اردگرد ہم نے برکت دے رکھی ہے۔ پھل پھول، کھیت باغات وغیرہ سے۔ یہ اس لئے کہ ہمارا ارادہ اپنے اس محترم رسول ﷺ کو اپنی زبردست نشانیاں دکھانے کا تھا جو آپؐ نے اس رات ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں، مومنوں، کافروں، یقین رکھنے والوں اور انکار کرنے والوں سب کی باتیں سننے والا ہے اور سب کو دیکھ رہا ہے۔ ہر ایک کو وہی دے گا جس کا وہ مستحق ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ معراج کی بابت بہت سی حدیثیں ہیں جو اب بیان ہو رہی ہیں۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ معراج والی رات جب کہ کعبۃ اللہ شریف سے آپؐ کو بلوایا گیا، آپؐ کے پاس تین فرشتے آئے۔ اس سے پہلے کہ آپ کی طرف وحی کی جائے، اس وقت آپؐ بیت اللہ شریف میں سوئے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک جو سب سے آگے تھا، اس نے پوچھا کہ یہ ان سب میں سے کون ہیں؟ درمیان والے نے جواب دیا کہ یہ ان سب میں بہتر ہیں۔ تو سب سے اخیر والے نے کہا۔ پھر ان کو لے چلو۔ بس اس رات تو اتنا ہی ہوا۔ پھر آپؐ نے انہیں نہ دیکھا۔ دوسری

رات پھر یہ تینوں آئے۔ اس وقت بھی آپؐ سو رہے تھے۔ لیکن آپ کا سونا اس طرح کا تھا کہ آنکھیں سوتی تھیں اور دل جاگ رہا تھا۔ تمام انبیاء کی نیند اسی طرح کی ہوتی ہے۔ اس رات انہوں نے آپؐ سے کوئی بات نہ کی۔ آپؐ کو اٹھا کر چاہ زمزم کے پاس لٹا دیا۔ اور آپؐ کا سینہ گردن تک خود جبرئیل علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے چاک کیا۔ اور سینے اور پیٹ کی تمام چیزیں نکال کر انہیں اپنے ہاتھ سے زمزم کے پانی سے دھویا۔ جب خوب پاک صاف کر چکے تو آپؐ کے پاس سونے کا ایک طشت لایا گیا جس میں سونے کا ایک بڑا پیالہ تھا جو حکمت و ایمان سے پر تھا۔ اس سے آپ کے سینے کو اور گلے کی رگوں کو پر کر دیا گیا۔ پھر سینے کو سی دیا گیا۔ پھر آپؐ کو آسمان دنیا کی طرف لے چڑھے۔ وہاں کے دروازوں میں سے ایک دروازے کو کھٹکھٹایا۔ فرشتوں نے پوچھا کہ کون ہو؟ آپ نے فرمایا۔ ''جبرئیل''۔ پوچھا آپ کے ساتھ کون ہیں؟ ''فرمایا میرے ساتھ محمد ہیں'' (ﷺ) پوچھا کیا آپ کو بلوایا گیا ہے؟ جواب دیا کہ ''ہاں''۔ سب بہت خوش ہوئے اور مرحبا کہتے ہوئے آپ کو لے گئے۔

آسمانی فرشتے بھی کچھ نہیں جانتے کہ زمین پر اللہ تعالیٰ کیا کچھ کرنا چاہتا ہے جب تک کہ انہیں معلوم نہ کرایا جائے۔ آپؐ نے آسمان دنیا پر حضرت آدم علیہ السلام کو پایا۔ جبرئیل علیہ السلام نے تعارف کرایا کہ یہ آپ کے والد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ انہیں سلام کیجئے۔ آپؐ نے سلام کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جواب دیا مرحبا کہی اور فرمایا ''آپ میرے بہت ہی اچھے بیٹے ہیں''۔ وہاں دو نہریں جاری دیکھ کر آپؐ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ نہریں کیا ہیں؟ آپؐ نے جواب دیا کہ ''نیل اور فرات کا عنصر''۔ پھر آپ کو آسمان میں لے چلے۔ آپؐ نے ایک اور نہر دیکھی جس پر لولو اور موتیوں کے بالا خانے تھے جسے آپؐ کے پروردگار نے آپؐ کے لئے خاص طور پر بنا رکھا ہے۔ پھر آپ کو تیسرے آسمان پر لے گئے۔ وہاں کے فرشتوں سے بھی وہی سوال جواب وغیرہ ہوئے جو آسمان اول پر اور دوسرے آسمان پر ہوئے تھے۔ پھر آپ کو چوتھے آسمان پر چڑھایا گیا۔ ان فرشتوں نے بھی اسی طرح پوچھا اور جواب پایا وغیرہ۔ پھر پانچویں آسمان پر چڑھائے گئے۔ وہاں بھی وہی کہا سنا گیا۔ پھر چھٹے پر' پھر ساتویں آسمان پر گئے۔ وہاں بھی یہی بات چیت ہوئی۔ ہر آسمان پر وہاں کے نبیوں سے ملاقاتیں ہوئیں جن کے نام حضور ﷺ نے بتائے جن میں سے مجھے یہ یاد ہیں کہ دوسرے آسمان میں حضرت ادریس علیہ السلام' چوتھے آسمان میں حضرت ہارون' پانچویں والے کا نام مجھے یاد نہیں۔ چھٹے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام' ساتویں میں حضرت موسیٰ کلیم اللہ۔ علیه و علی سائر الا نبیاء صلوات الله و سلامه جب آپؐ یہاں سے بھی اونچے چلے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا'' الٰہی میرا خیال تھا کہ مجھ سے بلند تو کسی کو نہ کرے گا''۔ اب آپؐ اس بلندی پر پہنچے جس کا علم اللہ ہی کو ہے یہاں تک کہ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے اور اللہ تعالیٰ آپ سے بہت ہی نزدیک ہوا۔ بقدر دو کمان کے بلکہ اس سے کم فاصلے پر۔ پھر اللہ کی طرف سے آپؐ کی جانب وحی کی گئی۔ جس میں آپ کی امت پر ہر دن رات میں پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔ جب آپؐ وہاں سے اترے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کو روکا اور پوچھا کہ کیا حکم ملا؟ فرمایا ''دن رات میں پچاس نمازوں کا''۔ کلیم اللہ علیہ السلام نے فرمایا۔ ''یہ آپ کی امت کی طاقت سے باہر ہے۔ آپ واپس جایئے اور کمی کی طلب کیجئے''۔ آپؐ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف دیکھا کہ گویا آپ ان سے مشورہ لے رہے ہیں۔ ان کا بھی اشارہ پایا کہ اگر آپ کی مرضی ہو تو کیا حرج ہے؟ آپؐ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف گئے اور اپنی جگہ ٹھہر کر دعا کی کہ الٰہی ہمیں تخفیف عطا ہو۔ میری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی۔ پس اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم کر دیں۔ پھر آپؐ واپس لوٹے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کو پھر روکا اور یہ سن کر فرمایا۔ ''جاؤ اور کم کراؤ''۔ آپؐ پھر گئے۔ پھر کم ہوئیں یہاں تک کہ آخر میں پانچ رہ گئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر بھی فرمایا کہ دیکھو میں بنی اسرائیل میں اپنی عمر گزار کر آیا ہوں۔ انہیں اس سے بھی کم حکم تھا لیکن پھر بھی وہ بے طاقت ثابت ہوئے اور اسے

چھوڑ بیٹھے - آپ کی امت تو ان سے بھی ضعیف ہے، جسم کے اعتبار سے بھی اور دل' بدن' آنکھ' کان کے اعتبار سے بھی - آپ پھر جایئے اور اللہ تعالیٰ سے تخفیف کی طلب کیجئے - آپ نے پھر حسب عادت حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف دیکھا - حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کو پھر اوپر لے گئے - آپ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ ''اے اللہ میری امت کے جسم' دل' کان' آنکھیں اور بدن کمزور ہیں - ہم سے اور بھی تخفیف کر'' - اسی وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد ﷺ آپ نے جواب دیا لبیك و سعدیك - فرمایا ''سن میری باتیں بلتی نہیں' جو میں نے اب مقرر کیا ہے' یہی میں ام الکتاب میں لکھ چکا ہوں - یہ پانچ ہیں پڑھنے کے اعتبار سے اور پچاس ہیں ثواب کے اعتبار سے'' - جب آپ واپس آئے' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہو سوال منظور ہوا؟ آپ نے فرمایا ''ہاں کمی ہوگئی یعنی پانچ کا ثواب پچاس کا مل گیا' ہر نیکی کا ثواب دس گنا عطا فرمایا جانے کا وعدہ ہوگیا'' - حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر فرمایا کہ میں بنی اسرائیل کا تجربہ کر چکا ہوں - انہوں نے اس سے بھی ہلکے احکام کو ترک کر دیا تھا - آپ پھر جایئے اور پروردگار سے کمی کی طلب کیجئے - رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا کہ اے کلیم اللہ' میں گیا آیا اب تو مجھے کچھ شرم سی محسوس ہوتی ہے - آپ نے فرمایا ''اچھا پھر تشریف لے جایئے - بسم اللہ کیجئے'' اب جب آپ جاگے تو آپ مسجد الحرام میں ہی تھے - صحیح بخاری شریف میں یہ حدیث کتاب التوحید میں ہے اور صفۃ النبی ﷺ میں بھی ہے -

یہ روایت شریک بن عبداللہ بن ابونمر سے مروی ہے لیکن انہوں نے اضطراب کر دیا ہے بوجہ اپنی کمزوری حافظہ کے بالکل ٹھیک ضبط نہیں رکھا - ان احادیث کے آخر میں اس کا بیان آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ - بعض اسے واقعہ خواب بیان کرتے ہیں شاید اس جملے کی بنا پر جو اس کے آخر میں وارد ہے - واللہ اعلم - حافظ ابوبکر بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے اس جملے کو جس میں ہے کہ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ قریب ہوا اور اتر آیا بس بقدر دو کمان کے ہوگیا بلکہ اور نزدیک - شریک نامی راوی کی وہ زیادتی بتاتے ہیں جس میں وہ منفرد ہیں - اسی لئے بعض حضرات نے کہا ہے کہ آپ نے اس رات اللہ عزوجل کو دیکھا - لیکن حضرت عائشہ' حضرت ابن مسعود' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم ان آیتوں کو اس پر محمول کرتے ہیں کہ آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا - یہی زیادہ صحیح ہے اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان بالکل حق ہے - اور روایت میں ہے کہ جب آپ سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے؟ تو آپ نے فرمایا وہ نور ہے - میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں؟ اور روایت میں ہے کہ میں نے نور دیکھا ہے - یہ جو سورہ النجم میں ہے ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی یعنی پھر وہ نزدیک ہوا اور اتر آیا - اس سے مراد حضرت جبرئیل ہیں جیسے کہ ان تینوں بزرگ صحابیوں رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بیان ہے - صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے تو کوئی اس آیت کی اس تفسیر میں ان کا مخالف نظر نہیں آتا -

مسند احمد میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' میرے پاس براق لایا گیا - جو گدھے سے اونچا اور خچر سے نیچا تھا جو ایک ایک قدم اتنی اتنی دور رکھتا تھا جتنی دور اس کی نگاہ پہنچے - میں اس پر سوار ہوا' وہ مجھے لے چلا' میں بیت المقدس پہنچا اور اسی کنڈے میں اسے باندھ دیا جہاں انبیاء علیہ السلام باندھا کرتے تھے پھر میں نے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز ادا کی - جب وہاں سے نکلا تو جبرئیل علیہ السلام میرے پاس ایک برتن میں شراب لائے اور ایک میں دودھ - میں نے دودھ کو پسند کر لیا - جبرئیل نے فرمایا' تم فطرت تک پہنچ گئے - پھر اوپر والی حدیث کی طرح آسمان اول پر پہنچنا' اس کا کھلوانا' فرشتوں کا دریافت کرنا' جواب پانا' ہر آسمان پر اسی طرح ہونا بیان ہے - پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جنہوں نے مرحبا کہا اور دعائے خیر کی - دوسرے آسمان پر حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام سے ملاقات ہونے کا ذکر ہے جو دونوں آپس میں خالہ زاد بھائی تھے - ان دونوں نے بھی آپ کو مرحبا کہا اور دعائے خیر دی - پھر تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جنہیں آدھا حسن دیا گیا ہے' آپ نے بھی مرحبا کہا نیک دعا کی - پھر

چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جن کی بابت فرمان الٰہی ہے وَّ رَفَعۡنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ہم نے اسے اونچی جگہ اٹھالیا ہے۔ پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی' چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیت المعمور سے تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے دیکھا۔ بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے جاتے ہیں مگر جو آج گئے' ان کی باری پھر قیامت تک نہیں آنے کی۔ پھر سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے' جس کے پتے ہاتھی کے کانوں کے برابر تھے اور جس کے پھل مٹکے جیسے۔ اسے امر الٰہی نے ڈھک رکھا تھا۔ اس خوبی کا کوئی بیان نہیں کرسکتا۔ پھر وحی ہونے کا اور پچاس نمازوں کے فرض ہونے کا اور بمشورہ حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس جاجا کر کمی کرا کرا کر پانچ تک پہنچنے کا بیان ہے۔ اس میں ہر بار کے سوال پر پانچ کی کمی کا ذکر ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ آخر میں آپ سے فرمایا گیا' جو نیکی کا ارادہ کرے گو وہ عمل میں نہ آئے تاہم اسے ایک نیکی کا ثواب مل جاتا ہے اور اگر کرلے تو دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے اور گناہ کے صرف ارادے سے گناہ نہیں لکھا جاتا اور کرلینے سے ایک ہی گناہ لکھا جاتا ہے (مسلم) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس رات آپ کو اسرا بیت اللہ سے بیت المقدس تک ہوا' اسی رات معراج بھی ہوئی اور یہی حق ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ براق کی لگام بھی تھی اور زین بھی تھی جب وہ سواری کے وقت کسمسایا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا' کیا کررہا ہے؟ واللہ تجھ پر آپ ﷺ سے پہلے آپ سے زیادہ بزرگ شخص کوئی سوار نہیں ہوا۔ پس براق پسینہ پسینہ ہوگیا۔ آپؐ فرماتے ہیں' جب مجھے میرے رب عزوجل کی طرف چڑھایا گیا تو میرا گزر ایسے لوگوں پر ہوا جن کے تانبے کے ناخن تھے جن سے وہ اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ اور چھیل رہے تھے۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو جواب دیا گیا کہ وہ ہیں جو لوگوں کے گوشت کھاتے تھے اور ان کی عزت وآبرو کے درپے رہتے تھے۔ ابوداؤد میں ہے کہ معراج والی رات جب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر سے گزرا تو میں نے انہیں وہاں نماز میں کھڑا پایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے مسجد اقصیٰ کے نشانات پوچھے' آپؐ نے بتانے شروع کئے ہی تھے کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے' آپؐ بجا ارشاد فرمارہے ہیں اور سچے ہیں۔ میری گواہی ہے کہ آپ رسول اللہ ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے دیکھ رکھا تھا۔

مسند بزار میں ہے آپؐ فرماتے ہیں کہ میں سویا ہوا تھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور میرے دونوں شانوں کے درمیان ہاتھ رکھ دیا۔ پس میں کھڑا ہوکر ایک درخت میں بیٹھ گیا جس میں پرندوں کے مکان جیسے تھے۔ ایک میں حضرت جبرئیل علیہ السلام بیٹھ گئے۔ وہ درخت پھول گیا اور اونچا ہونا شروع ہوا یہاں تک کہ اگر میں چاہتا تو آسمان کو چھولیتا۔ میں تو اپنی چادر ٹھیک کررہا تھا لیکن میں نے دیکھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سخت تواضع اور فروتنی کے عالم میں ہیں تو میں جان گیا کہ اللہ کی معرفت کے علم میں یہ مجھ سے افضل ہیں۔ آسمان کا ایک دروازہ میرے لئے کھولا گیا۔ میں نے ایک زبردست عظیم الشان نور دیکھا جو حجاب میں تھا اور اس کے اس طرف یاقوت اور موتی تھے۔ پھر میری جانب بہت کچھ وحی کی گئی۔

دلائل بیہقی میں ہے کہ حضور ﷺ اپنے صحابہؓ کی جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ جبرئیل علیہ السلام آئے اور آپ کی پیٹھ کو انگلی سے اشارہ کیا آپ ان کے ساتھ ایک درخت کی جانب چلے جس میں پرندوں کے گھونسلے جیسے تھے الخ اس میں یہ بھی ہے کہ جب ہماری طرف نور اترا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام تو بیہوش ہوکر گر پڑے الخ پھر میری جانب وحی کی گئی کہ نبی اور بادشاہ بننا چاہتے ہو؟ یا نبی اور بندہ بننا چاہتے ہو اور جنتی؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اسی طرح تواضع سے گرے ہوئے مجھے اشارے سے فرمایا کہ تواضع اختیار کرو تو میں نے جواب دیا کہ الٰہی میں نبی اور بندہ بننا منظور کرتا ہوں۔ اگر یہ روایت صحیح ہوجائے تو ممکن ہے کہ یہ واقعہ معراج کے سوا اور ہو کیونکہ

اس میں نہ بیت المقدس کا ذکر ہے نہ آسمان پر چڑھنے کا واللہ اعلم۔ بزار کی ایک روایت میں ہے حضور ﷺ نے اپنے رب عز و جل کو دیکھا لیکن یہ روایت غریب ہے۔

ابن جریر میں ہے کہ براق نے جب حضرت جبرئیلؑ کی بات سنی اور پھر وہ آپ کو سوار کرا کر لے چلا تو آپؐ نے راستے کے ایک کنارے پر ایک بڑھیا کو دیکھا۔ پوچھا یہ کون ہے؟ جواب ملا کہ چلے چلئے۔ پھر آپ نے چلتے چلتے دیکھا کہ کوئی راستے سے یکسو ہے اور آپ کو بلا رہی ہے۔ پھر آپؐ آگے بڑھے تو دیکھا کہ اللہ کی ایک مخلوق ہے اور با آواز بلند کہہ رہی ہے السلام علیك یا اول السلام علیك یا اخر السلام علیك یا حاشر جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا' جواب دیجئے آپ نے ان کے سلام کا جواب دیا۔ پھر دوبارہ ایسا ہی ہوا۔ پھر تیسری مرتبہ بھی یہی ہوا یہاں تک کہ آپؐ بیت المقدس پہنچے۔ وہاں آپ کے سامنے پانی شراب اور دودھ پیش کیا گیا۔ آپ نے دودھ لے لیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا۔ آپؐ نے راز فطرت پالیا۔ اگر آپؐ پانی کا برتن لے کر پی لیتے تو آپؐ کی امت غرق ہو جاتی اور اگر آپ شراب پی لیتے تو آپ کی امت بہک جاتی۔ پھر آپؐ کے لئے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپؐ کے زمانے تک کے تمام انبیاء بھیجے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی امامت کرائی اور اس رات نماز سب نے آپؐ کی اقتداء میں پڑھی۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا راستے کے کنارے جس بڑھیا کو آپؐ نے دیکھا تو وہ گویا یہ دکھایا گیا کہ دنیا کی عمر اب صرف اتنی ہی باقی ہے جیسے اس بڑھیا کی عمر اور جس کی آواز پر آپؐ توجہ کرنے والے تھے' وہ دشمن رب ابلیس تھا اور جن کی سلام کی آوازیں آپؐ نے سنیں' وہ ابراہیمؑ موسیٰ اور عیسیٰ تھے' علیھم الصلوٰۃ والسلام۔ اس میں بھی بعض الفاظ میں غرابت و نکارت ہے واللہ اعلم۔

اور روایت میں ہے کہ جب میں براق پر حضرت جبرئیل علیہ السلام کی معیت میں چلا تو ایک جگہ انہوں نے مجھ سے فرمایا۔ یہیں اتر کر نماز ادا کیجئے۔ جب میں نماز پڑھ چکا تو فرمایا۔ جانتے ہو کہ یہ کون سی جگہ ہے؟ یہ طیبہ (یعنی مدینہ) ہے۔ یہی ہجرت گاہ ہے۔ پھر ایک اور جگہ مجھ سے نماز پڑھوائی اور فرمایا یہ طور سینا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے کلام کیا۔ پھر ایک اور جگہ نماز پڑھوا کر فرمایا۔ یہ بیت اللحم ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ پھر میں بیت المقدس پہنچا۔ وہاں تمام انبیاء جمع ہوئے۔ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے امام بنایا۔ میں نے ان کی امامت کی۔ پھر مجھے آسمان کی طرف چڑھا لے گئے۔ پھر آپؐ کا ایک ایک آسمان پر پہنچنا' وہاں پیغمبروں سے ملنا مذکور ہے۔ فرماتے ہیں' جب میں سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا تو مجھے ایک نورانی ابر نے ڈھک لیا' میں اسی وقت سجدے میں گر پڑا۔ پھر آپؐ پر پچاس نمازوں کا فرض ہونا اور کم ہونا وغیرہ کا بیان ہے۔ آخر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بیان میں ہے کہ میری امت پر تو صرف دو نمازیں مقرر ہوئی تھیں لیکن وہ انہیں بھی نہ بجالائے۔ آپؐ پھر پانچ سے بھی کمی چاہنے کے لئے گئے تو فرمایا گیا کہ میں نے تو آسمان و زمین کی پیدائش والے دن ہی تجھ پر اور تیری امت پر یہ پانچ نمازیں مقرر کر دی تھیں۔ یہ پڑھنے میں پانچ ہیں اور ثواب میں پچاس ہیں پس تو اور تیری امت اس کی حفاظت کرنا۔ آپؐ فرماتے ہیں اب مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ کا یہی آخری حکم ہے۔ پھر جب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا تو آپؐ نے مجھے پھر واپس لوٹنے کا مشورہ دیا لیکن چونکہ میں معلوم کر چکا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ حتمی حکم ہے اس لئے میں پھر اللہ کے پاس نہ گیا۔

ابن ابی حاتم میں بھی معراج کے واقعہ کی مطول حدیث ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ جب آپ بیت المقدس کی مسجد کے پاس اس دروازے پر پہنچے جسے باب محمد کہا جاتا ہے (ﷺ) وہیں ایک پتھر تھا جسے حضرت جبرئیل نے اپنی انگلی لگائی تو اس میں سوراخ ہو گیا۔ وہیں آپؐ نے براق کو باندھا اور مسجد پر چڑھ گئے۔ بیچوں بیچ پہنچ جانے کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا' آپ نے اللہ تعالیٰ سے یہ آرزو کی ہے کہ وہ آپ کو حوریں دکھائے؟ آپؐ نے فرمایا' ہاں۔ کہا! آیئے وہ یہ ہیں۔ سلام کیجئے۔ وہ صخرہ کے بائیں جانب بیٹھی ہوئیں تھیں۔ میں

نے وہاں پہنچ کر انہیں سلام کیا۔ سب نے میرے سلام کا جواب دیا۔ میں نے پوچھا تم سب کون ہو؟ انہوں نے کہا ہم نیک سیرت خوبصورت حوریں ہیں' ہم بیویاں ہیں اللہ کے ان پرہیز گار بندوں کی جو نیکو کار ہیں۔ جو گناہوں کے میل کچیل سے دور ہیں۔ جو پاک کر کے ہمارے پاس لائے جائیں گے۔ پھر نہ نکالے جائیں گے' ہمارے پاس ہی رہیں گے' کبھی جدا نہ ہوں گے' ہمیشہ زندہ رہیں گے کبھی نہ مریں گے۔ میں ان کے پاس سے چلا آیا۔ وہیں لوگ جمع ہونے شروع ہو گئے اور ذرا سی دیر میں بہت سے آدمی جمع ہو گئے۔ موذن نے اذان کہی۔ تکبیر ہوئی اور ہم سب کھڑے ہو گئے۔ منتظر تھے کہ امامت کون کرائے گا؟ جو جبرائیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے آگے کر دیا۔ میں نے انہیں نماز پڑھائی۔ جب فارغ ہوا تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا' جانتے بھی ہو کن کو آپ نے نماز پڑھائی؟ میں نے کہا' نہیں فرمایا آپ کے پیچھے آپ کے یہ سب مقتدی اللہ کے پیغمبر تھے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ مبعوث فرما چکا ہے' پھر میرا ہاتھ تھام کر آسمان کی طرف لے چلے پھر بیان ہے کہ آسمانوں کے دروازے کھلوائے۔ فرشتوں نے سوال کیا۔ جواب پا کر دروازے وغیرہ کھولے۔ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے فرمایا ''میرے بیٹے اور نیک نبی کو مرحبا ہو''۔ اس میں چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات کرنے کا ذکر بھی ہے۔ ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملنے اور ان کے بھی وہی فرمانے کا ذکر ہے جو حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ پھر مجھے وہاں سے بھی اونچا لے گئے۔ میں نے ایک نہر دیکھی' جس میں لولو' یاقوت اور ابرجد کے جام تھے اور بہترین خوش رنگ سبز پرند تھے۔ میں نے کہا' ''یہ تو نہایت ہی نفیس پرند ہیں'' جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا ''ہاں ان کے کھانے والے ان سے بھی اچھے ہیں'' پھر فرمایا ''معلوم بھی ہے یہ کون سی نہر ہے''؟ میں نے کہا ''نہیں'' فرمایا ''وہ نہر کوثر ہے جو اللہ نے آپ کو عطا فرما رکھی ہے'' اس میں سونے چاندی کے آبخورے تھے جو یاقوت و زمرد سے جڑاؤ تھے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید تھا' میں نے ایک سونے کا پیالہ لے کر پانی بھر کر پیا تو وہ شہد سے بھی زیادہ میٹھا تھا اور مشک سے بھی زیادہ خوشبودار تھا۔ جب میں اس سے بھی اوپر پہنچا تو ایک نہایت خوش رنگ بادل نے مجھے آگھیرا جس میں مختلف رنگ تھے۔ جبرئیل علیہ السلام نے تو مجھے چھوڑ دیا اور میں اللہ کے سامنے سجدے میں گر پڑا۔ پھر پچاس نمازوں کے فرض ہونے کا بیان ہے۔ پھر آپؐ واپس ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو کچھ نہ فرمایا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کو سمجھا بجھا کر واپس طلب تخفیف کے لئے بھیجا الغرض اسی طرح آپ گا بار بار آنا' بادل میں ڈھک جانا' دعا کرنا' تخفیف ہونا' حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملتے ہوئے آنا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بیان کرنا یہاں تک کہ پانچ نمازوں کا رہ جانا بیان وغیرہ ہے۔

آپ فرماتے ہیں پھر مجھے جبرئیل لے کر نیچے اترے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ جس آسمان پر میں پہنچا' وہاں کے فرشتوں نے خوشی ظاہر کی۔ ہنس ہنس کر مسکراتے ہوئے مجھ سے ملے بجز ایک فرشتے کہ کہ اس نے میرے سلام کا جواب تو دیا مجھے مرحبا بھی کہا لیکن مسکرائے نہیں۔ یہ کون ہیں؟ اس کی وجہ کیا ہے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا۔ ''وہ مالک ہیں۔ جہنم کے داروغہ ہیں۔ اپنے پیدا ہونے سے لے کر آج تک وہ ہنسے ہی نہیں اور قیامت تک ہنسیں گے بھی نہیں کیونکہ ان کی خوشی کا یہی ایک بڑا موقعہ تھا''۔ واپسی میں قریشیوں کے ایک قافلے کو دیکھا جو غلہ لادے جا رہا تھا۔ اس میں ایک اونٹ تھا جس پر ایک سفید اور ایک سیاہ بورا تھا۔ جب آپؐ اس کے قریب سے گزرے تو وہ چمک گیا اور مڑ گیا اور گر پڑا اور لنگڑا ہو گیا آپؐ اس طرح اپنی جگہ پہنچا دیئے گئے۔ صبح ہوتے ہی آپ نے اپنے اس معراج کا ذکر لوگوں سے کیا۔ مشرکوں نے جب یہ سنا تو وہ سیدھے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے' لو تمہارے پیغمبر صاحب تو کہتے ہیں کہ وہ آج کی ایک ہی رات میں مہینہ بھر کے فاصلے کے مقام تک ہو آئے۔ آپؓ نے جواب دیا کہ اگر فی الواقع آپؐ نے یہ فرمایا ہو تو آپ سچے ہیں۔ ہم تو اس سے بھی بڑی بات میں آپ کو سچا جانتے ہیں۔ ہم مانتے ہیں کہ آپ کو آن کی آن میں آسمان سے خبریں پہنچتی ہیں۔ مشرکوں نے

حضور ﷺ سے کہا کہ آپ اپنی سچائی کی کوئی علامت بھی آپ پیش کر سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا' ہاں میں نے راستے میں فلاں فلاں جگہ قریش کا قافلہ دیکھا - ان کا ایک اونٹ جس پر سفید و سیاہ رنگ کے دو بورے ہیں' وہ ہمیں دیکھ کر بھڑکا' گھوما اور چکر کھا کر گر پڑا اور ٹانگ ٹوٹ گئی - جب وہ قافلہ آیا' لوگوں نے ان سے جا کر پوچھا کہ راستے میں کوئی نئی بات تو نہیں ہوئی؟ انہوں نے کہا ہاں ہوئی - فلاں اونٹ فلاں جگہ اس طرح گرا وغیرہ - کہتے ہیں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اسی تصدیق کی وجہ سے انہیں صدیق کہا گیا ہے - رضی اللہ عنہ - پھر آپ سے لوگوں نے سوال کیا کہ آپ نے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی ملاقات کی ہے - ان کے حلیے تو بیان کیجئے - آپؐ نے فرمایا ہاں' موسیٰ تو گندم گوں رنگ کے ہیں' جیسے ازدعمان کے آدمی ہوتے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام درمیانہ قد کے کچھ سرخی مائل رنگ کے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا ان کے لبوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہیں - اس سیاق میں بھی عجائب وغرائب ہیں -

مسند احمد میں ہے' حطیم میں سویا ہوا تھا اور روایت میں حجر میں سویا ہوا تھا کہ آنے والا آیا - ایک نے درمیان والے سے کہا اور وہ میرے پاس آیا اور یہاں سے یہاں تک چاک کر ڈالا یعنی گلے کے پاس سے ناف تک - پھر مندرجہ بالا حدیثوں کے مطابق بیان ہے - اس میں ہے کہ چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے میں نے سلام کیا - آپؑ نے جواب دیا اور فرمایا ''نیک بھائی اور نیک نبی کو مرحبا ہو'' - جب میں وہاں سے آگے بڑھ گیا تو آپؑ رو دیئے - پوچھا گیا کیسے روئے؟ جواب دیا کہ اس لئے کو جو بچہ میرے بعد نبی بنا کر بھیجا گیا' اس کی امت بہ نسبت میری امت کے جنت میں زیادہ تعداد میں جائے گی - اس میں ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس چار نہریں دیکھیں - دو ظاہر اور دو باطن میں - جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا' آپ نے مجھے بتلایا کہ باطنی تو جنت کی نہریں ہیں اور ظاہری نیل و فرات ہیں - پھر میری جانب بیت المعمور بلند کیا گیا - پھر میرے پاس شراب کا' دودھ کا اور شہد کا برتن آیا - میں نے دودھ کا برتن لے لیا - فرمایا' یہ فطرت ہے جس پر تو ہے اور تیری امت - اس میں ہے کہ جب پانچ نمازیں ہی رہ گئیں اور پھر بھی کلیم اللہ نے واپسی کا مشورہ دیا تو آپ نے فرمایا' میں تو اپنے رب سے سوال کرتے کرتے شرما گیا - اب میں راضی ہوں اور تسلیم کر لیتا ہوں -

اور روایت میں ہے کہ میرے گھر کی چھت کھول دی گئی - میں اس وقت مکہ میں تھا الخ - اس میں ہے کہ جب میں جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ آسمان دنیا پر چڑھا تو میں نے دیکھا کہ ایک صاحب بیٹھے ہوئے ہیں جن کے دائیں بائیں بڑی بڑی جماعت ہے' وہ داہنی جانب دیکھ کر مسکرا دیتے ہیں اور ہنسنے لگتے ہیں اور جب بائیں جانب نگاہ اٹھتی ہے تو رو دیتے ہیں - میں نے جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ اور ان کے دائیں بائیں کون ہیں؟ فرمایا یہ آدم علیہ السلام ہیں اور یہ ان کی اولاد ہے - دائیں جانب والے جنتی ہیں اور بائیں طرف والے جہنمی ہیں - انہیں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور انہیں دیکھ کر رنجیدہ - اس روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے چھٹے آسمان پر ملاقات ہوئی - اس میں ہے کہ ساتویں آسمان سے میں اور اونچا پہنچایا گیا - مستوی میں پہنچ کر میں نے قلموں کے لکھنے کی آوازیں سنیں - اس میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورے سے میں طلب تخفیف کے لئے گیا تو اللہ نے آدھی معاف فرما دیں - پھر گیا' پھر آدھی معاف ہوئی' پھر گیا تو پانچ مقرر ہوئیں - اس میں ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ سے ہو کر میں جنت میں پہنچایا گیا - جہاں سچے موتیوں کے خیمے تھے اور جہاں کی مٹی مشک خالص تھی - یہ پوری حدیث صحیح بخاری شریف کی کتاب الصلوٰۃ میں ہے اور ذکر بنی اسرائیل میں بھی ہے اور بیان حج میں اور احادیث انبیاء میں بھی ہے - امام مسلم نے صحیح مسلم کتاب الایمان میں بھی وارد فرمائی ہے - مسند احمد میں عبداللہ بن شقیق رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اگر میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھتا تو کم از کم ایک بات تو ضرور پوچھ لیتا - آپ نے دریافت فرمایا' کیا بات؟ کہا یہی کہ کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے؟ تو حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا' یہ تو میں نے آپ سے پوچھا تھا - آپ

نے جواب دیا کہ میں نے اسے نور دیکھا۔ میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں؟ اور روایت میں ہے کہ وہ نور ہے میں اسے کہاں سے دیکھ سکتا ہوں؟ ایک روایت میں ہے میں نے نور دیکھا۔ بخاری مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جب میں نے معراج کے واقعہ کا لوگوں سے ذکر کیا اور قریش نے مجھے جھٹلایا' میں اس وقت حطیم میں کھڑا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس میری نگاہوں کے سامنے لا دیا اور اسے بالکل ظاہر کر دیا۔ اب جو نشانیاں وہ مجھ سے پوچھتے تھے' میں دیکھتا جاتا تھا اور بتاتا جاتا تھا۔ بیہقی میں ہے کہ بیت المقدس میں آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات کی۔ اس میں ہے کہ جب واپس آ کر آپ نے لوگوں میں یہ قصہ بیان فرمایا تو بہت سے لوگ فتنے میں پڑ گئے۔ جنہوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی تھی۔ کفار قریش کی جماعت اسی وقت دوڑی بھاگی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچی اور کہنے لگے' لو اور سنو' آج تو تمہارے ساتھی ایک عجیب خبر سنا رہے ہیں' کہتے ہیں' ایک ہی رات میں وہ بیت المقدس سے ہو کر بھی آ گئے۔ آپ نے فرمایا' اگر وہ فرماتے ہیں تو سچ ہے۔ واقعی ہو آئے ہیں' انہوں نے کہا یعنی تم اسے بھی مانتے ہو کہ رات کو جائے اور صبح سے پہلے ملک شام سے واپس مکہ پہنچ جائے؟ آپ نے فرمایا' اس سے بھی زیادہ بڑی بات کو میں اس سے بہت پہلے سے مانتا چلا آیا ہوں۔ یعنی میں مانتا ہوں کہ ان کے پاس آسمان سے خبریں آتی ہیں اور وہ ان تمام میں سچے ہیں۔ اسی وقت سے آپ کا لقب ابوبکر صدیق ہوا۔ رضی اللہ عنہ۔

مسند احمد میں ہے' حضرت زر بن حبیش رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا' اس وقت آپ معراج کا واقعہ بیان فرما رہے تھے کہ حضور ﷺ نے فرمایا' ہم چلے یہاں تک کہ بیت المقدس پہنچے' دونوں صاحب اندر نہیں گئے میں نے یہ سنتے ہی کہا' غلط ہے رسول اللہ ﷺ اندر گئے بلکہ اس رات آپ نے وہاں نماز بھی پڑھی۔ آپ نے فرمایا' تیرا کیا نام ہے' میں تجھے جانتا تو ہوں لیکن نام یاد نہیں پڑتا۔ میں نے کہا میرا نام زر بن حبیش ہے۔ فرمایا تم نے یہ بات کیسے معلوم کر لی؟ میں نے کہا' یہ تو قرآن کی خبر ہے۔ آپ نے فرمایا جس نے قرآن سے بات کہی' اس نے نجات پائی۔ پڑھئے وہ کون سی آیت ہے تو میں نے سبحان الذی کی یہ آیت پڑھی۔ آپ نے فرمایا اس میں کس لفظ کے معنی ہیں کہ حضور ﷺ نے وہاں نماز ادا کی؟ ورنہ آپ نے اس رات وہاں نماز نہیں پڑھی اور اگر پڑھ لیتے تو تم پر اسی طرح وہاں کی نماز لکھ دی جاتی' جس طرح بیت اللہ کی ہے۔ واللہ وہ دونوں براق پر ہی رہے یہاں تک کہ آسمان کے دروازے ان کے لئے کھل گئے پس جنت دوزخ دیکھ لی اور آخرت کے وعدے کی اور تمام چیزیں بھی۔ پھر ویسے کے ویسے ہی لوٹ آئے۔ پھر آپ خوب ہنسے اور فرمانے لگے مزہ تو یہ ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ وہاں آپ نے براق باندھا کہ کہیں بھاگ نہ جائے۔ حالانکہ عالم الغیب والشہادہ رب عالم نے اسے آپ کے لئے مسخر کیا تھا۔ میں نے پوچھا' کیوں جناب یہ براق کیا ہے؟ کہا ایک جانور ہے سفید رنگ لانبے قد کا' جو ایک ایک قدم اتنی اتنی دور رکھتا ہے جتنی دور نگاہ کام کرے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محض انکار سے وہ روایتیں جن میں بیت المقدس کی نماز کا ثبوت ہے' وہ مقدم ہیں (واللہ اعلم)

حافظ ابوبکر بیہقی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب دلائل النبوۃ میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے آپ سے معراج کے واقعہ کے ذکر کی درخواست کی تو آپ نے پہلے تو یہی آیت سبحان الذی کی تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ میں عشا کے بعد مسجد میں سویا ہوا تھا جو ایک آنے والے نے آ کر مجھے جگایا۔ میں اٹھ بیٹھا لیکن کوئی نظر نہ پڑا۔ ہاں کچھ جانور سا نظر آیا۔ میں نے غور سے اسے دیکھا اور برابر دیکھتا ہوا مسجد کے باہر چلا گیا تو مجھے ایک عجیب جانور نظر پڑا۔ ہمارے جانوروں میں سے تو اس کے کچھ مشابہ خچر ہے' ہلتے ہوئے اور اوپر کو اٹھے ہوئے کانوں والا تھا' اس کا نام براق ہے۔ مجھ سے پہلے کے انبیاء بھی اسی پر سوار ہوتے رہے۔ میں اس پر سوار ہو کر چلا ہی تھا کہ میری دائیں جانب

سے کسی نے آواز دی کہ محمد میری طرف دیکھ' میں تجھ سے کچھ پوچھوں گا۔ لیکن نہ میں نے جواب دیا نہ ٹھہرا۔ پھر جو ذرا اور آگے بڑھا تو بائیں طرف سے بھی آواز آئی لیکن میں وہاں بھی نہ ٹھہرا نہ دیکھا نہ جواب دیا۔ پھر کچھ آگے گیا کہ ایک عورت دنیا بھر کی زینت کئے ہوئے بانہیں کھولے کھڑی ہوئی ہے' اس نے مجھے اسی طرح آواز کی کہ میں کچھ دریافت کرنا چاہتی ہوں لیکن میں نے نہ اس کی طرف التفات کیا نہ ٹھہرا۔ پھر آپ کا بیت المقدس پہنچنا' دودھ کا برتن لینا اور جبرئیل کے فرمان سے خوش ہو کر دو دفعہ تکبیر کہنا ہے۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پوچھا۔ آپؐ کے چہرہ پر فکر کیسا ہے؟ میں نے وہ دونوں واقعے راستے کے بیان کئے تو آپؐ نے فرمایا کہ پہلا شخص تو یہود تھا۔ اگر آپ اسے جواب دیتے یا وہاں ٹھہرتے تو آپ کی امت یہود ہو جاتی۔ دوسرا نصرانیوں کا دعوت دینے والا تھا۔ وہاں اگر آپ ٹھہرتے اور اس سے باتیں کرتے تو آپ کی امت نصرانی ہو جاتی۔ اور وہ عورت جو تھی وہ دنیا تھی اگر آپ اسے جواب دیتے یا وہاں ٹھہرتے تو آپ کی امت دنیا کو آخرت پر ترجیح دے کر گمراہ ہو جاتی۔ پھر میں اور جبرئیل بیت المقدس میں گئے۔ ہم دونوں نے دو دو رکعتیں ادا کیں۔ پھر ہمارے سامنے معراج لائی گئی جس سے بنی آدم کی روحیں چڑھتی ہیں۔ دنیا نے ایسی اچھی چیز کبھی نہیں دیکھی' تم نہیں دیکھتے کہ مرنے والے کی آنکھیں آسمان کی طرف چڑھ جاتی ہیں۔ یہ اسی سیڑھی کو دیکھتے ہوئے تعجب کے ساتھ۔ ہم دونوں اوپر چڑھ گئے۔ میں نے اسماعیل نامی فرشتے سے ملاقات کی جو آسمان دنیا کا سردار ہے' جس کے ہاتھ تلے ستر ہزار فرشتے ہیں' جن میں سے ہر ایک فرشتے کے ساتھ اس کے لشکری فرشتوں کی تعداد ایک لاکھ ہے۔ فرمان الٰہی ہے' تیرے رب کے لشکروں کو صرف وہی جانتا ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس آسمان کا دروازہ کھلوانا چاہا' پوچھا گیا کون ہے؟ کہا جبرئیل' پوچھا گیا آپ کے ساتھ اور کون ہیں؟ بتلایا کہ محمد ہیں (ﷺ) کہا گیا کہ کیا ان کی طرف بھیجا گیا تھا؟ جواب دیا کہ ہاں' وہاں میں نے حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا' اسی ہیئت میں جس میں وہ اس دن تھے جس دن اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا تھا۔ ان کی اصلی صورت پر۔ ان کے سامنے ان کی اولاد کی روحیں پیش کی جاتی ہیں۔ نیک لوگوں کی روحوں کو دیکھ کر فرماتے ہیں' پاک روح ہے اور جسم بھی پاک ہے۔ اسے علیین میں لے جاؤ اور بدکاروں کی روحوں کو دیکھ فرماتے ہیں' خبیث روح ہے' جسم بھی خبیث ہے۔ اسے سجین میں لے جاؤ۔ کچھ ہی چلا ہوں گا جو میں نے دیکھا کہ خوان لگے ہوئے ہیں جن پر نہایت نفیس گوشت بھنا ہوا ہے اور دوسری جانب اور خوان لگے ہوئے ہیں جن پر بدبودار' سڑا' بسا گوشت رکھا ہوا ہے' کچھ لوگ ہیں جو عمدہ گوشت کے تو پاس بھی نہیں آتے اور اس سڑے ہوئے گوشت کو کھا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا جبرئیل علیہ السلام یہ کون لوگ ہیں؟ جواب دیا کہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو حلال کو چھوڑ کر حرام کی رغبت کرتے تھے۔

پھر میں کچھ اور چلا تو کچھ اور لوگوں کو دیکھا کہ ان کے ہونٹ اونٹ کی طرح کے ہیں' ان کے منہ پھاڑ پھاڑ کر فرشتے انہیں اس گوشت کے لقمے دے رہے ہیں جو ان کے دوسرے راستے سے واپس نکل جاتا ہے' وہ چیخ چلا رہے ہیں اور اللہ کے سامنے عاجزی کر رہے ہیں۔ میں نے پوچھا جبرئیل علیہ السلام' یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ناحق کھا جایا کرتے تھے' جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں' وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں اور وہ ضرور بھڑکتی ہوئی جہنم کی آگ میں جائیں گے۔ میں کچھ دور اور چلا جو دیکھا کہ کچھ عورتیں اپنے سینوں کے بل ادھر لٹکی ہوئی ہیں اور ہائے وائے کر رہی ہیں۔ میرے پوچھنے پر جواب ملا کہ یہ آپ کی امت کی زناکار عورتیں ہیں۔ میں کچھ دور اور گیا تو دیکھا کہ کچھ لوگوں کے پیٹ بڑے بڑے گھڑوں جیسے ہیں۔ جب وہ اٹھنا چاہتے ہیں' گر گر پڑتے ہیں اور بار بار کہہ رہے ہیں کہ اے اللہ قیامت قائم نہ ہو۔ فرعونی جانوروں سے وہ روندے جاتے ہیں اور اللہ کے سامنے آہ وزاری کر رہے ہیں۔ میں نے پوچھا' یہ کون لوگ ہیں؟ تو جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا' یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو سود کھاتے تھے' سود خور ان لوگوں کی طرح ہی

کھڑے ہوں گے، جنہیں شیطان نے باؤلا بنا رکھا ہو- میں کچھ دور اور چلا تو دیکھا کہ کچھ لوگ ہیں جن کے پہلو سے گوشت کاٹ کاٹ کر فرشتے انہی کو کھلا رہے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ جس طرح اپنے بھائی کا گوشت اپنی زندگی میں کھاتا رہا اب بھی کھا- میں نے پوچھا جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا' یہ آپ کی امت کے عیب جو اور آوازہ کش لوگ ہیں-

پھر ہم دوسرے آسمان پر چڑھے تو میں نے وہاں ایک نہایت ہی حسین شخص کو دیکھا جو اور حسین لوگوں پر وہی فضیلت رکھتا ہے جو فضیلت چاند کو ستاروں پر ہے' میں نے پوچھا کہ جبرئیل یہ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا یہ آپ کے بھائی حضور یوسف علیہ السلام ہیں اور ان کے ساتھ ان کی قوم کے کچھ لوگ ہیں- میں نے انہیں سلام کیا جس کا جواب انہوں نے دیا- پھر ہم تیسرے آسمان کی طرف چڑھے اسے کھلوایا- وہاں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کو دیکھا- ان کے ساتھ ان کی قوم کے کچھ آدمی تھے- میں نے انہیں سلام کیا اور انہوں نے مجھے جواب دیا' پھر میں چوتھے آسمان کی طرف چڑھا- وہاں حضرت ادریس علیہ السلام کو پایا جنہیں اللہ تعالیٰ نے بلند مکان پر اٹھالیا ہے' میں نے سلام کیا- انہوں نے جواب دیا' پھر پانچویں آسمان کی طرف چڑھا' وہاں حضرت ہارون علیہ السلام تھے جن کی آدھی داڑھی سفید تھی اور آدھی سیاہ اور بہت لمبی داڑھی تھی' قریب قریب ناف تک- میں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے سوال کیا' انہوں نے بتایا کہ یہ اپنی قوم کے ہر دلعزیز حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام ہیں- ان کے ساتھ ان کی قوم کی جماعت ہے' انہوں نے بھی میرے سلام کا جواب دیا' پھر میں چھٹے آسمان کی طرف چڑھا- وہاں حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام سے ملاقات ہوئی- آپ کا گندم گوں رنگ تھا- بال بہت تھے- اگر دو کرتے بھی پہن لیں تو بال ان سے گزر جائیں- آپ فرمانے لگے' لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے پاس ان سے بڑے مرتبے کا ہوں- حالانکہ یہ مجھ سے بڑے مرتبے کے ہیں- جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کرنے پر مجھے سلام ہوا کہ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کرنے پر مجھے سلام ہوا کہ آپ حضرت موسیٰ ابن عمران علیہ السلام ہیں- آپ کے پاس بھی آپ کی قوم کے لوگ تھے- آپ نے بھی میرے سلام کا جواب دیا پھر میں ساتویں آسمان کی طرف چڑھا- وہاں میں نے اپنے والد حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام کو اپنی پیٹھ بیت المعمور سے ٹکائے ہوئے بیٹھا دیکھا- آپ بہت ہی بہتر آدمی ہیں- دریافت کرنے پر مجھے آپ کا نام بھی معلوم ہوا- میں نے سلام کیا آپ نے جواب دیا- میں نے اپنی امت کو نصفا نصف دیکھا- نصف کے تو سفید بگلے جیسے کپڑے تھے اور نصف کے سخت سیاہ کپڑے تھے- میں بیت المعمور میں گیا- میرے ساتھ ہی سفید کپڑے والے سب گئے اور دوسرے جن کے خاکی کپڑے تھے' وہ سب روک دیئے گئے ہیں وہ بھی خیر پر- پھر ہم سب نے وہاں نماز ادا کی اور وہاں سے سب باہر آئے- اس بیت المعمور میں ہر دن ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں لیکن جو ایک دن پڑھ گئے ان کی باری پھر قیامت تک نہیں آتی۔

پھر میں سدرۃ المنتہیٰ کی جانب بلند کیا گیا' جس کا ہر ایک پتہ اتنا بڑا تھا کہ میری ساری امت کو ڈھانک لے- اس میں سے ایک نہر جاری تھی جس کا نام سلسبیل ہے- پھر اس میں سے دو چشمے پھوٹے- ایک نہر کوثر' دوسرا نہر رحمت- میں نے اس میں غسل کیا- میرے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہو گئے- پھر میں جنت کی طرف چڑھایا گیا- وہاں میں نے ایک حور دیکھی- اس سے پوچھا تو کس کی ہے؟ اس نے کہا' حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی- وہاں میں نے نہ بگڑنے والے پانی کی اور مزہ متغیر نہ ہونے والے دودھ کی اور بے نشہ لذیذ شراب اور صاف ستھرے شہد کی نہریں دیکھیں- اس کے انار بڑے بڑے ڈولوں کے برابر تھے- اس کے پرند تمہارے ان بختی اونٹوں جیسے تھے- بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ نعمتیں تیار کی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی کان نے سنیں نہ کسی انسان کے دل پر ان کا خیال تک گزرا- پھر میرے سامنے جہنم پیش کی گئی جہاں غضب الٰہی ناراضگی الٰہی تھی- اس میں اگر پتھر اور لوہا ڈالا جائے تو وہ اسے بھی کھا

جائے- پھر میرے سامنے سے وہ بند کر دی گئی- میں پھر سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا دیا گیا اور مجھے ڈھانپ لیا پس میرے اور اس کے درمیان صرف بقدر دو کمانوں کے فاصلہ رہ گیا بلکہ اور قریب اور سدرۃ المنتہیٰ کے ہر ایک پتے پر فرشتہ آ گیا اور مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں اور فرمایا کہ تیرے لئے ہر نیکی کے عوض دس ہیں تو جب کسی نیکی کا ارادہ کرے گا گو بجا نہ لائے تاہم نیکی لکھ لی جائے گی اور جب بجا بھی لائے تو دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور برائی کے محض ارادے پر تغیر کئے ہوئے کچھ بھی نہ لکھا جائے گا اور اگر کر لی تو صرف ایک ہی برائی شمار ہوگی- پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آنے اور آپ کے مشورے سے جانے اور کمی ہونے کا ذکر ہے جیسے کہ بیان گزر چکا- آخر جب پانچ رہ گئیں تو فرشتے نے ندا کی کہ میرا فریضہ پورا ہو گیا- میں نے اپنے بندوں پر تخفیف کر دی اور انہیں ہر نیکی کے بدلے اسی جیسی دس نیکیاں دیں-

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے واپسی پر اب کی مرتبہ بھی مجھے پھر واپس جانے کا مشورہ دیا لیکن میں نے کہا کہ اب تو جاتے ہوئے مجھے کچھ شرم سی محسوس ہوتی ہے- پھر آپ نے صبح کو مکے میں ان عجائبات کا ذکر کیا کہ میں اس شب بیت المقدس پہنچا' آسمانوں پر چڑھایا گیا اور یہ یہ دیکھا- اس پر ابوجہل بن ہشام کہنے لگا' لو تعجب کی بات سنو- اونٹوں کو مارتے پیٹتے ہم تو بیت المقدس مہینہ بھر میں پہنچیں اور مہینہ بھر ہی واپسی میں لگ جائے- یہ کہتے ہیں دو ماہ کی مسافت ایک ہی رات میں طے کر آئے- آپ نے فرمایا' سنو جاتے وقت میں نے تمہارے قافلے کو فلاں جگہ دیکھا تھا اور آتے وقت مجھے وہ عقبہ میں ملا- سنو اس میں فلاں فلاں شخص ہے' فلاں اس رنگ کے اونٹ پر ہے اور اس کے پاس یہ یہ اسباب ہے- ابوجہل نے کہا' خبریں تو تو دے رہا ہے' دیکھئے کیسی نکلیں؟ اس پر ان میں سے ایک شخص نے کہا' میں بیت المقدس کا حال تم سب سے زیادہ جانتا ہوں- اس کی عمارت کا حال' اس کی شکل و صورت' پہاڑ سے اس کی نزدیکی وغیرہ- پس رسول اللہ ﷺ سے حجاب دور کر دیئے گئے اور جیسے ہم گھر میں بیٹھے گھر کی چیزوں کو دیکھتے ہیں' اسی طرح آپؐ کے سامنے بیت المقدس کر دیا گیا- آپ فرمانے لگے- اس کی بناوٹ اس طرح کی ہے- اس کی ہیئت اس طرح کی ہے- وہ پہاڑ سے اس قدر نزدیک ہے وغیرہ- اس نے کہا بے شک آپ سچ فرماتے ہیں- پھر اس نے کفار کے مجمع کی طرف دیکھ کر کہا- محمد ﷺ اپنی بات میں سچے ہیں یا کچھ ایسے ہی الفاظ کہے- یہ روایت اور بھی بہت سی کتابوں میں ہے- ہم نے باوجود اس کی غربت اور نکارت اور ضعف کے اس لئے بیان کیا ہے کہ اس میں اور احادیث کے بہت سے شواہد ہیں اور اس لئے بھی کہ بیہقی میں ہے-

حضرت یزید بن ابی حکیم کہتے ہیں' میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا' پوچھا کہ حضور ﷺ آپ کی امت میں ایک شخص جنہیں سفیان ثوری کہا جاتا ہے- اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں- میں نے پھر اور راویوں کے نام بیان کر کے پوچھا کہ وہ آپ کی حدیث بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ آپ کو ایک رات معراج ہوئی آپ نے آسمان میں دیکھا الخ- آپ نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے- میں نے کہا حضور ﷺ! آپ کی امت کے لوگ آپ کی طرف سے معراج والے واقعے میں بہت سی عجیب وغریب باتیں بیان کرتے ہیں- آپؐ نے فرمایا' ہاں وہ باتیں قصہ کہنے والوں کی ہیں- حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' ہم نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ اپنے معراج کی کیفیت تو بیان فرمایئے- آپؐ نے فرمایا! سنو میں نے اپنے اصحابؓ کو مکہ میں عشا کی نماز دیر سے پڑھائی- پھر جبرئیل علیہ السلام میرے پاس سفید رنگ کا ایک جانور لائے- گدھے سے اونچا اور خچر سے اونچا اور مجھ سے فرمایا کہ اس پر سوار ہو جایئے- اس نے کچھ سختی کی تو آپ نے اس کا کان مروڑا اور مجھے اس پر سوار کرا دیا- اس میں مدینے میں نماز پڑھنے کا' پھر مدین میں اس درخت کے پاس نماز پڑھنے کا ذکر ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام ٹھہرے تھے- پھر بیت اللحم میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تولد ہوئے تھے- پھر بیت المقدس میں نماز پڑھنے کا' وہاں سخت پیاس لگنے کا اور دودھ اور شہد کے برتن آنے کا اور

پیٹ بھر کر دودھ پینے کا ذکر ہے- فرماتے ہیں- وہیں ایک شیخ تکیہ لگائے بیٹھے تھے جنہوں نے کہا' یہ فطرت تک پہنچ گئے اور راہ یافتہ ہوئے- پھر ہم ایک وادی پر آئے جہاں جہنم کو میں نے دیکھا جو سخت دہکتے ہوئے انگارے کی طرح تھی- پھر لوٹتے ہوئے فلاں جگہ قریش کا قافلہ ہمیں ملا جو اپنے کسی گم شدہ اونٹ کی تلاش میں تھا- میں نے انہیں سلام کیا- بعض لوگوں نے میری آواز بھی پہچان لی اور آپس میں کہنے لگے' یہ آواز تو بالکل محمد کی ہے (ﷺ) پھر صبح سے پہلے میں اپنے اصحاب کے پاس مکہ شریف پہنچ گیا-

میرے پاس ابوبکر آئے (رضی اللہ عنہ) اور کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ آپ رات کو کہاں تھے؟ جہاں جہاں خیال پہنچا' میں نے سب جگہ تلاش کیا لیکن آپ نہ ملے- میں نے کہا' میں تو رات بیت المقدس ہو آیا' کہا' وہ تو یہاں سے مہینہ بھر کے فاصلے پر ہے- اچھا وہاں کے کچھ نشانات بیان فرمایئے- اسی وقت وہ میرے سامنے کر دیا گیا گویا کہ میں اسے دیکھ رہا ہوں- اب جو بھی مجھ سے سوال ہوتا' میں دیکھ کر جواب دے دیتا- پس ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا' میری گواہی ہے کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں- لیکن کفار قریش باتیں بنانے لگے کہ ابن ابی کبشہ کو دیکھو' کہتا پھرتا ہے کہ ایک ہی رات میں بیت المقدس ہو آیا- آپ نے فرمایا' سنو میں تمہیں ایک نشان بتاؤں' تمہارے قافلے کو میں نے فلاں مقام پر دیکھا- ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا جسے فلاں شخص لے آیا- اب وہ اتنے فاصلے پر ہیں- ایک منزل ان کی فلاں جگہ ہو گی- دوسری فلاں جگہ اور وہ فلاں دن یہاں پہنچیں گے- ان کے قافلے میں سب سے پہلے گندمی رنگ کا اونٹ ہے جس پر سیاہ جھول پڑی ہوئی ہے اور دو سیاہ بوریاں اسباب کی دونوں طرف لدی ہوئی ہیں- جب وہ دن آیا جو دن اس کے قافلے کے واپس پہنچنے کا حضور ﷺ نے بیان فرمایا تھا' دوپہر کو لوگ دوڑے بھاگے شہر کے باہر گئے کہ دیکھیں یہ سب باتیں سچ ہیں؟ تو دیکھا کہ قافلہ آ رہا ہے اور واقعی وہی اونٹ آگے ہے- یہی روایت اور کتابوں میں بہت مطول بھی مروی ہے اور اس میں بہت باتیں منکر بھی ہیں- مثلاً بیت اللحم میں آپ کا نماز ادا کرنا اور کا بیت المقدس کی نشانیاں دریافت کرنا وغیرہ-

ابن عباسؓ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ جب آپ معراج والی رات جنت میں تشریف لے گئے تو ایک طرف سے پیروں کی چاپ کی آواز آئی آپؐ نے پوچھا' جبرئیل یہ کون ہیں؟ جواب ملا کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ موذن ہیں- آپؐ نے واپس آ کر فرمایا بلال تو تم نجات پا چکے- میں نے اس اس طرح دیکھا- اس میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بوقت ملاقات فرمایا- نبی امی کو مرحبا ہو- حضرت موسیٰ علیہ السلام گندمی رنگ کے' لانبے قد کے' کانوں تک یا کانوں سے قدرے اونچے بال والے تھے- اس میں ہے کہ ہر نبی نے آپ کو پہلے سلام کیا- جہنم کے ملاحظہ کے وقت آپؐ نے دیکھا کہ کچھ لوگ مردار کھا رہے ہیں- پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جواب ملا جو لوگوں کا گوشت کھایا کرتے تھے (یعنی غیبت گو تھے) وہیں آپؐ نے ایک شخص کو دیکھا جو خود آگ جیسا سرخ ہو رہا تھا- آنکھیں ٹیڑھی ترچھی تھیں- پوچھا یہ کون ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا یہی ہے جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو مار ڈالا تھا-

مسند احمد میں ہے کہ جب آپ کو بیت المقدس پہنچا کر وہاں سے واپس لا کر ایک ہی رات میں مکہ شریف پہنچا دیا گیا اور آپؐ نے یہ خبر لوگوں کو سنائی' بیت المقدس کے نشان بتائے' ان کے قافلے کی خبر دی تو بعض لوگ یہ کہہ کر کہ ہم ایسی باتوں میں انہیں سچا نہیں مان سکتے' اسلام سے پھر گئے- پھر یہ ابوجہل کے ہمراہ قتل کئے گئے- ابوجہل کہنے لگا کہ یہ ہمیں شجرۃ الزقوم سے ڈرا رہا ہے' لاؤ کھجور اور مکھن لاؤ اور تمرق کر لو یعنی ملا کر کھا لو اور آپ نے اس رات دجال کو اس کی اصلی صورت میں دیکھا اور آنکھوں کا دیکھنا نہ کہ خواب میں دیکھنا- حضرت عیسیٰ علیہ السلام' حضرت موسیٰ علیہ السلام' حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی دیکھا- دجال کی شبیہہ آپؐ نے بیان فرمائی' وہ بھدا' خبیث' چندھا ہے اور اس کی ایک آنکھ ایسی قائم ہے جیسے تارا اور بال ایسے ہیں جیسے کسی درخت کی گھنی شاخیں- حضرت عیسیٰؑ کا وصف آپ نے اس طرح بیان فرمایا کہ

وہ سفید رنگ، گھنگھریالے بالوں والے درمیانے قد کے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام گندمی رنگ کے مضبوط اور قوی آدمی ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تو بالکل ہو بہو مجھ جیسے تھے' الخ-

ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے مالک کو بھی جو جہنم کے داروغہ ہیں' دیکھا- ان نشانیوں میں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھائیں- پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے چچازاد بھائی نے آیت قرآن فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ پڑھی جس کی تفسیر حضرت قتادہ رحمتہ اللہ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کے ہونے میں تو شک نہ کر- ہم نے اسے یعنی موسیٰ کو بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے بھیجا تھا- یہ روایت صحیح مسلم شریف میں بھی ہے- اور سند سے مروی ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں' شب معراج میں ایک مقام سے مجھے نہایت ہی اعلیٰ اور مست خوشبو کی مہک آنے لگی- میں نے پوچھا کہ یہ خوشبو کیسی ہے؟ جواب ملا کہ فرعون کی لڑکی کی مشاطہ اور اس کی اولاد کے محل کی- فرعون کی شہزادی کو کنگھی کرتے ہوئے اس کے ہاتھ سے اتفاقاً کنگھی گر پڑی تو اس کی زبان سے بے ساختہ بسم اللہ نکل گیا- اس پر شہزادی سے اس نے کہا' اللہ تو میرے باپ ہی ہیں؟ اس نے جواب دیا نہیں بلکہ اللہ وہ ہے جو مجھے اور تجھے اور خود فرعون کو روزیاں دیتا ہے- اس نے کہا' اچھا تو میرے باپ کے سوا کسی اور کو اپنا رب مانتی ہے- اس نے جواب دیا کہ ہاں ہاں میرا تیرا اور تیرے باپ سب کا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے- اس نے اپنے باپ سے کہلوایا- وہ سخت غضبناک ہوا اور اسی وقت اسے بر سر دربار بلوا بھیجا اور کہا' کیا تو میرے سوا کسی اور کو اپنا رب مانتی ہے؟ اس نے کہا' میرا اور تیرا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے جو بلندیوں اور بزرگیوں والا ہے-

فرعون نے اسی وقت حکم دیا کہ تانبے کی جو گائے بنی ہوئی ہے' اسے خوب تپایا جائے اور جب وہ بالکل آگ جیسی ہو جائے تو اس کے بچوں کو ایک ایک کر کے اس میں ڈال دیا جائے- آخر میں خود اسے بھی اسی طرح ڈال دیا جائے- چنانچہ وہ گرم کی گئی- جب آگ جیسی ہو گئی تو حکم دیا کہ اس کے بچوں کو ایک ایک کر کے اس میں ڈالنا شروع کرو- اس نے کہا' بادشاہ ایک درخواست میری منظور کر' وہ یہ کہ میری اور میرے ان بچوں کی ہڈیاں ایک ہی جگہ ڈال دینا- اس نے کہا کہ اچھا تیرے کچھ حقوق ہمارے ذمہ ہیں- اس لئے یہ منظور ہے- جب سب بچے اس میں ڈال دیئے گئے اور سب جل کر راکھ ہو گئے تو سب سے چھوٹے کی باری آئی جو ماں کی چھاتی سے لگا ہوا دودھ پی رہا تھا- فرعون کے سپاہیوں نے اسے گھسیٹا تو اس نیک بندی کی آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا- اللہ تعالیٰ نے اس بچے کو اسی وقت زبان دے دی اور اس نے با آواز بلند کہا اماں جان! افسوس نہ کرو' اماں جان ذرا بھی پس و پیش نہ کرو- حق پر جان دینا ہی سب سے بڑی نیکی ہے چنانچہ انہیں صبر آ گیا- اسے بھی اس میں ڈال دیا اور آخر میں ان بچوں کی ماں کو بھی رضی اللہ عنہم اجمعین- یہ خوشبو کی مہکیں اسی کے جنتی محل سے آ رہی ہیں- آپؐ نے اس واقعہ کے ساتھ ہی بیان فرمایا کہ چار چھوٹے بچوں نے گہوارے ہی میں بات چیت کی' ایک تو یہی بچہ اور ایک وہ بچہ جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کی شہادت دی تھی اور ایک وہ بچہ جس نے حضرت جریج ولی اللہ کی پاک دامنی کی شہادت دی تھی اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام- اس روایت کی سند بے عیب ہے-

اور روایت میں ہے کہ معراج والی رات کی صبح مجھے یقین تھا کہ جب میں یہ ذکر لوگوں سے کروں گا تو وہ مجھے جھٹلائیں گے چنانچہ آپؐ ایک طرف غمگین ہو کر بیٹھ گئے- اسی وقت آپؐ کے پاس دشمن رب ابوجہل گزرا اور پاس بیٹھ کر بطور مذاق کہنے لگا' کہیئے کوئی نئی بات ہے؟ آپؐ نے فرمایا' ہاں ہے- اس نے کہا کیا؟ آپؐ نے فرمایا' رات کو مجھے سیر کرائی گئی' اس نے پوچھا' کہاں تک پہنچے؟ فرمایا بیت المقدس تک' کہا اور صبح کو پھر یہاں موجود بھی ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں- اب اس موذی کے دل میں خیال آیا کہ اس وقت انہیں جھٹلانا اچھا نہیں- ایسا نہ ہو

کہ لوگوں کے مجمع میں پھر یہ بات نہ کہیں- اس لئے اس نے کہا' کیوں صاحب اگر میں ان سب لوگوں کو جمع کرلوں تو سب کے سامنے بھی آپ یہی کہیں گے؟ آپؐ نے فرمایا' کیوں نہیں؟ سچی باتیں چھپانے کی نہیں ہوتیں- اسی وقت اس نے ہانک لگائی کہ اے بنی کعب بن لوی کی اولاد دوالو آؤ- سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کے پاس آ کر بیٹھ گئے تو اس ملعون نے کہا' اب اپنی قوم کے ان لوگوں کے سامنے وہ بات بیان کرو جو مجھ سے کر رہے تھے تو آپؐ نے فرمایا' ہاں سنو' مجھے اس رات سیر کرائی گئی- سب نے پوچھا کہاں تک گئے؟ آپؐ نے فرمایا بیت المقدس تک- لوگوں نے کہا' اچھا اور پھر صبح کو ہم میں موجود ہو؟ آپؐ نے فرمایا ہاں- اب تو کسی نے تالیاں پیٹنی شروع کر دیں' کوئی تعجب کے ساتھ اپنا ہاتھ اپنے ماتھے پر رکھ کر بیٹھ رہا اور سخت حیرت کے ساتھ انہوں نے بالاتفاق آپ کو جھوٹا سمجھا' پھر کچھ دیر کے بعد کہنے لگے' اچھا تم وہاں کی کیفیت اور جو نشانات ہم پوچھیں بتا سکتے ہو؟ ان میں وہ لوگ بھی تھے جو بیت المقدس ہو آئے تھے اور وہاں کے چپے چپے سے واقف تھے' آپؐ نے فرمایا' پوچھو کیا پوچھتے ہو؟ وہ پوچھنے لگے' آپ بتلانے لگے- فرماتے ہیں' بعض ایسے باریک سوال انہوں نے کئے کہ ذرا مجھے گھبراہٹ سی ہونے لگی- اسی وقت مسجد میرے سامنے کر دی گئی- اب میں دیکھتا جاتا تھا اور بتاتا جاتا تھا- بس یوں سمجھو کہ عقیل کے گھر کے پاس ہی مسجد تھی یا عقال کے گھر کے پاس- یہ اس لئے کہ بعض اوصاف مجھے مسجد کے یاد نہیں رہے تھے- آپؐ کے ان نشانات کے بتلانے کے بعد سب کہنے لگے' حضور ﷺ نے اوصاف تو صاف صاف اور ٹھیک ٹھیک بتائے- اللہ کی قسم ایک بات میں بھی غلطی نہیں کی- یہ حدیث نسائی وغیرہ میں بھی موجود ہے- بیہقی میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے ہے کہ جب حضور ﷺ کو معراج کرائی گئی تو آپؐ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے جو ساتویں آسمان پر ہے- جو چیز چڑھے وہ یہیں تک پہنچتی ہے- پھر یہاں سے اٹھالی جاتی ہے اور جو اترے وہ یہیں تک اترتی ہے' پھر یہاں سے لے لی جاتی ہے- اس درخت پر سونے کی ٹڈیاں چھپہا رہی تھیں- حضور ﷺ کو پانچ وقت کی نمازیں سورہ بقرہ کے آخر کی آیتیں دی گئیں اور یہ کہ آپ کی امت میں سے جو شرک نہ کرے گا' اس کے کبیرہ گناہ بھی بخش دیئے جائیں گے- مسلم وغیرہ میں بھی یہ روایت ہے-

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معراج کی مطول حدیث بھی مروی ہے جس میں غرابت ہے- حسن بن عرفہ نے اپنے مشہور جزء میں اسے وارد کیا ہے- حضرت ابوظبیان کہتے ہیں' ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت ابوعبیدہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے- آپ کے پاس محمد بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے تو حضرت محمد بن سعد نے ابوعبیدہ سے کہا' تم نے معراج کی بابت جو کچھ اپنے والد صاحب سے سنا ہو' سناؤ انہوں نے کہا نہیں' آپ ہی سنایئے جو آپ نے اپنے والد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہو- پس آپ نے روایت بیان کرنی شروع کی- اس میں یہ بھی ہے کہ جب براق اونچائی پر چڑھتا' اس کے ہاتھ پاؤں برابر کے ہو جاتے- اس طرح جب نیچے کی طرف اترتا تب بھی برابر ہی رہتے جس سے سوار کو تکلیف نہ ہو- ہم ایک صاحب کے پاس سے گزرے جو طویل قامت' سیدھے بالوں والے' گندمی رنگ کے تھے' ایسے ہی جیسے ازدشنوہ قبیلے کے آدمی ہوتے ہیں- وہ باآواز بلند کہہ رہے تھے کہ تو نے اس کا اکرام کیا اور اسے فضیلت عطا فرمائی- ہم نے انہیں سلام کیا' انہوں نے جواب دیا تو پوچھا کہ جبرئیل یہ تمہارے ساتھ کون ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ احمد ہیں (ﷺ) انہوں نے فرمایا' نبی امی عربی کو مرحبا ہو' جس نے اپنے رب کی رسالت پہنچائی اور اپنی امت کی خیرخواہی کی- پھر ہم لوٹے- میں نے پوچھا جبرئیل علیہ السلام یہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا' یہ موسیٰ بن عمران ہیں علیہ الصلوٰۃ والسلام- میں نے کہا اور یہ ایسے لفظوں سے باتیں کس سے کر رہے تھے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ سے آپ کے بارے میں- میں نے کہا' اللہ سے اور اس آواز سے؟ فرمایا ہاں' اللہ کو ان کی تیزی معلوم ہے- پھر ہم ایک درخت کے پاس سے نکلے جس کے پھل چراغوں جیسے تھے- اس کے نیچے ایک بزرگ شیخ

بیٹھے ہوئے تھے' جن کے پاس بہت سے چھوٹے بچے تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا۔ چلو اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے سلام کرو۔ ہم نے وہاں پہنچ کر انہیں سلام کیا' جواب پایا' جبرئیل علیہ السلام سے آپ نے میری نسبت پوچھا' انہوں نے جواب دیا کہ یہ آپ کے لڑکے احمد علیہ السلام ہیں' تو آپ نے فرمایا مرحبا ہو نبی امی کو' جس نے اپنے رب کی پیغمبری پوری کی اور اپنی امت کی خیر خواہی کی۔ میرے خوش نصیب بیٹے آج رات آپ کی ملاقات اپنے پروردگار سے ہونے والی ہے۔ آپ کی امت سب سے آخر امت ہے اور سب سے کمزور بھی ہے۔ خیال رکھنا ایسے ہی کام ہوں جو ان پر آسان رہیں۔

پھر ہم مسجد اقصیٰ پہنچے۔ میں نے اتر کر براق کو اسی حلقے میں باندھا جس میں اور انبیاء باندھا کرتے تھے۔ پھر مسجد میں گیا۔ وہاں میں نے نبیوں کو پہچانا۔ کوئی نماز میں کھڑا ہے' کوئی رکوع میں ہے' کوئی سجدے میں۔ پھر میرے پاس شہد کا' دودھ کا برتن لایا گیا۔ میں نے دودھ کا برتن لے کر پی لیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا' رب محمد ﷺ کی قسم تو فطرت کو پہنچ گیا۔ پھر نماز کی تکبیر ہوئی اور میں نے ان سب کو نماز پڑھائی۔ پھر ہم واپس لوٹ آئے۔ اس کی اسناد غریب ہے۔ اس میں بھی غرائب ہیں مثلاً انبیاء کا آپ کی شناخت کا سوال' پھر آپ کا ان کے پاس سے جانے کے بعد ان کی معرفت کا سوال وغیرہ۔ حالانکہ صحیح احادیث میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام پہلے ہی آپ کو بتلا دیا کرتے تھے کہ یہ فلاں نبی ہیں تاکہ سلام پہچان کے بعد ہو پھر اس میں ہے کہ انبیاء سے ملاقات بیت المقدس کی مسجد میں داخل ہونے سے پہلے ہی ہوئی۔ حالانکہ صحیح روایتوں میں ہے کہ ان سے ملاقات آسمانوں پر ہوئی۔ پھر آپ دوبارہ اترتے ہوئے واپسی میں بیت المقدس کی مسجد میں آئے۔ وہ سب بھی آپ کے ساتھ تھے اور یہاں آپ نے انہیں نماز پڑھائی پھر براق پر سوار ہو کر مکے شریف واپس آئے واللہ اعلم۔

مسند احمد میں ابن مسعود کی روایت سے ہے کہ میں شب معراج ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے ملا۔ وہاں قیامت کے قائم ہونے کے خاص وقت کی بابت مذاکرہ ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لاعلمی ظاہر کی تو کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھو۔ انہوں نے بھی بے خبری ظاہر کی۔ پھر طے ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر رکھو' آپ نے فرمایا' اس کے صحیح وقت کا علم تو بجز اللہ کے کسی کو نہیں' ہاں یہ تو مجھ سے فرمایا گیا ہے کہ دجال نکلنے والا ہے' اس وقت میرے ساتھ دو چھڑیاں ہوں گی' وہ مجھے دیکھتے ہی سیسے کی طرف گھلنے لگے گا' آخر میری وجہ سے اللہ اسے ہلاک کرے گا۔ پھر تو درخت پتھر بھی بول اٹھیں گے کہ اے مسلمان دیکھ یہاں میرے نیچے ایک کافر چھپا ہوا ہے۔ آ اور اسے قتل کر۔ پس اللہ تعالیٰ ان سب کو ہلاک کرے گا۔ لوگ ٹھنڈے دلوں اپنے شہروں اور وطنوں میں لوٹ جائیں گے۔ اسی زمانے میں یاجوج ماجوج نکلیں گے جو ہر اونچائی سے کودتے پھاندتے آئیں گے۔ جو چیز پائیں گے' غارت کر دیں گے' جو پانی دیکھیں گے' پی جائیں گے' آخر لوگ تنگ آ کر مجھ سے شکایت کریں گے' میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا۔ اللہ ان سب کو ایک ساتھ ہی ہلاک کر دے گا لیکن زمین پر ان لاشوں کے تعفن کی وجہ سے چلنا پھرنا مشکل ہو جائے گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ بارش برسائے گا' جو ان کی لاشوں کو بہا کر سمندر میں ڈال دے گی۔ مجھے یہ خوب معلوم ہے کہ اس کے بعد ہی فوراً قیامت آ جائے گی جیسے پورے دن کی حمل والی ہو کہ نہ جانے صبح فارغ ہو جائے یا رات ہی کو۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جس رات مسجد حرام سے بیت المقدس کی مسجد تک پہنچایا گیا' اس رات آپ زمزم اور مقام ابراہیم کے درمیان تھے جو جبرئیل علیہ السلام دائیں اور میکائیل علیہ السلام بائیں سے آپ کو اڑا لے گئے یہاں تک کہ آپ آسمان کی بلندیوں تک پہنچے۔ لوٹتے ہوئے آپ نے ان کی تسبیحیں بھی مع اور تسبیحوں کے سنیں۔ یہ روایت اسی سورت کی آیت تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ الخ کی تفسیر میں آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ مسند میں ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جابیہ

میں تھے' بیت المقدس کی فتح کا ذکر ہوا آپ نے حضرت کعب سے پوچھا کہ تمہارے خیال میں مجھے وہاں کس جگہ نماز پڑھنی چاہئے۔ انہوں نے فرمایا مجھ سے پوچھتے ہو تو میں تو کہوں گا' صخرہ کے پیچھے نماز پڑھئے تاکہ بیت المقدس آپ کے سامنے رہے۔ آپ نے فرمایا تم نے وہی یہودیت کی مشابہت کی۔ میں تو اس جگہ نماز پڑھوں گا جہاں رسول اللہ ﷺ نے پڑھی ہے۔ پس آپ نے آگے بڑھ کر قبلہ کی طرف نماز ادا کی۔ بعد از ادائے نماز آپ نے صخرہ کے آس پاس سے تمام کوڑا اسمیٹا اور اپنی چادر میں باندھ کر باہر پھینکنا شروع کیا اور اوروں نے بھی آپ کا ہاتھ بٹایا۔ پس آپ نے نہ تو صخرہ کی ایسی تعظیم کی جیسے یہود کرتے تھے کہ نماز بھی اسی کے پیچھے پڑھتے تھے بلکہ اسی کو قبلہ بنا رکھا تھا۔ چونکہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ بھی اسلام سے پہلے یہودی تھے' اسی لئے آپ نے ایسی رائے پیش کی تھی جسے خلیفۃ المسلمین نے ٹھکرا دیا اور نہ آپ نے نصرانیوں کی طرح صخرہ کی اہانت کی کہ انہوں نے تو اسے کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ بنا رکھا تھا۔ بلکہ آپ نے خود اس کے آس پاس سے کوڑا اٹھا کر پھینکا۔ یہ بالکل اس حدیث کے مشابہ ہے جس میں ہے کہ نہ تو قبروں پر بیٹھو نہ ان کی طرف نماز ادا کرو۔

**سرگزشت معراج کا تسلسل:** ☆☆ ایک طویل روایت معراج کی بابت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے غرب والی بھی مروی ہے' اس میں ہے کہ جبرئیل اور میکائیل آپؐ کے پاس آئے۔ جبرئیل علیہ السلام نے میکائیل علیہ السلام سے کہا کہ میرے پاس زمزم کے پانی کا طشت بھر لاؤ کہ ان میں ان کے دل کو پاک کروں اور ان کے سینے کو کھول دوں پھر آپؐ کا پیٹ چاک کیا اور اسے تین بار دھویا اور تینوں مرتبہ حضرت میکائیل علیہ السلام کے لائے ہوئے پانی کے طشت سے اسے دھویا اور آپ کے سینے کو کھول دیا' سب غل وغش دور کر دیا اور علم وحلم' ایمان و یقین سے اسے پر کیا' اسلام اس میں بھر دیا اور آپؐ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت لگا دی۔ اور ایک گھوڑے پر بٹھا کر آپؐ کو حضرت جبرئیل علیہ السلام لے چلے۔ دیکھا کہ ایک قوم ہے' ادھر کھیتی کاٹتی' ادھر بڑھ جاتی ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے آپ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ اللہ کی راہ کے مجاہد ہیں جن کی نیکیاں سات سات سو تک بڑھتی ہیں' جو خرچ کریں' اس کا بدلہ پاتے ہیں' اللہ تعالیٰ بہترین رازق ہے۔ پھر آپؐ کا گزر اس قوم پر ہوا جن کے سر پتھروں سے کچلے جا رہے تھے ہر بار ٹھیک ہو جاتے اور پھر کچلے جاتے۔ دم بھر کی انہیں مہلت نہ ملتی تھی۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں کہ فرض نمازوں کے وقت ان کے سر بھاری ہو جایا کرتے تھے۔

پھر کچھ لوگوں کو میں نے دیکھا کہ ان کے پیچھے دھجیاں لٹک رہی ہیں اور اونٹ اور جانوروں کی طرح کانٹوں اور جہنمی درخت چر چگ رہے اور جہنم کے پتھر اور انگارے کھا رہے ہیں' میں نے کہا یہ کیسے لوگ ہیں؟ فرمایا اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دینے والے۔ اللہ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ یہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ پھر میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا کہ ان کے سامنے ایک ہنڈیا میں تو صاف ستھرا گوشت ہے' دوسری میں خبیث سڑا بھسا گندہ گوشت ہے' یہ اس اچھے گوشت سے تو روک دیئے گئے ہیں اور اس بدبودار بدمزہ سڑے ہوئے گوشت کو کھا رہے ہیں' میں نے سوال کیا' یہ کس گناہ کے مرتکب ہیں؟ جواب ملا کہ یہ وہ مرد ہیں جو اپنی حلال بیویوں کو چھوڑ کر حرام عورتوں کے پاس رات گزارتے تھے۔ اور وہ عورتیں ہیں جو اپنے حلال خاوندوں کو چھوڑ کر اوروں کے ہاں رات گزارتی تھیں۔ پھر آپؐ نے دیکھا کہ راستے میں ایک لکڑی ہے کہ ہر کپڑے کو پھاڑ دیتی ہے اور ہر چیز کو زخمی کر دیتی ہے۔ پوچھا یہ کیا؟ فرمایا یہ آپ کے ان امتیوں کی مثال ہے جو راستے روک کر بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر اس آیت کو پڑھا وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ الخ یعنی ہر ہر راستے پر لوگوں کو خوفزدہ کرنے اور راہ حق سے روکنے کے لیے نہ بیٹھا کرو۔ الخ پھر دیکھا کہ ایک شخص بہت بڑا ڈھیر جمع کئے ہوئے ہے جسے اٹھا نہیں سکتا' پھر بھی وہ اور بڑھا رہا ہے۔ پوچھا' جبرئیل علیہ السلام یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ آپ کی امت کا وہ شخص ہے جس کے اوپر لوگوں کے حقوق اس قدر ہیں کہ وہ ہرگز ادا نہیں کر سکتا تا

ہم وہ اور حقوق چڑھا رہا ہے اور امانتیں لے رہا ہے۔

پھر آپؐ نے ایک جماعت کو دیکھا جن کی زبان اور ہونٹ لوہے کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے ہیں۔ ادھر کٹے' ادھر درست ہو گئے' پھر کٹ گئے' یہی حال برابر جاری ہے۔ پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ فتنے کے واعظ اور خطیب ہیں۔ پھر دیکھا کہ ایک چھوٹے سے پتھر کے سوراخ میں سے ایک بڑا بھاری بیل نکل رہا ہے' پھر وہ لوٹنا چاہتا ہے لیکن نہیں جا سکتا۔ پوچھا جبرئیل علیہ السلام یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ وہ شخص ہے جو کوئی بڑا بول بولتا تھا۔ اس پر نادم تو ہوتا تھا لیکن لوٹا نہیں سکتا تھا۔ پھر آپ ایک وادی میں پہنچے۔ وہاں نہایت نفیس' خوش گوار ٹھنڈی ہوا اور دل خوش کن' معطر' خوشبودار' راحت وسکون کی مبارک صدائیں سن کر آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا' یہ جنت کی آواز ہے وہ کہہ رہی ہے کہ یا اللہ مجھ سے اپنا وعدہ پورا کر۔ میرے بالا خانے' ریشم' موتی' مونگے' سونا' چاندی' جام' کٹورے اور پانی' دودھ' شراب وغیرہ وغیرہ نعمتیں بہت زیادہ ہو گئیں۔ اسے اللہ کی طرف سے جواب ملا کہ ہر ایک مسلمان مومن مرد وعورت جو مجھے اور میرے رسولوں کو مانتا ہو' نیک عمل کرتا ہو' میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو' میرے برابر کسی کو نہ سمجھتا ہو' وہ سب تجھ میں داخل ہوں گے۔ سن! جس کے دل میں میرا ڈر ہے' وہ ہر خوف سے محفوظ ہے۔ جو مجھ سے سوال کرتا ہے وہ محروم نہیں رہتا۔ جو مجھے قرض دیتا ہے۔ میں اسے بدلہ دیتا ہوں' جو مجھ پر توکل کرتا ہے میں اسے کفایت کرتا ہوں' میں سچا معبود ہوں' میرے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ میرے وعدے خلاف نہیں ہوتے' مومن نجات یافتہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ بابرکت ہے جو سب سے بہتر خالق ہے۔ یہ سن کر جنت نے کہا' بس میں خوش ہو گئی۔ پھر آپ ایک دوسری وادی میں پہنچے جہاں نہایت بری اور بھیانک مکروہ آوازیں آ رہی تھیں اور سخت بدبو تھی۔ آپ نے اس کی بابت بھی جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا' انہوں نے بتلایا کہ یہ جہنم کی آواز ہے۔ وہ کہہ رہی ہے کہ اے اللہ مجھ سے اپنا وعدہ پورا کر اور مجھے وہ دے میرے طوق وزنجیر' میرے شعلے اور گرمائی' میرا تھور اور لہو پیپ' میرے عذاب اور سزا کے سامان بہت وافر ہو گئے ہیں' میرا گہراؤ بہت زیادہ ہے' میری آگ بہت تیز ہے۔ مجھے وہ دے جس کا وعدہ مجھ سے ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا' ہر مشرک وکافر' خبیث' منکر' بے ایمان مرد وعورت تیرے لئے ہے۔ یہ سن کر جہنم نے اپنی رضامندی ظاہر کی۔

آپؐ پھر چلے۔ یہاں تک کہ بیت المقدس پہنچے' اتر کر صخرہ میں اپنے گھوڑے کو باندھا' اندر جا کر فرشتوں کے ساتھ نماز ادا کی۔ فراغت کے بعد انہوں نے پوچھا کہ جبرئیل یہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا محمد ﷺ ہیں۔ انہوں نے کہا' آپ کی طرف بھیجا گیا؟ فرمایا ہاں' سب نے مرحبا کہا کہ بہترین بھائی اور بہت ہی اچھے خلیفہ ہیں اور بہت اچھائی اور عزت سے آئے ہیں۔ پھر آپ کی ملاقات نبیوں کی روحوں سے ہوئی۔ سب نے اپنے پروردگار کی ثنا بیان کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔ اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اپنا خلیل بنایا اور مجھے بہت بڑا ملک دیا اور میری امت کو ایسی فرمانبردار بنایا کہ ان کی اقتداء کی جاتی ہے' اسی نے مجھے آگ سے بچا لیا اور اسے میرے لئے ٹھنڈک اور سلامتی بنا دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا' اللہ ہی کی مہربانی ہے کہ اس نے مجھ سے کلام کیا۔ میرے دشمنوں کو' آل فرعون کو ہلاک کیا' بنی اسرائیل کو میرے ہاتھوں نجات دی' میری امت میں ایسی جماعت رکھی جو حق کی ہادی اور حق کے ساتھ عدل کرنے والی تھی۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی ثنا بیان کرنی شروع کی کہ الحمد للہ اللہ نے مجھے عظیم الشان ملک دیا' مجھے زبور کا علم دیا' میرے لئے لوہا نرم کر دیا' پہاڑوں کو مسخر کر دیا اور پرندوں کو بھی جو میرے ساتھ اللہ کی تسبیح کرتے تھے' مجھے حکمت اور پرزور کلام عطا فرمایا۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے ثناخوانی شروع کی کہ الحمد للہ اللہ نے ہواؤں کو میرے تابع کر دیا اور شیاطین کو بھی کہ وہ میرے فرمان کے ماتحت بڑے بڑے محلات اور نقشے اور برتن وغیرہ بناتے تھے۔ اس نے مجھے جانوروں کی گفتگو کے سمجھنے کا علم فرمایا۔ ہر چیز میں مجھے فضیلت دی' انسانوں کے

جنوں کے' پرندوں کے لشکر میرے ماتحت کر دیئے اور اپنے بہت سے مومن بندوں پر مجھے فضیلت دی اور مجھے وہ سلطنت دی جو میرے بعد کسی کے لائق نہیں اور وہ بھی ایسی جس میں پاکیزگی ہی پاکیزگی تھی اور کوئی حساب نہ تھا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرنی شروع کی کہ اس نے مجھے اپنا کلمہ بنایا اور میری مثال حضرت آدم علیہ السلام کی سی کی۔ جسے مٹی سے پیدا کر کے کہہ دیا تھا کہ ہو جا اور وہ ہو گئے تھے۔ اس نے مجھے کتاب و حکمت' تورات و انجیل سکھائی میں مٹی کا پرند بناتا۔ پھر اس میں پھونک مارتا تو وہ بحکم الٰہی زندہ پرند بن کر اڑ جاتا۔ میں بچپن کے اندھوں کو اور جذامیوں کو بحکم الٰہی اچھا کر دیتا تھا' مردے اللہ کی اجازت سے زندہ ہو جاتے تھے۔ مجھے اس نے اٹھا لیا' مجھے پاک صاف کر دیا' مجھے اور میری والدہ کو شیطان سے بچا لیا۔ ہم پر شیطان کا کچھ دخل نہ تھا۔

اب جناب رسول آخر الزماں ﷺ نے فرمایا' تم سب نے تو اللہ کی تعریفیں بیان کر لیں' اب میں کرتا ہوں۔ اللہ ہی کے لئے حمد و ثنا ہے جس نے مجھے رحمت للعالمین بنا کر اپنی تمام مخلوق کے لیے ڈرانے اور خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا' مجھ پر قرآن کریم نازل فرمایا جس میں ہر چیز کا بیان ہے۔ میری امت کو تمام اور امتوں سے افضل بنایا جو کہ اوروں کی بھلائی کے لئے بنائی گئی ہے۔ اسے بہترین امت بنایا۔ انہی کو اول کی اور آخر کی امت بنایا۔ میرا سینہ کھول دیا' میرے بوجھ دور کر دیئے' میرا ذکر بلند کر دیا اور مجھے شروع کرنے والا اور ختم کرنے والا بنایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا' انہی وجوہ سے آنحضرت محمد ﷺ تم سب سے افضل ہیں۔

امام ابو جعفر رازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں شروع کرنے والے آپ ہیں یعنی بروز قیامت شفاعت آپ ہی سے شروع ہو گی' پھر آپ کے سامنے تین ڈھکے ہوئے برتن پیش کئے گئے پانی کے برتن میں سے آپ نے تھوڑا سا پی کر واپس کر دیا۔ پھر دودھ کا برتن لے کر آپ نے پیٹ بھر کر دودھ پیا۔ پھر شراب کا برتن لایا گیا تو آپ نے اس کے پینے سے انکار کر دیا کہ میں شکم سیر ہو چکا ہوں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا' یہ آپ کی امت پر حرام کر دی جانے والی ہے اور اگر آپ اسے پی لیتے تو آپ کی امت میں سے آپ کے تابعدار بہت ہی کم ہوتے۔ پھر آپ کو آسمان کی طرف چڑھایا گیا' دروازہ کھلوانا چاہا تو پوچھا گیا' یہ کون ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا محمد ہیں (ﷺ)۔ پوچھا گیا کیا آپ کی طرف بھیج دیا گیا؟ فرمایا ہاں' انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ اس بھائی اور خلیفہ کو خوش رکھے یہ بڑے اچھے بھائی اور نہایت عمدہ خلیفہ ہیں۔ اس وقت دروازہ کھول دیا گیا۔ آپؐ نے دیکھا کہ ایک شخص ہیں پوری پیدائش کے' عام لوگوں کی طرح ان کی پیدائش میں کوئی نقصان نہیں' ان کے دائیں ایک دروازہ ہے جہاں سے خوشبو کی لپٹیں آ رہی ہے اور بائیں جانب ایک دروازہ ہے جہاں سے خبیث ہوا آ رہی ہے۔ داہنی طرف کے دروازے کو دیکھ کر ہنس دیتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں اور بائیں طرف کے دروازے کو دیکھ کر رو دیتے ہیں اور غمگین ہو جاتے ہیں میں نے کہا جبرئیل علیہ السلام' یہ شیخ پوری پیدائش والے کون ہیں؟ جن کی خلقت میں کچھ بھی نہیں گھٹا۔ اور یہ دونوں دروازے کیسے ہیں؟ جواب ملا کہ یہ آپ کے والد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ دائیں جانب جنت کا دروازہ ہے۔ اپنی جنتی اولاد کو دیکھ کر خوش ہو کر ہنس دیتے ہیں اور بائیں جانب جہنم کا دروازہ ہے۔ آپ اپنی دوزخی اولاد کو دیکھ کر رو دیتے ہیں اور غمگین ہو جاتے ہیں۔

پھر دوسرے آسمان کی طرف چڑھے۔ اسی طرح کے سوال جواب کے بعد دروازہ کھلا۔ وہاں آپ نے دو جوانوں کو دیکھا۔ دریافت پر معلوم ہوا کہ یہ حضرت عیسیٰ بن مریم اور حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام ہیں۔ یہ دونوں آپس میں خالہ زاد بھائی ہوتے ہیں۔ پھر اسی طرح تیسرے آسمان پر پہنچے۔ وہاں حضرت یوسف علیہ السلام کو پایا جنہیں حسن میں اور لوگوں پر وہی فضیلت تھی جو چاند کو باقی ستاروں پر۔ پھر چوتھے آسمان پر اسی طرح پہنچے۔ وہاں حضرت ادریس علیہ السلام کو پایا جنہیں اللہ تعالیٰ نے بلند مکان پر چڑھا لیا ہے۔ پھر آپ پانچویں آسمان

پر بھی انہی سوالات و جوابات کے بعد پہنچے- دیکھا کہ ایک صاحب بیٹھے ہوئے ہیں- ان کے آس پاس کچھ لوگ ہیں جو ان سے باتیں کر رہے ہیں- پوچھا یہ کون ہیں؟ جواب ملا کہ حضرت ہارون علیہ السلام ہیں جو اپنی قوم میں ہر دلعزیز تھے اور یہ لوگ بنی اسرائیل ہیں- پھر اسی طرح چھٹے آسمان پر پہنچے- حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا- آپؐ کے ان سے بھی آگے نکل جانے پر وہ رو دیئے- دریافت کرنے پر سبب یہ معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل میری نسبت یہ سمجھتے تھے کہ تمام اولاد آدم میں اللہ کے پاس سب سے زیادہ بزرگ میں ہوں لیکن یہ ہیں میرے خلیفہ جو دنیا میں ہیں اور میں آخرت میں ہوں- خیر صرف یہی ہوتے تو بھی چنداں مضائقہ نہ تھا لیکن ہر نبی کے ساتھ ان کی امت ہے-

پھر آپ اسی طرح ساتویں آسمان پر پہنچے- وہاں ایک صاحب کو دیکھا جن کی داڑھی میں کچھ سفید بال تھے- وہ جنت کے دروازے پر ایک کرسی لگائے بیٹھے ہوئے ہیں- ان کے پاس کچھ اور لوگ بھی ہیں- بعض کے چہرے تو روشن ہیں اور بعض کے چہروں پر کچھ کم چمک ہے بلکہ رنگ میں کچھ اور بھی ہے- یہ لوگ اٹھے اور نہر میں ایک غوطہ لگایا جس سے رنگ قدرے نکھر گیا پھر دوسری نہر میں نہائے- کچھ اور نکھر گئے پھر تیسری میں غسل کیا- بالکل روشن سفید چہرے ہو گئے- آکر دوسروں کے ساتھ مل کر بیٹھ گئے اور انہی جیسے ہو گئے- آپ کے سوال پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتلایا کہ یہ آپ کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں' روئے زمین پر سفید بال سب سے پہلے ان ہی کے نکلے- یہ سفید منہ والے وہ ایماندار لوگ ہیں جو برائیوں سے بالکل بچے رہے اور جن کے چہروں کے رنگ میں کچھ کدورت تھی' یہ وہ لوگ ہیں جن سے نیکیوں کے ساتھ کچھ بدیاں بھی سرزد ہو گئی تھیں- ان کی توبہ پر اللہ تعالیٰ مہربان ہو گیا- اول نہر اللہ کی رحمت ہے' دوسری نعمت ہے' تیسری شراب طہور کی نہر ہے جو جنتیوں کی خاص شراب ہے-

پھر آپؐ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے تو آپ سے کہا گیا کہ آپ ہی کی سنتوں پر جو پابندی کرے وہ یہاں تک پہنچایا جاتا ہے' اس کی جڑ سے پاکیزہ پانی کی' صاف ستھرے دودھ کی' لذیذ بے نشہ شراب کی اور صاف شہد کی نہریں جاری تھیں- اس درخت کے سائے میں کوئی سوار اگر ستر سال بھی چلا جائے تاہم اس کا سایہ ختم نہیں ہوتا- اس کا ایک ایک پتہ اتنا بڑا ہے کہ ایک ایک امت کو ڈھانپ لے- اللہ تعالیٰ کے نور نے اسے چاروں طرف سے ڈھک رکھا تھا اور پرند کی شکل کے فرشتوں نے اسے چھپا لیا تھا جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی محبت میں وہاں تھے- اس وقت اللہ تعالیٰ جل شانہ نے آپ سے باتیں کیں فرمایا کہ مانگو کیا مانگتے ہو؟ آپ نے گزارش کی کہ اے اللہ تو نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا اور انہیں بڑا ملک دیا' موسیٰ علیہ السلام سے تو نے باتیں کیں' داؤد علیہ السلام کو تو نے عظیم الشان سلطنت دی اور ان کے لئے لوہا نرم کر دیا' سلیمان علیہ السلام کو تو نے بادشاہت دی' جنات' انسان' شیاطین' ہوائیں ان کے تابع فرمان کیں اور وہ بادشاہت دی جو کسی کے لائق ان کے سوا نہیں- عیسیٰ علیہ السلام کو تو نے تورات و انجیل سکھائی- اپنے حکم سے اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کرنے والا اور مردوں کو جلانے والا بنایا' انہیں اور ان کی والدہ کو شیطان رجیم سے بچایا کہ اسے ان پر کوئی دخل نہ تھا' میری نسبت فرمان ہو- رب العالمین عزوجل نے فرمایا' تو میرا خلیل ہے' تورات میں میں نے تجھے خلیل الرحمٰن کا لقب دیا ہے- تجھے تمام لوگوں کی طرف بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے' تیرا سینہ کھول دیا ہے' تیرا بوجھ اتار دیا ہے' تیرا ذکر بلند کر دیا ہے- جہاں میرا ذکر آئے' وہاں تیرا ذکر بھی ہوتا ہے اور تیری امت کو میں نے سب امتوں سے بہتر بنایا ہے جو لوگوں کے لئے ظہور میں لائی گئی ہے- تیری امت کو بہترین امت بنایا ہے' تیری ہی امت کو اولین اور آخرین بنایا ہے- ان کا خطبہ جائز نہیں جب تک وہ تیرے بندے اور رسول ہونے کی شہادت نہ دے لیں- میں نے تیری امت میں ایسے لوگ بنائے ہیں جن کے دل میں الکتاب ہے- تجھے از روئے پیدائش سب سے اول کیا اور از روئے بعثت کے سب سے آخر کیا اور از روئے فیصلہ کے بھی سب سے اول کیا' تجھے میں نے سات ایسی آیتیں دیں جو بار بار دہرائی جاتی ہیں جو تجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں ملیں' تجھے میں نے اپنے عرش تلے سے سورہ بقرہ کے خاتمے کی آیتیں

دیں جو تجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں' میں نے تجھے کوثر عطا فرمائی اور میں نے تجھے اسلام کے آٹھ حصے دیئے - اسلام' ہجرت' جہاد' نماز' صدقہ' رمضان کے روزے' نیکی کا حکم' برائی سے روک اور میں نے تجھے شروع کرنے والا اور ختم کرنے والا بنایا - پس آپؐ فرمانے لگے' مجھے میرے رب نے چھ باتوں کی فضیلت مرحمت فرمائی - کلام کی ابتدا اور اس کی انتہا دی - جامع باتیں دیں - تمام لوگوں کی طرف خوشخبری دینے والا اور آگاہ کرنے والا بنا کر بھیجا - میرے دشمن مجھ سے مہینہ بھر کی راہ پر ہوں' وہیں سے اس کے دل میں میرا رعب ڈال دیا گیا - میرے لئے غنیمتیں حلال کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں ہوئیں - میرے لئے ساری زمین مسجد اور وضو بنائی گئی -

پھر آپؐ پر پچاس نمازوں کے فرض ہونے کا اور بہ مشورہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تخفیف طلب کرنے کا اور آخر میں پانچ رہ جانے کا ذکر ہے - جیسے کہ اس سے پہلے گزر چکا ہے - پس پانچ رہیں اور ثواب پچاس کا جس سے آپؐ بہت ہی خوش ہوئے - جاتے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام سخت تھے اور آتے وقت نہایت نرم اور سب سے بہتر - اور کتاب کی اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ اسی آیت سُبۡحَانَ الَّذِیۡ کی تفسیر میں آپؐ نے یہ واقعہ بیان فرمایا - یہ بھی واضح رہے کہ اس لمبی حدیث کا ایک راوی ابوجعفر رازی بہ ظاہر حافظہ کے کچھ ایسے اچھے نہیں معلوم ہوتے - اس کے بعض الفاظ میں سخت غرابت اور بہت زیادہ نکارت ہے - انہیں ضعیف بھی کہا گیا ہے اور صرف انہی کی روایت والی حدیث قابل توجہ ہے - ایک اور بات یہ ہے کہ خواب والی حدیث کا کچھ حصہ بھی اس میں آ گیا ہے - اور یہ بھی ممکن ہے کہ بہت سی احادیث کا مجموعہ ہو یا خواب یا معراج کے سوا کے واقعہ کی اس میں روایت ہو - واللہ اعلم - بخاری و مسلم کی ایک روایت میں آپؐ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام' حضرت عیسیٰ علیہ السلام' حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حلیہ بیان کرنا وغیرہ بھی مروی ہے -

صحیح مسلم کی حدیث میں حطیم میں آپؐ سے بیت المقدس کے سوالات کئے جانے اور پھر اس کے ظاہر ہو جانے کا واقعہ بھی ہے' اس میں بھی ان تینوں نبیوں سے ملاقات کرنے کا اور ان کے حلیہ کا بیان ہے اور یہ بھی کہ آپ نے انہیں نماز میں کھڑا پایا - آپ نے مالک' خازن جہنم کو بھی دیکھا اور انہوں نے ہی ابتداءً آپ سے سلام کیا - بیہقی وغیرہ میں کئی ایک صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ام ہانی کے مکان پر سوئے ہوئے تھے - آپ عشاء کی نماز سے فارغ ہو گئے تھے - وہیں سے آپؐ کو معراج ہوئی - پھر امام حاکم نے بہت لمبی حدیث بیان فرمائی ہے جس میں درجوں کا اور فرشتوں وغیرہ کا ذکر ہے - اللہ کی قدرت سے تو کوئی چیز بعید نہیں بشرطیکہ وہ روایت صحیح ثابت ہو جائے - امام بیہقی رحمتہ اللہ علیہ اس روایت کو بیان کر کے فرماتے ہیں کہ مکے شریف سے بیت المقدس تک جانے اور معراج کے بارے میں اس حدیث میں پوری کفایت ہے لیکن اس روایت کو بہت ائمہ حدیث نے مرسل بیان کیا ہے واللہ اعلم -

اب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سنئے - بیہقی میں ہے کہ جب صبح کے وقت لوگوں سے حضور ﷺ نے اس بات کا ذکر کیا تو بہت سے لوگ مرتد ہو گئے جو اس سے پہلے با ایمان اور تصدیق کرنے والے تھے' پھر حضرت صدیقؓ کے پاس ان کا جانا اور آپ کا سچا ماننا اور صدیق لقب پانا مروی ہے - خود حضرت ام ہانیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو معراج میرے ہی مکان سے کرائی گئی ہے - اس رات آپؐ نماز عشا کے بعد میرے مکان پر ہی آرام فرما تھے - آپ بھی سو گئے اور ہم سب بھی - صبح سے کچھ ہی پہلے ہم نے حضور علیہ السلام کو جگایا - پھر آپ کے ساتھ ہی ہم نے صبح کی نماز ادا کی تو آپؐ نے فرمایا' اے ام ہانی میں نے تمہارے ساتھ ہی عشا کی نماز ادا کی اور اب صبح کی نماز میں بھی تمہارے ساتھ یہیں ہوں - اس درمیان میں اللہ تعالیٰ نے مجھے بیت المقدس پہنچایا اور میں نے وہاں نماز بھی پڑھی - ایک راوی کلبی متروک ہے اور بالکل ساقط ہے لیکن اسے ابویعلیٰ میں اور سند سے خوب تفصیل سے روایت کیا ہے - طبرانی میں حضرت ام ہانیؓ سے منقول ہے کہ حضور ﷺ شب معراج میرے ہاں سوئے ہوئے تھے - میں نے رات کو آپؐ کی ہر چند تلاش کی لیکن نہ پایا' ڈر تھا کہ کہیں قریشیوں نے

کوئی دھوکا نہ کیا۔ لیکن حضور ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ تھام کر مجھے لے چلے۔ دروازے پر ایک جانور تھا جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے اونچا تھا۔ مجھے اس پر سوار کیا۔

پھر مجھے بیت المقدس پہنچایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دکھایا۔ وہ اخلاق میں اور صورت شکل میں بالکل میرے مشابہ تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دکھایا۔ لانبے قد کے سیدھے بالوں کے ایسے تھے جیسے ازدشنوہ کے قبیلے کے لوگ ہوا کرتے ہیں۔ اسی طرح مجھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی دکھایا۔ درمیانہ قد' سفید سرخی مائل رنگ بالکل ایسے جیسے عروہ بن مسعود ثقفی ہیں۔ دجال کو دکھایا ایک آنکھ اس کی بالکل مٹی ہوئی تھی ایسا تھا جیسے قطن بن عبدالعزی۔ یہ فرما کر فرمایا کہ اچھا اب میں جاتا ہوں۔ جو کچھ دیکھا ہے' وہ قریش سے بیان کرتا ہوں۔ میں نے آپ کا دامن تھام لیا اور عرض کیا' اللہ آپ اپنی قوم میں اس خواب کو بیان نہ کریں۔ وہ آپ کو جھٹلائیں گے' آپ کی بات ہرگز نہ مانیں گے اور اگر بس چلا تو آپ کی بے ادبی کریں گے۔ لیکن آپ نے جھٹکا مار کر اپنا دامن میرے ہاتھ سے چھڑا لیا اور سیدھے قریش کے مجمع میں پہنچ کر ساری باتیں بیان فرما دیں۔ جبیر بن مطعم کہنے لگا' بس حضرت آج ہمیں معلوم ہو گیا' اگر آپ سچے ہوتے تو ایسی بات ہم میں بیٹھ کر نہ کہتے۔ ایک شخص نے کہا کیوں حضرت؟ راستے میں ہمارا فلاں قافلہ بھی ملا تھا؟ آپ نے فرمایا ہاں اور ان کا ایک اونٹ کھو گیا تھا جس کی تلاش کر رہے تھے۔ کسی نے کہا اور فلاں قبیلے والوں کے اونٹ بھی راستے میں ملے؟ آپ نے فرمایا' وہ بھی ملے تھے' فلاں جگہ تھے۔ ان میں ایک سرخ رنگ اونٹنی تھی جس کا پاؤں ٹوٹ گیا تھا۔ ان کے پاس ایک بڑے پیالے میں پانی تھا۔ جسے میں نے بھی پیا۔ انہوں نے کہا' اچھا ان کے اونٹوں کی گنتی بتاؤ۔ ان میں چرواہے کون کون تھے۔ یہ بھی بتاؤ؟ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے قافلہ آپ کے سامنے کر دیا۔ آپ نے ساری گنتی بھی بتا دی اور چرواہوں کے نام بھی بتا دیئے۔ ایک چرواہا ان میں ابن ابی قحافہ تھا اور یہ بھی فرما دیا کہ کل صبح کو وہ ثنیہ پہنچ جائیں گے۔ چنانچہ اس وقت اکثر لوگ بطور آزمائش ثنیہ جا پہنچے۔ دیکھا کہ واقعی قافلہ آ گیا۔ ان سے پوچھا کہ تمہارا اونٹ گم ہو گیا تھا؟ انہوں نے کہا درست ہے' گم ہو گیا تھا۔ دوسرے قافلے والوں سے پوچھا تمہاری کسی سرخ رنگ اونٹنی کا پاؤں ٹوٹ گیا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں یہ بھی صحیح ہے۔ پوچھا' کیا تمہارے پاس بڑا پیالہ پانی کا بھی تھا۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا' ہاں اللہ کی قسم اسے تو میں نے خود رکھا تھا اور ان میں سے نہ کسی نے اسے پیا نہ وہ پانی گرایا گیا۔ بے شک محمد ﷺ سچے ہیں۔ یہ آپ پر ایمان لائے اور اس دن سے ان کا نام صدیق رکھا گیا۔

"فصل" ان تمام احادیث کی واقفیت کے بعد جن میں صحیح بھی ہیں' حسن بھی ہیں' ضعیف بھی ہیں' کم از کم اتنا تو ضرور معلوم ہو گیا کہ حضور ﷺ کا مکے شریف سے بیت المقدس تک لے جانا ہوا۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ صرف ایک ہی مرتبہ ہوا ہے۔ گو راویوں کی عبارتیں اس باب میں مختلف الفاظ سے ہیں۔ گو ان میں کمی بیشی بھی ہے' یہ کوئی بات نہیں اور سوائے انبیاء علیہم السلام کے خطا سے پاک ہے کون؟ بعض لوگوں نے ہر ایسی روایت کو ایک الگ واقعہ کہا ہے اور اس کے قائل ہوئے ہیں کہ یہ واقعہ کئی بار ہوا لیکن یہ لوگ بہت دور نکل گئے اور بالکل انوکھی بات کہی اور نہ جانے کی جگہ چلے گئے اور پھر بھی مطلب حاصل نہ ہوا۔ متاخرین میں سے بعض نے ایک اور ہی توجیہہ پیش کی ہے اور اس پر انہیں بڑا ناز ہے۔ وہ یہ کہ ایک مرتبہ تو آپ کو مکے سے صرف بیت المقدس تک کی سیر ہوئی۔ ایک مرتبہ مکے سے آسمانوں پر چڑھائے گئے اور ایک مرتبہ مکے سے بیت المقدس اور بیت المقدس سے آسمانوں تک۔ لیکن یہ قول بھی بعید از قیاس اور بالکل غریب ہے۔ سلف میں سے تو اس کا کوئی قائل نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو خود آنحضرت ﷺ خود ہی اسے کھول کر بیان فرما دیتے اور راوی آپ سے اس کے بار بار ہونے کی روایت بیان کرتے۔

بقول حضرت زہری معراج کا یہ واقعہ ہجرت سے ایک سال پہلے کا ہے۔ عروہ بھی یہی کہتے ہیں۔ سدی کہتے ہیں' چھ ماہ پہلے کا ہے۔ لہٰذا حق بات یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو جاگتے میں نہ کہ خواب میں مکہ شریف سے بیت المقدس تک کی اسرا کرائی گئی۔ اس وقت آپ براق پر سوار تھے۔ مسجد قدس کے دروازے پر آپ نے براق کو باندھا' وہاں جا کر اس کے قبلہ رخ تحیۃ المسجد کے طور پر دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر معراج لائے گئے جو درجوں والی ہے اور بطور سیڑھی کے ہے۔ اس سے آپ آسمان دنیا پر چڑھائے گئے۔ پھر ساتوں آسمانوں پر پہنچائے گئے۔ ہر آسمان کے مقربین الٰہی سے ملاقاتیں ہوئیں' انبیاء علیہم السلام سے ان کے منازل و درجات کے مطابق سلام علیک ہوئی۔ چھٹے آسمان میں کلیم اللہ علیہ السلام سے اور ساتویں میں خلیل اللہ علیہ السلام سے ملے۔ پھر ان سے بھی آگے بڑھ گئے۔ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی سائر الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ یہاں تک کہ آپ مستوی میں پہنچے جہاں قضا و قدر کی قلموں کی آوازیں آپ نے سنیں۔ سدرۃ المنتہیٰ کو دیکھا جس پر عظمت ربی چھا رہی تھی۔ سونے کی ٹڈیاں اور طرح طرح کے رنگ وہاں پر نظر آ رہے تھے۔ فرشتے چاروں طرف سے اسے گھیرے ہوئے تھے۔ وہیں پر آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا جن کے چھ سو پر تھے۔ وہیں آپ نے رف رف سبز رنگ کا دیکھا جس نے آسمان کے کناروں کو ڈھک رکھا تھا۔ بیت المعمور کی زیارت کی جو خلیل اللہ علیہ صلوات اللہ کے زمینی کعبے کے ٹھیک اوپر آسمانوں پر ہے' یہی آسمانی کعبہ ہے۔ خلیل اللہ علیہ السلام اس سے ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے تھے۔ اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے عبادت ربانی کے لئے جاتے ہیں مگر جو آج گئے' پھر ان کی باری قیامت تک نہیں آتی۔ آپ نے جنت دوزخ دیکھی۔ یہیں اللہ تعالیٰ نے پچاس نمازیں فرض کر کے پھر تخفیف کر دی اور پانچ رکھیں جو خاص اس کی رحمت تھی۔ اس سے نماز کی بزرگی اور فضیلت بھی صاف طور پر ظاہر ہے۔ پھر آپؐ واپس بیت المقدس کی طرف اترے اور آپ کے ساتھ ہی تمام انبیاء علیہم السلام بھی اترے۔ وہاں آپؐ نے ان سب کو نماز پڑھائی جب کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ ممکن ہے وہ اس دن کی صبح کی نماز ہو۔ ہاں بعض حضرات کا قول ہے کہ امامت انبیاء آپ نے آسمانوں میں کی۔ لیکن صحیح روایات سے بہ ظاہر یہ واقعہ بیت المقدس کا معلوم ہوتا ہے۔

گو بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ جاتے ہوئے آپ نے یہ نماز پڑھائی لیکن ظاہر یہ ہے کہ آپ نے واپسی میں امامت کرائی۔ اس کی ایک دلیل تو یہ ہے کہ جب آسمانوں پر انبیاء علیہم السلام سے آپ کی ملاقات ہوتی ہے تو آپ ہر ایک کی بابت حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھتے ہیں کہ یہ کون ہیں؟ اگر بیت المقدس میں ہی ان کی امامت آپ نے کرائی ہوئی ہوتی تو اب چنداں اس سوال کی ضرورت نہیں رہتی۔ دوسرے یہ کہ سب سے پہلے اور سب سے بڑی غرض تو بلندی پر جناب باری تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہونا تھا تو بہ ظاہر یہی بات سب پر مقدم تھی۔ جب یہ ہو چکا اور آپ پر اور آپ کی امت پر اس رات میں جو فریضہ نماز مقرر ہونا تھا' وہ بھی ہو چکا' اب آپ کو اپنے بھائیوں کے ساتھ جمع ہونے کا موقع ملا اور ان سب کے سامنے آپ کی بزرگی اور فضیلت ظاہر کرنے کے لئے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اشارے سے آپ نے امام بن کر انہیں نماز پڑھائی۔ پھر بیت المقدس سے بذریعہ براق آپ واپس رات کو اندھیرے اور صبح کے کچھ ہی اجالے کے وقت مکہ شریف پہنچ گئے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

اب یہ جو مروی ہے کہ آپؐ کے سامنے دودھ اور شہد یا دودھ اور شراب یا دودھ اور پانی پیش کیا گیا یا چاروں ہی چیزیں' اس کی بابت روایتوں میں یہ بھی ہے کہ یہ واقعہ بیت المقدس کا ہے اور یہ بھی ہے کہ یہ واقعہ آسمانوں کا ہو لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ دونوں ہی جگہ یہ چیز آپ کے سامنے پیش ہوئی ہو اس لئے کہ جیسے کسی آنے والے کے سامنے بطور مہمانی کے کچھ چیز رکھی جاتی ہے' اسی طرح یہ تھا واللہ اعلم۔

معراج جسمانی تھی یا روحانی ؟: ☆☆ پھر اس میں بھی لوگوں نے اختلاف کیا ہے کہ معراج آپؐ کے جسم وروح سمیت کرائی گئی تھی صرف روحانی طور پر؟ اکثر علماء کرام تو یہی فرماتے ہیں کہ جسم وروح سمیت آپ کو معراج ہوئی اور ہوئی بھی جاگتے میں نہ کہ بطور خواب کے۔ ہاں اس کا انکار نہیں کہ حضور ﷺ کو پہلے خواب میں یہی چیزیں دکھائی گئی ہوں۔ آپ خواب میں جو کچھ ملاحظہ فرماتے' اسے اسی طرح پھر واقعہ میں جاگتے ہوئے بھی ملاحظہ فرما لیتے۔ اس کی بڑی دلیل ایک تو یہ ہے کہ اس واقعہ کے بیان فرمانے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی پاکیزگی بیان فرمائی ہے۔ اس اسلوب بیان کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کے بعد کی بات کوئی بڑی اہم ہے۔ اگر یہ واقعہ خواب کا مانا جائے تو خواب میں ایسی باتیں دیکھ لینا اتنا اہم نہیں کہ اس کو بیان فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ پہلے سے بطور احسان اور بطور اظہار قدرت اپنی تسبیح بیان کرے۔ پھر اگر یہ واقعہ خواب کا ہی تھا تو کفار اس طرح جلدی سے آپ کی تکذیب نہ کرتے' ایک شخص اپنا خواب اور خواب میں دیکھی ہوئی عجائب چیزیں بیان کر رہا ہے یا کرے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ بھڑ بھڑا کر آ جائیں اور سنتے ہی سختی سے انکار کرنے لگیں۔ پھر جو لوگ کہ اس سے پہلے آپؐ پر ایمان لا چکے تھے اور آپؐ کی رسالت کو قبول کر چکے تھے' کیا وجہ ہے کہ وہ واقعہ معراج کو سن کر اسلام سے پھر جاتے ہیں؟ اس سے بھی ظاہر ہے کہ آپؐ نے خواب کا قصہ بیان نہیں فرمایا تھا۔ پھر قرآن کے لفظ بِعَبْدِہٖ پر غور کیجئے۔ عبد کا اطلاق روح اور جسم دونوں کے مجموعے پر آتا ہے۔ پھر اسری بعبدہ لیلا کا فرمانا اس چیز کو اور صاف کر دیتا ہے کہ وہ اپنے بندے کو رات کے تھوڑے سے حصے میں لے گیا۔ اس دیکھنے کو لوگوں کی آزمائش کا سبب آیت وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْیَا الَّتِیْٓ اَرَیْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ میں فرمایا گیا ہے۔ اگر یہ خواب ہی تھا تو اس میں لوگوں کی ایسی بڑی کون سی آزمائش تھی جسے مستقل طور پر بیان فرمایا جاتا؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ آنکھوں کا دیکھنا تھا جو رسول اللہ ﷺ کو دکھایا گیا (بخاری) خود قرآن فرماتا ہے مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی نہ تو نگاہ بہکی نہ بھٹکی۔ ظاہر ہے کہ بصر یعنی نگاہ انسان کی ذات کا ایک وصف ہے نہ کہ صرف روح کا پھر براق کی سواری کا لایا جانا اور اس سفید چمکیلے جانور پر سوار کرا کر آپ کو لے جانا بھی اس کی دلیل ہے کہ یہ واقعہ جاگنے کا اور جسمانی ہے ورنہ صرف روح کے لئے سواری کی ضرورت نہیں واللہ اعلم۔ اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ معراج صرف روحانی تھی نہ کہ جسمانی۔ چنانچہ محمد بن اسحاق لکھتے ہیں کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان کا یہ قول مروی ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جسم غائب نہیں ہوا تھا بلکہ روحانی معراج تھی۔ اس قول کا انکار نہیں کیا گیا کیونکہ حسن رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْیَا الخ آیت اتری ہے۔ اور حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کی نسبت خبر دی ہے کہ انہوں نے فرمایا' میں نے خواب میں تیرا ذبح کرنا دیکھا ہے۔ اب تو سوچ لے کیا دیکھتا ہے؟ پھر یہی حال رہا۔ پس ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر وحی جاگتے میں بھی آتی ہے اور خواب میں بھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ میری آنکھیں سو جاتی ہیں اور دل جاگتا رہتا ہے واللہ اعلم۔ اس میں سے کون سی سچی بات تھی؟ آپؐ گئے اور آپؐ نے بہت سی باتیں دیکھیں۔ جس حال میں بھی آپؐ تھے سوتے یا جاگتے سب حق اور سچ ہے۔ یہ تو تھا محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کا قول۔ امام ابن جریر رحمتہ اللہ علیہ نے اس کی بہت کچھ تردید کی ہے اور ہر طرح اسے رد کیا ہے اور اسے خلاف ظاہر قرار دیا ہے کہ الفاظ قرآنی کے سراسر خلاف یہ قول ہے۔ پھر اس کے خلاف بہت سی دلیلیں پیش کی ہیں جن میں سے چند ہم نے بھی اوپر بیان کر دی ہیں واللہ اعلم۔

فائدہ: ☆☆ ایک نہایت عمدہ اور بہت زبردست فائدہ اس بیان میں اس روایت سے ہوتا ہے جو حافظ ابونعیم اصبہانی کتاب دلائل النبوۃ میں لائے ہیں کہ جب دحیہ بن خلیفہ کو رسول اللہ ﷺ نے قیصر روم کے پاس بطور قاصد کے اپنے نامہ مبارک کے ساتھ بھیجا' یہ گئے' پہنچے اور عرب تاجروں کو جو ملک شام میں تھے' ہرقل نے جمع کیا۔ ان میں ابوسفیان صخر بن حرب تھا اور اس کے ساتھی مکے کے دوسرے کافر بھی تھے۔ پھر اس

نے ان سے بہت سے سوالات کئے جو بخاری و مسلم وغیرہ میں مذکور ہیں۔ ابوسفیان کی اول سے آخر تک یہی کوشش رہی کہ کسی طرح حضور ﷺ کی برائی اور حقارت اس کے سامنے کرے تاکہ بادشاہ کے دل کا میلان آنحضرت ﷺ کی طرف نہ ہو۔ وہ خود کہتا ہے کہ میں صرف اس خوف سے غلط باتیں کرنے اور تہمتیں دھرنے سے باز رہا کہ کہیں میرا کوئی جھوٹ اس پر کھل نہ جائے۔ پھر تو یہ میری بات کو جھٹلا دے گا اور بڑی ندامت ہوگی۔ اسی وقت دل میں خیال آ گیا اور میں نے کہا' بادشاہ سلامت سنئے' میں ایک واقعہ بیان کروں جس سے آپ پر یہ بات کھل جائے گی کہ محمد (ﷺ) بڑے جھوٹے آدمی ہیں۔ سنئے ایک دن وہ کہنے لگا کہ اس رات وہ مکے سے چلا اور آپ کی اس مسجد میں یعنی بیت المقدس کی مسجد قدس میں آیا اور پھر واپس صبح سے پہلے مکہ پہنچ گیا۔ میری یہ بات سنتے ہی بیت المقدس کا لاٹ پادری جو شاہ روم کی اس مجلس میں اس کے پاس بڑی عزت سے بیٹھا تھا' فوراً ہی بول اٹھا کہ یہ بالکل سچ ہے۔ مجھے اس رات کا علم ہے۔ قیصر نے تعجب خیز نظر سے اس کی طرف دیکھا اور ادب سے پوچھا' جناب کو کیسے معلوم ہوا؟ اس نے کہا' سنئے میری عادت تھی اور یہ کام میں نے اپنے متعلق کر رکھا تھا کہ جب تک مسجد شریف کے تمام دروازے اپنے ہاتھ سے بند نہ کرلوں' سوتا نہ تھا۔ اس رات میں دروازے بند کرنے کو کھڑا ہوا۔ سب دروازے اچھی طرح بند کر دیئے لیکن ایک دروازہ مجھ سے بند نہ ہو سکا۔ میں نے ہر چند زور لگایا لیکن کواڑ اپنی جگہ سے سرکا بھی نہیں' میں نے اسی وقت اپنے آدمیوں کو آواز دی۔ وہ آئے ہم سب نے مل کر طاقت لگائی لیکن سب کے سب ناکام رہے۔ بس یہ معلوم ہو رہا تھا کہ گویا ہم کسی پہاڑ کو اس کی جگہ سے سرکانا چاہتے ہیں لیکن اس کا پہیہ تک بھی تو نہیں ہلا۔ میں نے بڑھئی بلوائے۔ انہوں نے دیکھا۔ بہت ترکیبیں کیں' کوششیں کیں لیکن وہ بھی ہار گئے اور کہنے لگے صبح پر رکھئے چنانچہ وہ دروازہ اس شب یونہی رہا۔ دونوں کواڑ بالکل کھلے رہے۔ صبح ہی جب میں اسی دروازے کے پاس گیا تو دیکھا کہ اس کے پاس کونے میں جو چٹان پتھر کی تھی اس میں ایک سوراخ ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں رات کو کسی نے کوئی جانور باندھا ہے۔ اس کے اثر اور نشان موجود تھے۔ میں سمجھ گیا اور میں نے اسی وقت اپنی جماعت سے کہا کہ آج کی رات ہماری یہ مسجد کسی نبی کے لئے کھلی رکھی گئی اور اس نے یہاں ضرور نماز ادا کی ہے۔ یہ حدیث بہت لمبی ہے۔

''فائدہ'' حضرت ابوالخطاب عمر بن دحیہ اپنی کتاب التنویر فی مولد السراج المنیر میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے معراج کی حدیث وارد کر کے اس کے متعلق نہایت عمدہ کلام کر کے پھر فرماتے ہیں' معراج کی حدیث متواتر ہے۔ حضرت عمر بن خطاب' حضرت علی' حضرت ابن مسعود' حضرت ابوذر' حضرت مالک بن صعصعہ' حضرت ابو ہریرہ' حضرت ابوسعید' حضرت ابن عباس' حضرت شداد بن اوس' حضرت ابی بن کعب' حضرت عبدالرحمٰن بن قرظ' حضرت ابوحبہ' حضرت ابویعلیٰ' حضرت عبداللہ بن عمرو' حضرت جابر' حضرت حذیفہ' حضرت بریدہ' حضرت ابوایوب' حضرت ابوامامہ' حضرت سمرہ بن جندب' حضرت ابوالحمراء' حضرت صہیب رومی' حضرت ام ہانی' حضرت عائشہ اور حضرت اسماء وغیرہ سے مروی ہے رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ان میں سے بعض نے تو اسے مطول بیان کیا ہے اور بعض نے مختصر۔ گو ان میں سے بعض روایتیں سنداً صحیح نہیں لیکن بالجملہ صحت کے ساتھ واقعہ معراج ثابت ہے اور مسلمان اجماعی طور پر اس کے قائل ہیں۔ ہاں بے شک زندیق اور ملحد لوگ اس کے منکر ہیں۔ وہ اللہ کے نورانی چراغ کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں۔ لیکن وہ پوری روشنی کے ساتھ چمکتا ہوا ہی رہے گا گو کافروں کو برا لگے۔

وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا ۝ ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ۝ وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ

ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنا دیا کہ تم میرے سوا کسی کو اپنا کارساز نہ بنانا ○ اے ان لوگوں کی اولاد جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ چڑھا لیا تھا' وہ تو ہمارا بڑا ہی شکر گزار بندہ تھا ○

**طوفان نوح کے بعد:** ☆☆ (آیت:۲-۳) آنحضرت ﷺ کے معراج کے واقعہ کے بیان کے بعد اپنے پیغمبر کلیم اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر بیان فرماتا ہے۔ قرآن کریم میں عموماً یہ دونوں بیان ایک ساتھ آئے ہیں۔ اسی طرح تورات اور قرآن کا بیان بھی ملا جلا ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ کی کتاب کا نام تورات ہے۔ وہ کتاب بنی اسرائیل کے لئے ہادی تھی۔ انہیں حکم ہوا تھا کہ اللہ کے سوا کسی اور کو ولی اور مددگار اور معبود نہ سمجھیں۔ ہر ایک نبی اللہ کی توحید لے کر آتا رہا ہے۔ پھر انہیں کہا جاتا ہے کہ اے ان بزرگوں کی اولاد جنہیں ہم نے اپنے اس احسان سے نوازا تھا کہ طوفان نوح کی عالمگیر ہلاکت سے انہیں بچالیا اور اپنے پیارے نبی حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی پر چڑھا لیا تھا' تمہیں اپنے بڑوں کی طرح ہماری شکر گزاری کرنی چاہئے۔ دیکھو میں نے تمہاری طرف اپنے آخری رسول حضرت محمد کو بھیجا ہے۔ مروی ہے کہ حضرت نوح چونکہ کھاتے پیتے اور پہنتے غرض ہر وقت اللہ کی حمد و ثنا بیان فرماتے رہتے تھے' اس لئے آپ کو شکر گزار بندہ کہا گیا۔ مسند احمد وغیرہ میں فرمان رسول اللہ ﷺ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے سے بہت ہی خوش ہوتا ہے جو نوالہ کھائے تو اللہ کا شکر بجالائے اور پانی کا گھونٹ پیے تو اللہ کا شکر ادا کرے۔ یہ بھی مروی ہے کہ آپ ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرتے رہتے۔ شفاعت والی لمبی حدیث جو بخاری وغیرہ میں ہے' اس میں ہے کہ جب لوگ طلب شفاعت کے لئے حضرت نوح نبی علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو ان سے کہیں گے کہ زمین والوں کی طرف آپ ہی پہلے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام شکر گزار بندہ رکھا ہے۔ آپ اپنے رب سے ہماری سفارش کیجئے الخ۔

لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا ﴿٤﴾
فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ أُولَاهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَا أُولِي بَأْسٍ
شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُولًا ﴿٥﴾

ہم نے بنو اسرائیل کے لئے ان کی کتاب میں صاف صاف فیصلہ کر دیا تھا کہ تم زمین میں دوبار فساد برپا کرو گے اور تم بڑی زبردست زیادتیاں کرنے لگو گے ○ ان دونوں وعدوں میں سے پہلے کے آتے ہی ہم تمہارے مقابلہ پر اپنے ان بندوں کو اٹھا کھڑا کریں گے جو بڑے ہی لڑاکا ہوں گے۔ پس وہ تمہارے گھروں کے اندر تک پھیل پڑیں گے' اللہ کا یہ وعدہ پورا ہونا ہی تھا ○

**پیشین گوئی:** ☆☆ (آیت:۴-۶) جو کتاب بنی اسرائیل پر اتری تھی' اس میں ہی اللہ تعالیٰ نے انہیں پہلے ہی سے خبر دے دی تھی کہ وہ زمین پر دو مرتبہ سرکشی کریں گے اور سخت فساد برپا کریں گے پس یہاں پر قضینا کے معنی مقرر کر دینا اور پہلے ہی سے خبر دے دینا کے ہیں۔ جیسے آیت وَقَضَيْنَا إِلَيْهِ ذَٰلِكَ الْأَمْرَ میں یہی معنی ہیں۔ پس ان کے پہلے فساد کے وقت ہم نے اپنی مخلوق میں سے ان لوگوں کو ان پر مسلط کیا جو بڑے ہی لڑنے والے' سخت جان اور ساز و سامان سے پورے لیس تھے۔ وہ ان پر چھا گئے' ان کے شہر چھین لئے' لوٹ مار کر کے ان کے گھروں تک کو خالی کر کے بے خوف و خطر واپس چلے گئے' اللہ کا وعدہ پورا ہونا ہی تھا۔ کہتے ہیں کہ یہ جالوت کا لشکر تھا۔ پھر اللہ نے بنی اسرائیل کی مدد کی اور یہ حضرت طالوت کی بادشاہت میں پھر لڑے اور حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ موصل کے بادشاہ سنجاریب اور اس کے لشکر نے ان پر فوج کشی کی تھی۔ بعض کہتے ہیں بابل کا بادشاہ بخت نصر چڑھ آیا تھا۔

ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَ اَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَ جَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ﴿۶﴾ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ﴿۷﴾ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ﴿۸﴾

پھر ہم ان پر تمہارا غلبہ پھیریں گے اور مال اولاد سے تمہاری مدد فرمائیں گے اور تمہیں بڑے جتھے والا کر دیں گے ○ اگر تم نے اچھے کام کیے تو خود اپنے ہی فائدے کے لیے اچھے کام کرو گے اور اگر تم نے برائیاں کیں تو بھی اپنے ہی لیئے۔ پھر جب دوسرا وعدہ آئے گا تو وہ تمہارے منہ بگاڑ دیں گے اور پہلی دفعہ کی طرح پھر اسی مسجد میں گھس جائیں گے اور جس جس چیز پر قابو پائیں گے توڑ پھوڑ کر جڑ سے اکھاڑ دیں گے ○ تمہارا رب تو اس بات پر ہے کہ تم پر رحم کرے ہاں اگر تم پھر بھی وہی کرنے لگے تو ہم بھی دوبارہ ایسا ہی کریں گے ہم نے منکروں کا قید خانہ جہنم کو بنا رکھا ہے ○

---

ابن ابی حاتم نے یہاں پر ایک عجیب و غریب قصہ نقل کیا ہے کہ کس طرح اس شخص نے بتدریج ترقی کی تھی۔ اولاً یہ ایک فقیر تھا۔ پڑا رہتا تھا اور بھیک مانگ کر گزارہ کرتا تھا۔ پھر تو بیت المقدس تک اس نے فتح کر لیا اور وہاں پر بنی اسرائیل کو بے دریغ قتل کیا۔ ابن جریر نے اس آیت کی تفسیر میں ایک مطول مرفوع حدیث بیان کی ہے جو محض موضوع ہے اور اس کے موضوع ہونے میں کسی کو ذرا سا بھی شک نہیں ہو سکتا۔ تعجب ہے کہ باوجود اس قدر وافر علم کے حضرت امام صاحب نے یہ حدیث وارد کر دی۔ ہمارے استاد شیخ حافظ علامہ ابوالحجاج مزی رحمتہ اللہ علیہ نے اس کے موضوع ہونے کی تصریح کی ہے اور کتاب کے حاشیہ پر لکھ بھی دیا ہے۔ اس باب میں بنی اسرائیلی روایتیں بھی بہت سی ہیں لیکن ہم انہیں وارد کر کے بے فائدہ اپنی کتاب کو طول دینا نہیں چاہتے کیونکہ ان میں سے بعض تو موضوع ہیں اور بعض گو ایسی نہ ہوں لیکن بحمد اللہ ہمیں ان روایتوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ کتاب اللہ نے ہمیں ان چیزوں کا محتاج نہیں رکھا۔ مطلب صرف اس قدر ہے کہ بنی اسرائیل کی سرکشی کے وقت اللہ نے ان کے دشمن ان پر مسلط کر دیئے جنہوں نے انہیں خوب مزہ چکھایا' بری طرح درگت بنائی' ان کے بال بچوں کو تہ تیغ کیا' انہیں اس قدر ذلیل کیا کہ ان کے گھروں تک میں گھس کر ان کا ستیاناس کیا اور ان کی سرکشی کی پوری سزا دی۔ انہوں نے بھی ظلم و زیادتی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی تھی۔ عوام تو عوام انہوں نے تو نبیوں کے گلے کاٹے تھے' علماء کو سر بازار قتل کیا تھا۔ بخت نصر ملک شام پر غالب آیا۔ بیت المقدس کو ویران کر دیا۔ وہاں کے باشندوں کو قتل کیا پھر دمشق پہنچا یہاں دیکھا کہ ایک سخت پتھر پر خون جوش مار رہا ہے۔ پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا ہم نے تو اسے باپ دادوں سے اسی طرح دیکھا ہے۔ یہ خون برابر ابلتا رہتا ہے۔ ٹھہرتا نہیں۔ اس نے وہیں پر قتل عام شروع کر دیا۔ ستر ہزار مسلمان وغیرہ اس کے ہاتھوں یہاں پہ قتل ہوئے۔ پس وہ خون ٹھہر گیا۔ اس نے علماء اور حفاظ کو اور تمام شریف اور ذی عزت لوگوں کو بیدردی سے قتل کیا۔ ان میں کوئی بھی حافظ تورات نہ بچا۔ پھر قید کرنا شروع کیا۔ ان قیدیوں میں نبی زادے بھی تھے۔ غرض ایک لرزہ خیز ہنگامہ ہوا لیکن چونکہ صحیح روایتوں سے بلکہ صحت کے قریب والی روایتوں سے بھی تفصیلات نہیں ملتی' اس لئے ہم نے انہیں چھوڑ دیا ہے واللہ اعلم۔

پھر فرماتا ہے' نیکی کرنے والا دراصل اپنے لئے ہی بھلا کرتا ہے اور برائی کرنے والا حقیقت میں اپنا ہی برا کرتا ہے جیسے ارشاد ہے۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا جو شخص نیک کام کرے' وہ اس کے اپنے لئے ہے اور جو برائی کرے' اس کا بوجھ بھی اسی پر

ہے- پھر جب دوسرا وعدہ اور پھر بنی اسرائیل نے اللہ کی نافرمانیوں پر کھلے عام کمر کس لی اور بیبا کی اور بے حیائی کے ساتھ ظلم کرنے شروع کر دیئے تو پھر ان کے دشمن چڑھ دوڑے کہ وہ ان کی شکلیں بگاڑ دیں اور بیت المقدس کی مسجد جس طرح پہلے انہوں نے اپنے قبضے میں کر لی تھی' اب پھر دوبارہ کر لیں اور جہاں تک بن پڑے' ہر چیز کا ستیاناس کر دیں چنانچہ یہ بھی ہو کر رہا- تمہارا رب تو ہے ہی رحم و کرم کرنے والا اور اس سے نا امیدی ناز یبا ہے' بہت ممکن ہے کہ پھر سے دشمنوں کو پست کر دے- ہاں یہ یاد رہے کہ ادھر تم نے سر اٹھایا' ادھر ہم نے تمہارا سر کچلا- ادھر تم نے فساد مچایا' ادھر ہم نے تمہیں برباد کیا- یہ تو ہوئی دنیوی سزا- ابھی آخرت کی زبردست اور غیر فانی سزا باقی ہے- جہنم کافروں کا قید خانہ ہے جہاں سے نہ وہ نکل سکیں نہ چھوٹ سکیں نہ بھاگ سکیں- ہمیشہ کے لئے ان کا اوڑھنا بچھونا یہی ہے- حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' پھر بھی انہوں نے سر اٹھایا اور بالکل فرمان الٰہی کو چھوڑا اور مسلمانوں سے ٹکرا گئے تو اللہ تعالیٰ نے امت محمد ﷺ کو ان پر غالب کیا اور انہیں ذلیل ہو کر جزیہ دینا پڑا-

إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ﴿٩﴾ وَأَنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٠﴾ ع ۱۰

یقیناً یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو بہت ہی سیدھا ہے اور ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں' اس بات کی خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے ○ اور یہ کہ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے' ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے ○

بہترین راہنما قرآن حکیم ہے: ☆☆ (آیت:۹-۱۰) اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی پاک کتاب کی تعریف میں فرماتا ہے کہ یہ قرآن بہترین راہ کی طرف رہبری کرتا ہے- ایماندار جو ایمان کے مطابق فرمان نبویؐ پر عمل بھی کریں' انہیں یہ بشارتیں سناتا ہے کہ ان کے لئے اللہ کے پاس بہت بڑا اجر ہے- انہیں بے شمار ثواب ملے گا- اور جو ایمان سے خالی ہیں' انہیں یہ قرآن قیامت کے دن کے دردناک عذابوں کی خبر دیتا ہے جیسے فرمان ہے فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ انہیں المناک عذابوں کی خبر پہنچا دے-

وَيَدْعُ الْإِنسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاءَهُ بِالْخَيْرِ ۖ وَكَانَ الْإِنسَانُ عَجُولًا ﴿١١﴾ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ ۖ فَمَحَوْنَا آيَةَ اللَّيْلِ وَجَعَلْنَا آيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ ۚ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلًا ﴿١٢﴾

انسان برائی کی دعائیں مانگنے لگتا ہے بالکل اس کی اپنی بھلائی کی دعا کی طرح' انسان ہے ہی بڑا جلد باز ○ ہم نے رات اور دن کو اپنی قدرت کے نشان بنائے ہیں- رات کی نشانی کو تو ہم نے بے نور کر دیا ہے اور دن کی نشانی کو منور دکھانے والی بنائی ہے تاکہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کر سکو اور اس لئے بھی کہ برسوں کا شمار اور حساب معلوم کر سکو- اور ہر ہر چیز کو ہم نے خوب تفصیل سے بیان فرما دیا ہے ○

بددعا اور انسان: ☆☆ (آیت:۱۱) یعنی انسان کبھی کبھی دل گیر اور ناامید ہو کر اپنی سخت غلطی سے خود اپنے لئے برائی کی دعا مانگنے لگتا ہے- کبھی اپنے مال و اولاد کے لئے بددعا کرنے لگتا ہے- کبھی موت کی' کبھی ہلاکت کی' کبھی بربادی اور لعنت کی- لیکن اس کا اللہ اس پر خود اس سے بھی زیادہ مہربان ہے- ادھر وہ دعا کرے' ادھر وہ قبول فرما لے تو ابھی ہلاک ہو جائے- حدیث میں بھی ہے کہ اپنی جان و مال کے لئے بد

دعا نہ کرو ایسا نہ ہو کہ کسی قبولیت کی ساعت میں کوئی ایسا بد کلمہ زبان سے نکل جائے۔ اس کی وجہ صرف انسان کی اضطرابی حالت اور ان کی جلد بازی ہے یہ ہے ہی جلد باز۔ حضرت سلمان فارسی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس موقعہ پر حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ ابھی پیروں تلے روح نہیں پہنچی تھی کہ آپ نے کھڑے ہونے کا ارادہ کیا' روح سر کی طرف سے آ رہی تھی' ناک تک پہنچی تو چھینک آئی' آپ نے کہا' الحمد للہ۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یَرْحَمُكَ رَبُّكَ یا اٰدَمُ اے آدم تجھ پر تیرا رب رحم کرے۔ جب آنکھوں تک پہنچی تو آنکھیں کھول کر دیکھنے لگے۔ جب اور نیچے کے اعضاء میں پہنچی تو خوشی سے اپنے آپ کو دیکھنے لگے۔ ابھی پیروں تک نہیں پہنچی جو چلنے کا ارادہ کیا لیکن نہ چل سکے تو دعا کرنے لگے کہ اے اللہ رات سے پہلے روح آ جائے۔

**دن اور رات کے فوائد:** ☆☆ (آیت:۱۲) اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے دو کا یہاں بیان فرماتا ہے کہ دن رات اس نے الگ الگ طرح کے بنائے۔ رات آرام کے لئے' دن تلاش معاش کے لئے کہ اس میں کام کاج کرو' صنعت و حرفت کرو' سیر و سفر کرو۔ رات دن کے اختلاف سے دنوں کی' جمعوں کی' مہینوں کی' برسوں کی گنتی معلوم کر سکو تا کہ لین دین میں' معاملات میں' قرض میں' مدت میں' عبادت کے کاموں میں سہولت اور پہچان ہو جائے۔ اگر ایک ہی وقت رہتا تو بڑی مشکل ہو جاتی۔ سچ ہے اگر اللہ چاہتا تو ہمیشہ رات ہی رات رکھتا۔ کوئی اتنی قدرت نہیں رکھتا کہ دن کر دے اور اگر وہ ہمیشہ دن ہی دن رکھتا تو کس کی مجال تھی کہ رات لا دے؟ یہ نشانات قدرت سننے دیکھنے کے قابل ہیں۔ یہ اسی کی رحمت ہے کہ رات سکون کے لئے بنائی اور دن تلاش معاش کے لئے۔ ان دونوں کو ایک دوسرے کے پیچھے لگا تار آنے والے بنایا تا کہ شکر و نصیحت کا ارادہ رکھنے والے کامیاب ہو سکیں۔ اسی کے ہاتھ رات دن کا اختلاف ہے۔ وہ رات کا پردہ دن پر اور دن کا نقاب رات پر چڑھا دیتا ہے۔ سورج چاند اسی کی ماتحتی میں ہے۔ ہر ایک اپنے مقررہ وقت پر چل پھر رہا ہے۔ وہ اللہ غالب اور غفار ہے۔ صبح کا چاک کرنے والا ہے۔ اسی نے رات کو سکون والی بنایا ہے اور سورج چاند کو مقرر کیا ہے۔ یہ اللہ عزیز و حلیم کا مقرر کیا ہوا اندازہ ہے۔ رات اپنے اندھیرے سے اور چاند کے ظاہر ہونے سے پہچانی جاتی ہے اور دن روشنی سے اور سورج کے چڑھنے سے معلوم ہو جاتا ہے۔ سورج چاند دونوں ہی روشن اور منور ہیں لیکن ان میں بھی پورا تفاوت رکھا کہ ہر ایک پہچان لیا جا سکے۔ سورج کو بہت روشن اور چاند کو نورانی اسی نے بنایا ہے۔ منزلیں اسی نے مقرر کی ہیں تا کہ حساب اور سال معلوم رہیں۔ اللہ کی یہ پیدائش حق ہے الخ۔ قرآن میں ہے' لوگ تجھ سے چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں' کہہ دے کہ وہ لوگوں کے لئے اوقات ہیں اور حج کے لئے بھی الخ۔ رات کا اندھیرا ہٹ جاتا ہے۔ دن کا اجالا آ جاتا ہے۔ سورج دن کی علامت ہے۔ چاند رات کا نشان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چاند کو کچھ سیاہی والا پیدا کیا ہے۔ پس رات کی نشانی چاند کو بہ نسبت سورج کے ماند کر دیا ہے اس میں ایک طرح کا دھبہ رکھ دیا ہے۔ ابن الکواء نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ چاند میں یہ چھائیں کیسی ہے؟ آپ نے فرمایا' اس کا بیان اس آیت میں ہے کہ ہم نے رات کے نشان یعنی چاند میں سیاہ دھندلکا ڈال دیا اور دن کا نشان خوب روشن ہے۔ یہ چاند سے زیادہ منور اور چاند سے بہت بڑا ہے' دن رات کو دو نشانیاں مقرر کر دی ہیں۔ پیدائش ہی ان کی اسی طرح کی ہے۔

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓىِٕرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ۭ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ﴿١٣﴾ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ۭ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ﴿١٤﴾ۭ

ہم نے ہر انسان کی برائی بھلائی کو اس کے گلے لگا دیا ہے۔ اور بروز قیامت ہم اس کے سامنے اس کا نامہ اعمال نکالیں گے جسے وہ اپنے روبرو کھلا ہوا پائے گا ○

لے خود ہی اپنی کتاب آپ ہی پڑھ لے' آج تو تو آپ ہی اپنا خود حساب لینے کو کافی ہے ○

**انسان کے اعمال:** ☆☆ ( آیت:۱۳-۱۴) اوپر کی آیتوں میں زمانے کا ذکر کیا جس میں انسان کے اعمال ہوتے ہیں اب یہاں فرمایا ہے کہ اس کا جو عمل ہوتا ہے' بھلا ہو یا برا' وہ اس پر چپک جاتا ہے- بدلہ ملے گا- نیکی کا نیک' بدی کا بد' خواہ وہ کتنی ہی کم مقدار میں کیوں نہ ہو؟ جیسے فرمان ہے' ذرہ برابر کی خیر اور اتنی ہی شر ہر شخص قیامت کے دن دیکھ لے گا- اور جیسے فرمان ہے' دائیں اور بائیں جانب وہ بیٹھے ہوئے ہیں- کوئی بات منہ سے نکلے' وہ اسی وقت لکھ لیتے ہیں- اور جگہ ہے وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ الخ تم پر نگہبان ہیں جو بزرگ ہیں اور لکھنے والے ہیں- تمہارے ہر ہر فعل سے باخبر ہیں- اور آیت میں ہے' تمہیں صرف تمہارے کئے ہوئے اعمال کا بدلہ ملے گا- اور جگہ ہے' ہر برائی کرنے والے کو سزا دی جائے گی- مقصود یہ ہے کہ ابن آدم کے چھوٹے بڑے' ظاہر و باطن' نیک و بد اعمال' صبح شام' دن رات برابر لکھے جا رہے ہیں-

مسند احمد میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں البتہ ہر انسان کی شامت عمل اس کی گردن میں ہے- ابن لہیعہ فرماتے ہیں یہاں تک کہ شگون لینا بھی' لیکن اس حدیث کی یہ تفسیر غریب ہے واللہ اعلم-

اس کے اعمال کے مجموعے کی کتاب قیامت کے دن یا اس کے دائیں ہاتھ میں دی جائے گی یا بائیں میں- نیکوں کے دائیں ہاتھ میں اور بروں کے بائیں ہاتھ میں کھلی ہوئی ہوگی کہ وہ بھی پڑھ لے اور دوسرے بھی دیکھ لیں- اس کی تمام عمر کے کل عمل اس میں لکھے ہوئے ہوں گے- جیسے فرمان ہے يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۢ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ الخ اس دن انسان اپنے تمام اگلے پچھلے اعمال سے خبردار کر دیا جائے گا- انسان تو اپنے معاملے میں خود ہی حجت ہے گو وہ اپنی بے گناہی کے کتنے ہی بہانے پیش کر دے- اس وقت اس سے فرمایا جائے گا کہ تو خوب جانتا ہے کہ تجھ پر ظلم نہ کیا جائے گا- اس میں وہی لکھا گیا ہے جو تو نے کیا ہے- اس وقت چونکہ بھولی بسری چیزیں بھی یاد آ جائیں گی' اس لئے درحقیقت کوئی عذر پیش کرنے کی گنجائش نہ رہے گی- پھر سامنے کتاب ہے جو پڑھ رہا ہے خواہ وہ دنیا میں ان پڑھ ہی تھا لیکن آج ہر شخص اسے پڑھ لے گا- گردن کا ذکر خاص طریقے پر اس لئے کیا کہ وہ ایک مخصوص حصہ ہے- اس میں جو چیز لٹکا دی گئی ہو' چپک گئی' ضروری ہو گئی' شاعروں نے بھی اسی خیال کو ظاہر کیا ہے- رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے' بیماری کا متعدی ہونا کوئی چیز نہیں' فال کوئی چیز نہیں' ہر انسان کا عمل اس کے گلے کا ہار ہے- اور روایت میں ہے کہ ہر انسان کا شگون اس کے گلے کا ہار ہے- آپؐ کا فرمان ہے کہ ہر دن کے عمل پر مہر لگ جاتی ہے- جب مومن بیمار پڑتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں' اے اللہ تو نے فلاں کو تو روک لیا ہے' اللہ تعالیٰ جل جلالہ فرماتا ہے اس کے جو عمل تھے' وہ برابر لکھتے جاؤ یہاں تک کہ میں اسے تندرست کر دوں یا فوت کر دوں- قتادہ رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں طائر سے مراد عمل ہیں- حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' اے ابن آدم تیرے دائیں بائیں فرشتے بیٹھے ہیں' صحیفے کھلے رکھے ہیں' داہنی جانب والا نیکیاں اور بائیں طرف والا بدیاں لکھ رہا ہے- اب تجھے اختیار ہے' نیکی کر یا بدی' کم کر یا زیادہ' تیری موت پر یہ دفتر لپیٹ دیئے جائیں گے اور تیری قبر میں تیری گردن میں لٹکا دیئے جائیں گے- قیامت کے دن کھلے ہوئے تیرے سامنے پیش کر دیئے جائیں گے اور تجھ سے کہا جائے گا' لے اپنا نامہ اعمال خود پڑھ لے اور تو ہی حساب اور انصاف کر لے- اللہ کی قسم وہ بڑا ہی عادل ہے جو تیرا معاملہ تیرے ہی سپرد کر رہا ہے-

مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾

جو راہ راست حاصل کر لے وہ خود اپنے ہی بھلے کے لئے راہ یافتہ ہوتا ہے اور جو بھٹک جائے اس کا بوجھ بار اسی کے اوپر ہے کوئی بوجھ والا کسی اور کا بوجھ اپنے اوپر نہ لادے گا۔ ہماری عادت نہیں کہ رسول بھیجنے سے پہلے ہی عذاب کرنے لگیں ○

**اچھے یا برے اعمال انسان کے اپنے لیے ہیں:** ☆☆ (آیت: ۱۵) جس نے راہ راست اختیار کی حق کی اتباع کی نبوت کی مانی اس کے اپنے حق میں اچھائی ہے اور جو حق سے ہٹا صحیح راہ سے پھرا اس کا وبال اسی پر ہے کوئی کسی کے گناہ میں پکڑا نہ جائے گا۔ ہر ایک کا عمل اسی کے ساتھ ہے۔ کوئی نہ ہوگا جو دوسرے کا بوجھ بٹائے اور جگہ قرآن میں ہے وَلَیَحۡمِلُنَّ اَثۡقَالَھُمۡ وَاَثۡقَالاً مَّعَ اَثۡقَالِھِمۡ اور آیت میں ہے وَمِنۡ اَوۡزَارِ الَّذِیۡنَ یُضِلُّوۡنَھُمۡ بِغَیۡرِ عِلۡمٍ یعنی اپنے بوجھ کے ساتھ یہ ان کے بوجھ بھی اٹھائیں گے جنہیں انہوں نے بہکا رکھا تھا۔ لہٰذا ان دونوں مضمونوں میں کوئی نفی کا پہلو نہ سمجھا جائے اس لئے کہ گمراہ کرنے والوں پر ان کے گمراہ کرنے کا بوجھ ہے نہ کہ ان کے بوجھ ہلکے کئے جائیں گے اور ان پر لادے جائیں گے۔ ہمارا عادل اللہ ایسا نہیں کرتا۔ پھر اپنی ایک اور رحمت بیان فرماتا ہے کہ وہ رسول ﷺ کے پہنچنے سے پہلے کسی امت کو عذاب نہیں کرتا۔ چنانچہ سورہ تبارک میں ہے کہ دوزخیوں سے داروغے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس ڈرانے والے نہیں آئے تھے؟ وہ جواب دیں گے بے شک آئے تھے لیکن ہم نے انہیں سچا نہ جانا انہیں جھٹلا دیا اور صاف کہہ دیا کہ تم تو یونہی بک رہے ہو سرے سے یہ بات ہی ان ہونی ہے کہ اللہ کسی پر کچھ اتارے۔ اسی طرح جب یہ لوگ جہنم کی طرف کشاں کشاں پہنچائے جا رہے ہوں گے اس وقت بھی داروغے ان سے پوچھیں گے کہ کیا تم میں سے ہی رسول نہیں آئے تھے جو تمہارے رب کی آیتیں تمہارے سامنے پڑھتے ہوں اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں؟ یہ جواب دیں گے کہ ہاں یقیناً آئے لیکن کلمہ عذاب کافروں پر ٹھیک اترا اور آیت میں ہے کفار جہنم میں پڑے چیخ رہے ہوں گے کہ اے اللہ ہمیں اس سے نکال تو ہم اپنے قدیم کرتوت چھوڑ کر اب نیک اعمال کریں گے۔ تو ان سے کہا جائے گا کہ کیا میں نے تمہیں اتنی لمبی عمر نہیں دی تھی؟ تم اگر نصیحت حاصل کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے اور میں نے تم میں اپنے رسول بھی بھیجے تھے جنہوں نے خوب آگاہ کر دیا تھا۔ اب تو عذاب برداشت کرو ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ الغرض اور بھی بہت آیتوں سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر رسول بھیجے کسی کو جہنم میں نہیں بھیجتا۔

صحیح بخاری میں آیت اِنَّ رَحۡمَةَ اللّٰہِ قَرِیۡبٌ مِّنَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ کی تفسیر میں ایک لمبی حدیث مروی ہے جس میں جنت دوزخ کا کلام ہے۔ پھر ہے کہ جنت کے بارے میں اللہ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہ کرے گا اور وہ جہنم کے لئے ایک نئی مخلوق پیدا کرے گا جو اس میں ڈال دی جائے گی جہنم کہتی رہے گی کہ کیا ابھی اور زیادہ ہے؟ اس کی بابت علما کی ایک جماعت نے بہت کچھ کلام کیا ہے دراصل یہ جنت کے بارے میں ہے اس لئے کہ وہ دار فضل ہے اور جہنم دار عدل ہے اس میں بغیر عذر توڑے بغیر حجت ظاہر کئے کوئی داخل نہ کیا جائے گا۔ اس لئے حفاظ حدیث کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ راوی کو اس میں الٹا یاد رہ گیا اور اس کی دلیل بخاری و مسلم کی وہ روایت ہے جس میں اسی حدیث کے آخر میں ہے کہ دوزخ پر نہ ہوگی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس میں اپنا قدم رکھ دے گا۔ اس وقت وہ کہے گی بس بس اور اس وقت بھر جائے گی اور چاروں طرف سے سمٹ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہ کرے گا۔ ہاں جنت کے لئے ایک نئی مخلوق پیدا کرے گا۔

باقی رہا یہ مسئلہ کہ کافروں کے جو نابالغ چھوٹے بچے بچپن میں مر جاتے ہیں اور جو دیوانے لوگ ہیں اور نیم بہرے اور جو ایسے زمانے میں گزرے ہیں جس وقت زمین پر کوئی رسول یا دین کی صحیح تعلیم نہیں ہوتی اور انہیں دعوت اسلام نہیں پہنچتی اور جو بالکل بڈھے حواس باختہ ہوں ان کے لئے کیا حکم ہے؟ اس بارے میں شروع سے اختلاف چلا آ رہا ہے۔ ان کے بارے میں جو حدیثیں ہیں وہ میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں پھر ائمہ کا کلام بھی مختصراً ذکر کروں گا اللہ تعالیٰ مدد کرے۔

پہلی حدیث مسند احمد میں ہے' چار قسم کے لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے گفتگو کریں گے ایک تو بالکل بہرا آدمی جو کچھ بھی نہیں سنتا اور دوسرا بالکل احمق پاگل آدمی جو کچھ بھی نہیں جانتا' تیسرے بالکل بڈھا پھوس آدمی جس کے حواس درست نہیں' چوتھے وہ لوگ جو ایسے زمانوں میں گزرے ہیں جن میں کوئی پیغمبر یا اس کی تعلیم موجود نہ تھی۔ بہرا تو کہے گا' اسلام آیا لیکن میرے کان میں کوئی آواز نہیں پہنچی' دیوانہ کہے گا کہ اسلام آیا لیکن میری حالت تو یہ تھی کہ بچے مجھ پر مینگنیاں پھینک رہے تھے اور بالکل بڈھے بے حواس آدمی کہیں گے کہ اسلام آیا لیکن میرے ہوش وحواس ہی درست نہ تھے جو میں سمجھ سکتا' رسولوں کے زمانوں کا اور ان کی تعلیم کو موجود نہ پانے والوں کا قول ہوگا کہ نہ رسول آئے نہ میں نے حق پایا پھر میں کیسے عمل کرتا؟ اللہ تعالیٰ ان کی طرف پیغام بھیجے گا کہ اچھا جاؤ جہنم میں کود جاؤ اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر وہ فرماں برداری کرلیں اور جہنم میں کود پڑیں تو جہنم کی آگ ان پر ٹھنڈک اور سلامتی ہو جائے گی۔ اور روایت میں ہے کہ جو کود پڑیں گے' ان پر تو سلامتی اور ٹھنڈک ہو جائے گی اور جو رکیں گے' انہیں حکم عدولی کے باعث گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ ابن جریر میں اس حدیث کے بیان کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان بھی ہے کہ اگر تم چاہو تو اس کی تصدیق میں کلام اللہ کی آیت وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ الخ پڑھ لو۔

دوسری حدیث ابوداؤد طیالسی میں ہے کہ ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ ابوحمزہ مشرکوں کے بچوں کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا' میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ وہ گنہگار نہیں جو دوزخ میں عذاب کئے جائیں اور نیکوکار بھی نہیں کہ جنت میں بدلہ دیئے جائیں۔

تیسری حدیث ابویعلی میں ہے کہ ان چاروں کے عذر سن کر جناب باری فرمائے گا کہ اوروں کے پاس تو میں اپنے رسول بھیجتا تھا لیکن تم سے میں آپ کہتا ہوں کہ جاؤ اس جہنم میں چلے جاؤ جہنم میں سے بھی فرمان برداری سے ایک گردن اونچی ہوگی اس فرمان کو سنتے ہی وہ لوگ جو نیک طبع ہیں فوراً دوڑ کر اس میں کود پڑیں گے اور جو بدباطن ہیں' وہ کہیں گے' اللہ پاک ہم اسی سے بچنے کے لئے تو یہ عذر معذرت کر رہے تھے اللہ فرمائے گا جب تم خود میری نہیں مانتے تو میرے رسولوں کی کیا مانتے' اب تمہارے لئے فیصلہ یہی ہے کہ تم جہنمی ہو اور ان فرمانبرداروں سے کہا جائے گا کہ تم بے شک جنتی ہو تم نے اطاعت کرلی۔

چوتھی حدیث مسند حافظ ابویعلی موصلی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے مسلمانوں کی اولاد کے بارے میں سوال ہوا تو آپؐ نے فرمایا' وہ اپنے باپوں کے ساتھ ہے۔ پھر مشرکین کی اولاد کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا وہ اپنے باپوں کے ساتھ ہے' تو کہا گیا یا رسول اللہ انہوں نے کوئی عمل تو نہیں کیا' آپؐ نے فرمایا ہاں لیکن اللہ انہیں بخوبی جانتا ہے۔

پانچویں حدیث۔ حافظ ابوبکر احمد بن عمر بن عبدالخالق بزار رحمتہ اللہ علیہ اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن اہل جاہلیت اپنے بوجھ اپنی کمروں پر لادے ہوئے آئیں گے اور اللہ کے سامنے عذر کریں گے کہ نہ ہمارے پاس تیرے رسول پہنچے نہ ہمیں تیرا کوئی حکم پہنچا اگر ایسا ہوتا تو ہم جی کھول کر مان لیتے اللہ تعالیٰ فرمائے گا' اچھا اب اگر حکم کروں تو مان لو گے؟ وہ کہیں گے ہاں ہاں بے شک بلا چون وچرا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا' اچھا جاؤ جہنم کے پاس جا کر اس میں داخل ہو جاؤ' یہ چلیں گے یہاں تک کہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے اب جو اس کا جوش اور اس کی آواز اور اس کے عذاب دیکھیں گے تو واپس آجائیں گے اور کہیں گے اے اللہ ہمیں اس سے تو بچا لے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا' دیکھو تم اقرار کر چکے ہو کہ میری فرمانبرداری کرو گے' پھر یہ نافرمانی کیوں؟ وہ کہیں گے اچھا اب اسے مان لیں گے اور کر

گزریں گے چنانچہ ان سے مضبوط عہد و پیمان لئے جائیں گے پھر یہی حکم ہوگا' یہ جائیں گے اور پھر خوفزدہ ہو کر واپس لوٹیں گے اور کہیں گے اے اللہ ہم تو ڈر گئے ہم سے تو اس فرمان پر کاربند نہیں ہوا جاتا ۔ اب جناب باری فرمائے گا' تم نافرمانی کر چکے اب جاؤ ذلت کے ساتھ جہنمی بن جاؤ ۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر پہلی مرتبہ ہی یہ بحکم الٰہی اس میں کود جاتے تو آتش دوزخ ان پر سرد پڑ جاتی اور ان کا ایک رواں بھی نہ جلاتی ۔ امام بزار رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' اس حدیث کا متن معروف نہیں ۔ ایوب سے صرف عباد ہی روایت کرتے ہیں اور عباد سے صرف ریحان بن سعید ہی روایت کرتے ہیں ۔ میں کہتا ہوں اسے ابن حبان نے ثقہ بتلایا ہے ۔ یحییٰ بن معین اور نسائی کہتے ہیں' ان میں کوئی ڈر خوف کی بات نہیں ۔ ابوداؤد نے ان سے روایت نہیں کی ۔ ابو حاتم کہتے ہیں' یہ شیخ ہیں ۔ ان میں کوئی حرج نہیں ۔ ان کی حدیثیں لکھائی جاتی ہیں اور ان سے دلیل نہیں لی جاتی ۔

چھٹی حدیث ۔ امام محمد بن یحییٰ ذہلی رحمتہ اللہ علیہ روایت لائے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے خالی زمانے والے اور مجنوں اور بچے اللہ کے سامنے آئیں گے ۔ ایک کہے گا میرے پاس تیری کتاب پہنچی ہی نہیں' مجنوں کہے گا میں بھلائی برائی کی تمیز ہی نہیں رکھتا' بچہ کہے گا میں نے سمجھ بوجھ کا' بلوغت کا زمانہ پایا ہی نہیں ۔ اسی وقت ان کے سامنے آگ شعلے مارنے لگے گی ۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا' اسے ہٹا دو تو جو لوگ آئندہ نیکی کرنے والے تھے وہ تو اطاعت گزار ہو جائیں گے اور جو اس عذر کے ہٹ جانے کے بعد بھی نافرمانی کرنے والے تھے وہ رک جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا' جب تم میری ہی براہ راست نہیں مانتے تو میرے پیغمبروں کی کیا مانتے؟

ساتویں حدیث ۔ انہی تین شخصوں کے بارے میں اوپر والی حدیثوں کی طرح ۔ اس میں یہ بھی ہے کہ جب یہ جہنم کے پاس پہنچیں گے تو اس میں سے ایسے شعلے بلند ہوں گے کہ یہ سمجھ لیں گے کہ یہ تو ساری دنیا کو جلا کر بھسم کر دیں گے' دوڑتے ہوئے واپس لوٹ آئیں گے ۔ پھر دوبارہ یہی ہوگا ۔ اللہ عزوجل فرمائے گا' تمہاری پیدائش سے پہلے ہی تمہارے اعمال کی مجھے خبر تھی ۔ میں نے علم ہوتے ہوئے تمہیں پیدا کیا تھا ۔ اسی علم کے مطابق تم ہو ۔ اے جہنم انہیں دبوچ لے چنانچہ اسی وقت آگ انہیں لقمہ بنا لے گی ۔

آٹھویں حدیث ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ان کے اپنے قول سمیت پہلے بیان ہو چکی ہے ۔ صحیحین میں آپ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر بچہ دین اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی' نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں جیسے کہ بکری کے صحیح سالم بچے کے کان کاٹ دیا کرتے ہیں ۔ لوگوں نے کہا' حضور ﷺ اگر وہ بچپن میں ہی مر جائے تو؟ آپؐ نے فرمایا! اللہ کو ان کے اعمال کی صحیح اور پوری خبر تھی ۔ مسند کی حدیث میں ہے کہ مسلمان بچوں کی کفالت جنت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سپرد ہے ۔ صحیح مسلم میں حدیث قدسی ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو موحد' یکسو مخلص بنایا ہے ۔ ایک روایت میں اس کے ساتھ ہی مسلمان کا لفظ بھی ہے ۔

نویں حدیث ۔ حافظ ابوبکر برقانی اپنی کتاب المستخرج علی البخاری میں روایت لائے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہر بچہ فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے ۔ لوگوں نے با آواز بلند دریافت کیا کہ مشرکوں کے بچے بھی؟ آپؐ نے فرمایا! مشرکوں کے بچے بھی ۔ طبرانی کی حدیث میں ہے کہ مشرکوں کے بچے اہل جنت کے خادم بنائے جائیں گے ۔

دسویں حدیث ۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک صحابیؓ نے پوچھا یا رسولؐ اللہ جنت میں کون کون جائیں گے؟ آپؐ نے فرمایا! نبی اور شہید بچے اور زندہ درگور کئے ہوئے بچے ۔ علماء میں سے بعض کا مسلک تو یہ ہے کہ ان کے بارے میں ہم توقف کرتے ہیں' خاموش ہیں' ان کی دلیل بھی گزر چکی ۔ بعض کہتے ہیں یہ جنتی ہیں ان کی دلیل معراج والی وہ حدیث ہے جو صحیح بخاری شریف میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ

عنہ سے مروی ہے کہ آپؐ نے اپنے اس خواب میں ایک شیخ کو ایک جنتی درخت تلے دیکھا' جن کے پاس بہت سے بچے تھے- سوال پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور ان کے پاس یہ بچے مسلمانوں کی اور مشرکوں کی اولاد ہیں' لوگوں نے کہا حضور ﷺ مشرکین کی اولاد بھی؟ آپؐ نے فرمایا' ہاں مشرکین کی اولاد بھی- بعض علماء فرماتے ہیں' یہ دوزخی ہیں کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ وہ اپنے باپوں کے ساتھ ہیں- بعض علماء کہتے ہیں' ان کا امتحان قیامت کے میدانوں میں ہو جائے گا- اطاعت گزار جنت میں جائیں گے- اللہ اپنے سابق علم کا اظہار کر کے پھر انہیں جنت میں پہنچائے گا اور بعض بوجہ اپنی نافرمانی کے جو اس امتحان کے وقت ان سے سرزد ہوگی اور اللہ تعالیٰ اپنا پہلا علم آشکارا کر دے گا' اس وقت انہیں جہنم کا حکم ہوگا- اس مذہب سے تمام حدیثیں اور مختلف دلیلیں جمع ہو جاتی ہیں اور پہلے کی حدیثیں جو ایک دوسری کو تقویت پہنچاتی ہیں' اس معنی کی کئی ایک ہیں-

شیخ ابوالحسن علی بن اسماعیل اشعری رحمتہ اللہ علیہ نے یہی مذہب اہل سنت والجماعت کا نقل فرمایا ہے اور اسی کی تائید امام بیہقی رحمتہ اللہ علیہ نے کتاب الاعتقاد میں کی ہے- اور بھی بہت سے محققین علما اور پرکھ والے حافظوں نے یہی فرمایا ہے- شیخ ابوعمر بن عبدالبر رحمتہ اللہ علیہ ضمری نے امتحان کی بعض روایتیں بیان کر کے لکھا ہے' اس بارے کی حدیثیں قوی نہیں ہیں اور ان سے حجت ثابت نہیں ہوتی اور اہل علم ان کا انکار کرتے ہیں اس لئے کہ آخرت دار جزا ہے دار عمل نہیں ہے اور نہ دار امتحان ہے- اور جہنم میں جانے کا حکم بھی تو انسانی طاقت سے باہر کا حکم ہے اور اللہ کی یہ عادت نہیں- امام صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے اس قول کا جواب بھی سن لیجئے اس بارے جو حدیثیں ہیں' ان میں سے بعض تو بالکل صحیح ہیں- جیسے کہ ائمہ علماء نے تصریح کی ہے- بعض حسن ہیں اور بعض ضعیف بھی ہیں لیکن وہ بوجہ صحیح اور حسن حدیثوں کے قوی ہو جاتی ہیں- اور جب یہ ہے تو ظاہر ہے کہ یہ حدیثیں حجت و دلیل کے قابل ہو گئیں- اب رہا امام صاحب کا یہ فرمان کہ آخرت دار عمل اور دار امتحان نہیں' وہ دار جزا ہے' یہ بے شک صحیح ہے لیکن اس سے اس کی نفی کیسے ہو گئی کہ قیامت کے مختلف میدانوں کی پیشیوں میں جنت دوزخ میں داخلے سے پہلے کوئی حکم احکام دیئے جائیں گے- شیخ ابوالحسن اشعری رحمتہ اللہ علیہ نے تو مذہب اہلسنت والجماعت کے عقائد میں بچوں کے امتحان کو داخل کیا ہے- مزید براں آیت قرآن یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ اس کی کھلی دلیل ہے کہ منافق و مومن کی تمیز کے لئے پنڈلی کھول دی جائے گی اور سجدے کا حکم ہوگا- صحاح کی حدیثوں میں ہے کہ مومن تو سجدہ کر لیں گے اور منافق الٹے منہ پیٹھ کے بل گر پڑیں گے- صحیحین میں اس شخص کا قصہ بھی ہے جو سب سے آخر میں جہنم سے نکلے گا کہ وہ اللہ سے وعدے وعید کرے گا سوا اس سوال کے اور کوئی سوال نہ کرے گا- اس کے پورا ہونے کے بعد وہ اپنے قول قرار سے پھر جائے گا اور ایک اور سوال کر بیٹھے گا وغیرہ- آخر میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ابن آدم تو بڑا ہی عہد شکن ہے- اچھا جا جنت میں چلا جا-

پھر امام صاحب کا یہ فرمانا کہ انہیں ان کی طاقت سے خارج بات کا یعنی جہنم میں کود پڑنے کا حکم کیسے ہوگا؟ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا- یہ بھی صحت حدیث میں کوئی روک پیدا نہیں کر سکتا- خود امام صاحب اور تمام مسلمان مانتے ہیں کہ پل صراط پر سے گزرنے کا حکم سب کو ہوگا جو جہنم کی پیٹھ پر ہوگا اور تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہوگا- مومن اس پر سے اپنی نیکیوں کے اندازے سے گزر جائیں گے- بعض مثل بجلی کے' بعض مثل ہوا کے' بعض مثل گھوڑوں کے' بعض مثل اونٹوں کے' بعض مثل بھاگنے والوں کے' بعض مثل پیدل چلنے والوں کے' بعض گھٹنوں کے بل سرک سرک کر' بعض کٹ کٹ کر جہنم میں پڑیں گے- پس جب یہ چیز وہاں ہے تو انہیں جہنم میں کود پڑنے کا حکم تو اس سے کوئی بڑا نہیں بلکہ یہ اس سے بڑا اور بہت بھاری ہے- اور سنئے' حدیث میں ہے کہ دجال کے ساتھ آگ اور باغ ہوگا- شارع علیہ السلام نے مومنوں کو حکم دیا ہے کہ وہ جسے آگ دیکھ رہے ہیں' اس میں سے پئیں وہ ان کے لئے ٹھنڈک اور

سلامتی کی چیز ہے- پس یہ اس واقعہ کی صاف نظیر ہے- اور لیجئے بنو اسرائیل نے جب گوسالہ پرستی کی اس کی سزا میں اللہ نے حکم دیا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کریں' ایک ابر نے آ کر انہیں ڈھانپ لیا اب جو تلوار چلی تو صبح ہی صبح' ابر پھٹنے سے پہلے ان میں سے ستر ہزار آدمی قتل ہو چکے تھے- بیٹے نے باپ کو اور باپ نے بیٹے کو قتل کیا' کیا یہ حکم اس حکم سے کم تھا؟ کیا اس کا عمل نفس پر گراں نہیں؟ پھر تو اس کی نسبت بھی کہہ دینا چاہئے تھے کہ اللہ کسی نفس کو اس کی برداشت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا-

ان تمام بحثوں کے صاف ہونے کے بعد اب سنئے- مشرکین کے بچپن میں مرے ہوئے بچوں کی بابت بھی بہت سے اقوال ہیں- ایک یہ کہ یہ سب جنتی ہیں ان کی دلیل وہی معراج میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس مشرکوں اور مسلمانوں کے بچوں کو آنحضرت ﷺ کا دیکھنا ہے اور دلیل ان کی مسند کی وہ روایت ہے جو پہلے گزر چکی کہ آپ ؐ نے فرمایا' بچے جنت میں ہیں- ہاں امتحان ہونے کی جو حدیثیں گزریں وہ ان میں سے مخصوص ہیں- پس جن کی نسبت رب العالمین کو معلوم ہے کہ وہ مطیع اور فرمانبردار ہیں' ان کی روحیں عالم برزخ میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس ہیں اور مسلمانوں کے بچوں کی روحیں بھی اور جن کی نسبت اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ قبول کرنے والی نہیں' ان کا امر اللہ کے سپرد ہے وہ قیامت کے دن جہنمی ہوں گے- جیسے کہ احادیث امتحان سے ظاہر ہے- امام اشعری نے اسے اہل سنت سے نقل کیا ہے اب کوئی تو کہتا ہے کہ یہ مستقل طور پر جنتی ہیں کوئی کہتا ہے یہ اہل جنت کے خادم ہیں- گو ایسی حدیث داؤد طیالسی میں ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے واللہ اعلم-

دوسرا قول یہ ہے کہ مشرکوں کے بچے بھی اپنے باپ دادوں کے ساتھ جہنم میں جائیں گے جیسے کہ مسند وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ وہ اپنے باپ دادوں کے تابعدار ہیں- یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا بھی کہ باوجود بے عمل ہونے کے؟ آپ نے فرمایا وہ کیا عمل کرنے والے تھے' اسے اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے- ابوداؤد میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں' میں نے رسول اللہ ﷺ سے مسلمانوں کی اولاد کی بابت سوال کیا تو آپ ؐ نے فرمایا وہ اپنے باپ دادوں کے ساتھ ہیں- میں نے کہا مشرکوں کی اولاد؟ آپ نے فرمایا وہ اپنے باپ دادوں کے ساتھ ہیں- میں نے کہا بغیر اس کے کہ انہوں نے کوئی عمل کیا ہو؟ آپ نے فرمایا وہ کیا کرتے' یہ اللہ کے علم میں ہے-

مسند کی حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا اگر تو چاہے تو میں ان کا رونا پیٹنا اور چیخنا چلانا بھی تجھے سنا دوں- امام احمد رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے روایت لائے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول خدا ﷺ سے اپنے ان دو بچوں کی نسبت سوال کیا جو جاہلیت کے زمانے میں فوت ہوئے تھے' آپ ؐ نے فرمایا وہ دونوں دوزخ میں ہیں' جب آپ ؐ نے دیکھا کہ یہ بات انہیں بہت بھاری پڑی ہے تو آپ ؐ نے فرمایا' اگر تم ان کی جگہ دیکھ لیتیں تو تم خود ان سے بے زار ہو جاتیں- حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا' اچھا جو بچہ آپ سے ہوا تھا؟ آپ ؐ نے فرمایا' سنو مومن اور ان کی اولاد جنتی ہیں اور مشرک اور ان کی اولاد جہنمی- پھر آپ ؐ نے یہ آیت پڑھی- وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ان کی اتباع ایمان کے ساتھ کی' ہم ان کی اولاد انہی کے ساتھ ملا دیں گے- یہ حدیث غریب ہے اس کی اسناد میں محمد بن عثمان راوی مجہول الحال ہیں اور ان کے شیخ زاذان نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہیں پایا واللہ اعلم-

ابوداؤد میں حدیث ہے' زندہ درگور کرنے والی اور زندہ درگور کردہ شدہ دوزخی ہیں- ابوداؤد میں یہ سند حسن مروی ہے حضرت سلمہ بن قیس اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' میں اپنے بھائی کو لئے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ حضور ﷺ ہماری ماں جاہلیت کے زمانے میں مر گئی ہیں' وہ صلہ رحمی کرنے والی اور مہمان نواز تھیں' ہماری ایک نابالغ بہن انہوں نے زندہ دفن کر دی تھی- آپ ؐ نے

فرمایا' ایسا کرنے والی اور جس کے ساتھ ایسا کیا گیا ہے' دونوں دوزخی ہیں- یہ اور بات ہے کہ وہ اسلام کو پالے اور اسے قبول کر لے-

تیسرا قول یہ ہے کہ ان کے بارے میں توقف کرنا چاہئے- کوئی فیصلہ کن بات یکطرفہ نہ کہنی چاہئے' ان کا اعتماد آپؐ کے اس فرمان پر ہے کہ ان کے اعمال کا صحیح اور پورا علم اللہ تعالیٰ کو ہے- بخاری میں ہے کہ مشرکوں کی اولاد کے بارے میں جب آپؐ سے سوال ہوا تو آپؐ نے انہی لفظوں میں جواب دیا تھا- بعض بزرگ کہتے ہیں کہ یہ اعراف میں رکھے جائیں گے- اس قول کا بھی نتیجہ یہی ہے کہ یہ جنتی ہیں اس لئے کہ اعراف کوئی رہنے سہنے کی جگہ نہیں- یہاں والے بالآخر جنت میں ہی جائیں گے- جیسے کہ سورۂ اعراف کی تفسیر میں ہم اس کی تفسیر کر آئے ہیں واللہ اعلم- یہ تو تھا اختلاف مشرکوں کی اولاد کے بارے میں لیکن مومنوں کی نابالغ اولاد کے بارے میں تو علما کا بلا اختلاف یہی قول ہے کہ وہ جنتی ہیں- جیسے کہ حضرت امام احمدؒ کا قول ہے اور یہی لوگوں میں مشہور بھی ہے اور ان شاء اللہ عزوجل ہمیں بھی یہی امید ہے- لیکن بعض علماء سے منقول ہے کہ وہ ان کے بارے میں توقف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سب بچے اللہ کی مرضی اور اس کی چاہت کے ماتحت ہیں- اہل فقہ اور اہلحدیث کی ایک جماعت اس طرف بھی گئی ہے- موطا مالک کی ابواب القدر کی حدیثوں میں بھی کچھ اسی جیسا ہے گو امام مالک کا کوئی فیصلہ اس میں نہیں- لیکن بعض متاخرین کا قول ہے کہ مسلمان بچے تو جنتی ہیں اور مشرکوں کے بچے مشیت الٰہی کے ماتحت ہیں- ابن عبدالبر نے اس بات کو اسی وضاحت سے بیان کیا ہے لیکن یہ قول غریب ہے- کتاب التذکرہ میں امام قرطبی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی یہی فرمایا ہے واللہ اعلم- اس بارے میں ان بزرگوں نے ایک حدیث یہ بھی وارد کی ہے کہ انصاریوں کے ایک بچے کے جنازے میں حضور ﷺ کو بلایا گیا تو ماں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا' اس بچے کو مرحبا ہو- یہ تو جنت کی چڑیا ہے' نہ برائی کا کوئی کام کیا نہ اس زمانے کو پہنچا' تو آپؐ نے فرمایا' اس کے سوا کچھ اور بھی اے عائشہ؟ سنو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنت اور جنتیوں کو مقرر کر دیا ہے حالانکہ وہ اپنے باپ کی پیٹھ میں تھے- اسی طرح اس نے جہنم کو پیدا کیا ہے اور اس میں جلنے والے پیدا کئے ہیں حالانکہ وہ ابھی اپنے باپ کی پیٹھ میں ہیں- مسلم اور سنن کی یہ حدیث ہے-

چونکہ یہ مسئلہ صحیح دلیل بغیر ثابت نہیں ہو سکتا اور لوگ اپنی بے علمی کے باعث بغیر ثبوت شارع کے اس میں کلام کرنے لگے ہیں' اس لئے علماء کی ایک جماعت نے اس میں کلام کرنا ہی ناپسند رکھا ہے- ابن عباس' قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق اور محمد بن حنفیہ وغیرہ کا مذہب یہی ہے- حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو منبر پر خطبے میں فرمایا تھا کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اس امت کا کام ٹھیک ٹھاک رہے گا جب تک کہ یہ بچوں کے بارے میں اور تقدیر کے بارے میں کچھ کلام نہ کریں گے (ابن حبان) امام ابن حبان کہتے ہیں' مراد اس سے مشرکوں کے بچوں کے بارے میں کلام نہ کرنا ہے- اور کتابوں میں یہ روایت حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اپنے قول سے موقوفاً مروی ہے-

وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا
فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ﴿١٦﴾

جب ہم کسی بستی کی ہلاکت کا ارادہ کر لیتے ہیں تو وہاں کے خوش حال لوگوں کو کوئی حکم دیتے ہیں' وہ اس بستی میں کھلی نافرمانی کرنے لگتے ہیں تو ان پر بات ثابت ہو جاتی ہے پھر ہم اسے تہہ وبالا کر دیتے ہیں ○

---

**تقدیر اور ہمارے اعمال:** ☆☆ (آیت:۱۶) مشہور قرات تو اَمَرنا ہے- اس امر سے مراد تقدیری امر ہے جیسے اور آیت میں ہے اَتٰھَا اَمْرُنَا یعنی وہاں ہمارا مقرر کردہ امر آ جاتا ہے رات کو یا دن کو- یاد رہے کہ اللہ برائیوں کا حکم نہیں کرتا- مطلب یہ ہے کہ وہ فحش کاریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اس وجہ سے مستحق عذاب ہو جاتے ہیں- یہ بھی معنی کئے گئے ہیں کہ ہم انہیں اپنی اطاعت کے احکام کرتے ہیں' وہ

برائیوں میں لگ جاتے ہیں- پھر ہمارا سزا کا قول ان پر راست آ جاتا ہے- جن کی قرات اَمَّرْنَا ہے وہ کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ وہاں کے سردار ہم بدکاروں کو بنا دیتے ہیں- وہ وہاں اللہ کی نافرمانیاں کرنے لگتے ہیں یہاں تک کہ عذاب الٰہی انہیں اس بستی سمیت تہس نہس کر دیتا ہے- جیسے فرمان ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِىْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا الخ ہم نے ہر بستی میں بڑے بڑے مجرم رکھے ہیں- ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں یعنی ہم ان کے دشمن بڑھا دیتے ہیں' وہاں سرکشوں کی زیادتی کر دیتے ہیں- مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے' بہتر مال جانور ہے جو زیادہ بچے دینے والا ہو یا راستہ ہے جو کھجور کے درختوں سے گھرا ہوا ہو- بعض کہتے ہیں یہ تناسب ہے جیسے کہ آپ کا قول ہے گناہ والیاں نہ کہ اجر پانے والیاں-

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا ﴿۱۷﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۱۸﴾ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۱۹﴾

ہم نے نوح کے بعد بھی بہت سی قومیں ہلاک کر دیں' تیرا رب اپنے بندوں کے گناہوں سے کافی خبردار اور خوب دیکھنے بھالنے والا ہے ○ جس کا ارادہ صرف اس جلدی والی دنیا ہی کا ہو' اسے ہم یہاں جس قدر جس کے لئے چاہیں' سردست دیتے ہیں بالآخر اس کے لئے ہم جہنم مقرر کر دیتے ہیں' جہاں وہ برے حالوں دھتکارا ہوا داخل ہو گا ○ اور جس کا ارادہ آخرت کا ہو اور جیسی کوشش اس کے لئے ہونی چاہئے وہ کرتا بھی ہو اور وہ باایمان' پس یہی لوگ ہیں جن کی کوشش کی اللہ کے ہاں پوری قدردانی کی جائے گی ○

**آل قریش سے خطاب:** ☆☆ (آیت: ۱۷) اے قریشیو! ہوش سنبھالو- میرے اس بزرگ رسول کی تکذیب کر کے بے خوف نہ ہو جاؤ- تم سے پہلے نوح علیہ السلام کے بعد کے لوگوں کو دیکھو کہ رسولوں کی تکذیب نے ان کا نام ونشان مٹا دیا- اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نوح سے پہلے کے حضرت آدم علیہ السلام تک کے لوگ دین اسلام پر تھے- پس تم اے قریشیو! کچھ ان سے زیادہ ساز وسامان اور گنتی اور طاقت والے نہیں ہو' باوجود اس کے تم اشرف الرسل خاتم الانبیاء کو جھٹلا رہے ہو- پس تم عذاب اور سزا کے زیادہ لائق ہو- اللہ تعالیٰ پر اپنے کسی بندے کا کوئی عمل پوشیدہ نہیں- خیر وشر سب اس پر ظاہر ہے کھلا چھپا سب وہ جانتا ہے ہر عمل کو خود دیکھ رہا ہے-

**طالب دنیا کی چاہت:** ☆☆ (آیت: ۱۸-۱۹) کچھ ضروری نہیں کہ طالب دنیا کی ہر ایک چاہت پوری ہی ہو' جس کا جو ارادہ اللہ پورا کرنا چاہے کر دے لیکن ہاں ایسے لوگ آخرت میں خالی ہاتھ رہ جائیں گے- یہ تو وہاں جہنم کے گڑھے میں گھرے ہوئے ہوں گے' نہایت برے حال میں ذلت وخواری میں ہوں گے- کیونکہ یہاں انہوں نے یہی کیا تھا' فانی کو باقی پر' دنیا کو آخرت پر ترجیح دی تھی اس لئے وہاں رحمت الٰہی سے دور ہیں- مسند احمد میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' دنیا اس کا گھر ہے جس کا آخرت میں گھر نہ ہو' یہ اس کا مال ہے جس کا آخرت میں مال نہ ہو' اسے وہی جمع کرتا رہتا ہے جس کے پاس اپنی گرہ کی عقل بالکل نہ ہو- ہاں جو صحیح طریقے سے طالب دار آخرت ہو جائے اور آخرت میں کام آنے والی نیکیاں سنت کے مطابق کرتا رہے اور اس کے دل میں بھی ایمان تصدیق اور یقین ہو' عذاب وثواب کے وعدے صحیح جانتا ہو' اللہ رسول کو مانتا ہو' ان کی کوشش قدردانی سے دیکھی جائے گی نیک بدلہ ملے گا-

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ۭ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ۝ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰي بَعْضٍ ۭ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ۝ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ۝ ع

ہر ایک کو ہم بہم پہنچائے جاتے ہیں انہیں بھی اور انہیں بھی تیرے پروردگار کے انعامات میں سے۔ تیرے پروردگار کی بخشش رکی ہوئی نہیں ہے ○ دیکھ لے کہ ان میں ایک کو ایک پر ہم نے کس طرح فضیلت دے رکھی ہے اور آخرت تو درجوں کی تمیز میں اور بھی بڑھ کر ہے اور فضیلت کے اعتبار سے بھی بہت بڑی ہے ○ اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ ٹھہرا کہ آخرش تو برے حالوں بے کس ہو کر بیٹھ رہے ○

حق دار کو حق دیا جاتا ہے: ☆☆ (آیت: ۲۰-۲۱) یعنی ان دونوں قسم کے لوگوں کو ایک وہ جن کا مطلب صرف دنیا ہے- دوسرے وہ جو طالب آخرت ہیں دونوں قسم کے لوگوں کو ہم بڑھاتے رہتے ہیں جس میں بھی وہ ہیں' یہ تیرے رب کی عطا ہے' وہ ایسا متصرف اور حاکم ہے جو کبھی ظلم نہیں کرتا- مستحق سعادت کو سعادت اور مستحق شقاوت کو شقاوت دے دیتا ہے- اس کے احکام کوئی رد نہیں کر سکتا' اس کے رد کئے ہوئے کو کوئی دے نہیں سکتا' اس کے ارادوں کو کوئی ٹال نہیں سکتا- تیرے رب کی نعمتیں عام ہیں نہ کسی کے روکے رکیں نہ کسی کے ہٹائے ہٹیں وہ نہ کم ہوتی ہیں نہ گھٹتی ہیں- دیکھ لو کہ دنیا میں ہم نے انسانوں کے کیسے مختلف درجے رکھے ہیں' ان میں امیر بھی ہیں فقیر بھی ہیں' درمیانہ حالت میں بھی ہیں' اچھے بھی ہیں' برے بھی ہیں اور درمیانہ درجے کے بھی- کوئی بچپن میں مرتا ہے' کوئی بوڑھا بڑا ہو کر' کوئی اس کے درمیان- آخرت درجوں کے اعتبار سے دنیا سے بھی بڑھی ہوئی ہے' کچھ تو طوق و زنجیر پہنے ہوئے جہنم کے گڑھوں میں ہوں گے' کچھ جنت کے درجوں میں ہوں گے' بلند و بالا بالا خانوں میں' نعمت و راحت' سرور و خوشی میں' پھر خود جنتیوں میں بھی درجوں کا تفاوت ہوگا' ایک ایک درجے میں زمین و آسمان کا سا تفاوت ہوگا- جنت میں ایسے ایک سو درجے ہیں- رسول اللہ ﷺ بلند درجوں والے اہل علیین کو اس طرح دیکھیں گے جیسے تم کسی چمکتے ستارے کو آسمان کی اونچائی پر دیکھتے ہو- پس آخرت درجوں اور فضیلتوں کے اعتبار سے بہت بڑی ہے- طبرانی میں ہے' جو بندہ دنیا میں جو درجہ چڑھنا چاہے گا اور اپنی خواہش میں کامیاب ہو جائے گا' وہ آخرت کا درجہ گھٹا دے گا جو اس سے بہت بڑا ہے پھر آپ نے یہی آیت پڑھی-

فاقہ اور انسان: ☆☆ (آیت: ۲۲) یہ خطاب ہر ایک مکلف سے ہے- آپ کی تمام امت کو حق تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرو- اگر ایسا کرو گے تو ذلیل ہو جاؤ گے' اللہ کی مدد ہٹ جائے گی- جس کی عبادت کرو گے' اسی کے سپرد کر دیئے جاؤ گے اور یہ ظاہر ہے کہ اللہ کے سوا کوئی نفع نقصان کا مالک نہیں' وہ واحد لاشریک ہے- مسند احمد میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' جسے فاقہ پہنچے اور وہ لوگوں سے اسے بند کروانا چاہے' اس کا فاقہ بند نہ ہوگا اور جو اللہ سے اس کی بابت دعا کرے' اللہ اس کے پاس تونگری بھیج دے گا یا تو جلدی یا دیر سے- یہ حدیث ابوداؤد ترمذی میں ہے- ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے حسن صحیح غریب بتلاتے ہیں-

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰـهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ

اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿۲۴﴾

تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ سلوک واحسان کرنا' اگر تیری موجودگی میں ان میں سے ایک یا یہ دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے اف تک نہ کہنا نہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا بلکہ ان کے ساتھ ادب واحترام سے بات چیت کرنا ○ اور عاجزی اور محبت کے ساتھ ان کے سامنے تواضع کا بازو پست رکھے رہنا اور دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان پر ایسا ہی رحم کر جیسا انہوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی ہے ○

اٹل فیصلے' محکم حکم: ☆☆ (آیت: ۲۳-۲۴) یہاں قضی معنی میں حکم فرمانے کے ہے۔ تاکیدی حکم الٰہی جو کبھی ٹلنے والا نہیں' یہی ہے کہ عبادت اللہ ہی کی ہو اور والدین کی اطاعت میں سرمو فرق نہ آئے۔ ابی ابن کعب' ابن مسعود اور ضحاک بن مزاحم کی قرات میں قضی کے بدلے وصی ہے۔ یہ دونوں حکم ایک ساتھ جیسے یہاں ہیں ایسے ہی اور بھی بہت سی آیتوں میں ہیں۔ جیسے فرمان ہے اَنِ اشْكُرْلِي وَلِوَالِدَيْكَ میرا شکر کر اور اپنے ماں باپ کا بھی احسان مند رہ۔ خصوصاً ان کے بڑھاپے کے زمانے میں ان کا پورا ادب کرنا' کوئی بری بات زبان سے نہ نکالنا یہاں تک کہ ان کے سامنے اف بھی نہ کرنا' نہ کوئی ایسا کام کرنا جو انہیں برا معلوم ہو' اپنا ہاتھ ان کی طرف بے ادبی سے نہ بڑھانا بلکہ ادب' عزت اور احترام کے ساتھ ان سے بات چیت کرنا' نرمی اور تہذیب سے گفتگو کرنا' ان کی رضامندی کے کام کرنا' دکھ نہ دینا' ستانا نہیں' ان کے سامنے تواضع' عاجزی' فروتنی اور خاکساری سے رہنا' ان کے لئے ان کے بڑھاپے میں' ان کے انتقال کے بعد دعائیں کرتے رہنا' خصوصاً یہ دعا کہ الٰہی ان پر رحم کر جیسے رحم سے انہوں نے میرے بچپن کے زمانے میں میری پرورش کی۔ ہاں ایمانداروں کو کافروں کے لئے دعا کرنا منع ہو گئی ہے گو وہ باپ ہی کیوں نہ ہوں؟

ماں باپ سے سلوک واحسان کے احکام کی حدیثیں بہت سی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے منبر پر چڑھتے ہوئے تین دفعہ آمین کہی جب آپؐ سے وجہ دریافت کی گئی تو آپؐ نے فرمایا میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا اے نبی اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے پاس تیرا ذکر ہو اور اس نے تجھ پر درود بھی نہ پڑھا ہو۔ کہئے آمین' چنانچہ میں نے آمین کہی۔ پھر فرمایا' اس شخص کی ناک بھی اللہ تعالیٰ خاک آلود کرے جس کی زندگی میں ماہ رمضان آیا اور چلا بھی گیا اور اس کی بخشش نہ ہوئی۔ آمین کہئے' چنانچہ میں نے اس پر بھی آمین کہی۔ پھر فرمایا اللہ اسے بھی برباد کرے جس نے اپنے ماں باپ کو یا ان میں سے ایک کو پالیا اور پھر بھی ان کی خدمت کر کے جنت میں نہ پہنچ سکا۔ کہئے آمین' میں نے کہا آمین۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے جس نے کسی مسلمان ماں باپ کے یتیم بچہ کو پالا اور کھلایا پلایا یہاں تک کہ وہ بے نیاز ہو گیا' اس کے لئے یقیناً جنت واجب ہے اور جس نے کسی مسلمان غلام کو آزاد کیا' اللہ اسے جہنم سے آزاد کرے گا' اس کے ایک ایک عضو کے بدلے اس کا ایک ایک عضو جہنم سے آزاد ہو گا۔ اس حدیث کی ایک سند میں ہے' جس نے اپنے ماں باپ کو یا دونوں میں سے کسی ایک کو پالیا' پھر بھی دوزخ میں گیا' اللہ اسے اپنی رحمت سے دور کرے۔ مسند احمد کی ایک روایت میں یہ تینوں چیزیں ایک ساتھ بیان ہوئی ہیں یعنی گردن آزاد کرنا' خدمت والدین اور پرورش یتیم۔ ایک روایت میں ماں باپ کی نسبت یہ بھی ہے کہ اللہ اسے دور کرے اور اسے برباد کرے الخ۔

ایک روایت میں تین مرتبہ اس کے لئے یہ بد دعا ہے۔ ایک روایت میں حضور ﷺ کا نام سن کر درود نہ پڑھنے والے اور ماہ رمضان میں بخشش اللہ سے محروم رہ جانے والے اور ماں باپ کی خدمت اور رضامندی سے جنت میں نہ پہنچنے والے کے لئے خود حضور ﷺ کا یہ بد دعا کرنا منقول ہے۔ ایک انصاری نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ میرے ماں باپ کے انتقال کے بعد بھی ان کے ساتھ میں کوئی سلوک کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا' ہاں چار سلوک۔

(۱) ان کے جنازے کی نماز۔

(۲) ان کے لئے دعا و استغفار۔

(۳) ان کے وعدوں کو پورا کرنا۔

(۴) ان کے دوستوں کی عزت کرنا اور وہ صلہ رحمی جو صرف ان کی وجہ سے ہو' یہ ہے وہ سلوک جو ان کی موت کے بعد بھی تو ان کے ساتھ کر سکتا ہے (ابوداؤد' ابن ماجہ) ایک شخص نے آ کر حضور ﷺ سے کہا' یارسول اللہ ﷺ میں جہاد کے ارادے سے آپ کی خدمت میں خوشخبری لے کر آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا تیری ماں ہے؟ اس نے کہا ہاں فرمایا! جا اسی کی خدمت میں لگا رہ' جنت اسی کے پیروں کے پاس ہے۔ دوبارہ سہ بارہ اس نے مختلف مواقع پر اپنی یہی بات دہرائی اور یہی جواب حضور ﷺ نے بھی دہرایا (نسائی' ابن ماجہ وغیرہ) فرماتے ہیں' اللہ تمہیں تمہارے باپوں کی نسبت وصیت فرماتا ہے' اللہ تمہیں تمہاری ماؤں کی نسبت وصیت فرماتا ہے۔ پچھلے جملے کو تین بار بیان فرما کر فرمایا' اللہ تمہیں تمہارے قرابت داروں کی بابت وصیت کرتا ہے سب سے زیادہ نزدیک والا پھر اس کے پاس والا (ابن ماجہ' مسند احمد) فرماتے ہیں' دینے والے کا ہاتھ اونچا ہے اپنی ماں سے سلوک کر اور اپنے باپ سے اور اپنی بہن سے اور اپنے بھائی سے پھر جو اس کے بعد ہو' اسی طرح درجہ بدرجہ (مسند احمد) بزار کی مسند میں ضعیف سند سے مروی ہے کہ ایک صاحب اپنی ماں کو اٹھائے ہوئے طواف کرا رہے تھے حضور ﷺ سے دریافت کرنے لگے کہ اب تو میں نے اپنی والدہ کا حق ادا کر دیا؟ آپ نے فرمایا ایک شمہ بھی نہیں اس کی سند میں حسن بن ابو جعفر ضعیف ہے واللہ اعلم۔

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿۲۵﴾ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاۗءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿۲۸﴾

جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے تمہارا رب بخوبی جانتا ہے' اگر تم نیک ہو تو وہ تو رجوع کرنے والوں کو بخشنے والا ہے ○ رشتے داروں کا اور مسکینوں کا اور مسافروں کا حق ادا کرتے رہو اور اسراف اور بے جا خرچ سے بچو ○ بے جا اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔ اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ہی ناشکرا ہے ○ اور اگر تجھے ان سے منہ پھیر لینا پڑے' اپنے رب کی اس رحمت کی جستجو میں جس کی تو امید رکھتا ہے تو بھی تجھے چاہئے کہ عمدگی اور نرمی سے انہیں سمجھا دے ○

**گناہ اور استغفار:** ☆☆ (آیت:۲۵) اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن سے جلدی میں اپنے ماں باپ کے ساتھ کوئی ایسی بات ہو جاتی ہے جسے وہ اپنے نزدیک عیب کی اور گناہ کی بات نہیں سمجھتے چونکہ ان کی نیت بخیر ہوتی ہے اس لئے اللہ ان پر رحمت کرتا ہے' جو ماں باپ کا فرمانبردار' نمازی ہو' اس کی خطائیں اللہ کے ہاں معاف ہیں' کہتے ہیں کہ اَوَّابِینَ وہ لوگ ہیں جو مغرب وعشا کے درمیان نوافل پڑھیں۔ بعض کہتے ہیں جو ضحیٰ کی نماز ادا کرتے رہیں' جو ہر گناہ کے بعد توبہ کر لیا کریں۔ جو جلدی سے بھلائی کی طرف لوٹ آیا کریں۔ تنہائی میں اپنے گناہوں کو یاد کر کے خلوص دل سے استغفار کر لیا کریں۔ عبید کہتے ہیں جو برابر ہر مجلس سے اٹھتے ہوئے یہ دعا پڑھ لیا کریں۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ مَآ اَصَبْتُ فِیْ مَجْلِسِیْ ھٰذَا ابن جریر فرماتے ہیں' اولیٰ قول یہ ہے کہ جو گناہ سے توبہ کر لیا کریں۔ معصیت سے طاعت کی طرف آ جایا کریں۔ اللہ کی ناپسندیدگی کے کاموں کو ترک کر کے اس کی رضامندی اور پسندیدگی کے کام کرنے لگیں۔ یہی قول بہت ٹھیک ہے کیونکہ لفظ اواب مشتق ہے ادب سے اور اس کے معنی رجوع کرنے کے ہیں جیسے عرب کہتے ہیں اب فلان اور جیسے قرآن میں ہے اِنَّ اِلَیْنَآ اِیَابَھُمْ ان کا لوٹنا ہماری ہی طرف ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ جب سفر سے لوٹتے تو فرماتے اٰئِبُوْنَ تَآئِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ لوٹنے والے توبہ کرنے والے' عبادتیں کرنے والے' اپنے رب کی ہی تعریفیں کرنے والے۔

**ماں باپ سے حسن سلوک کی تاکید:** ☆☆ (آیت:۲۶-۲۸) ماں باپ کے ساتھ سلوک واحسان کا حکم دے کر اب قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔ حدیث میں ہے: اپنی ماں سے سلوک کر اور اپنے باپ سے پھر جو زیادہ قریب ہو اور جو زیادہ قریب ہو اور حدیث میں ہے جو اپنے رزق کی اور اپنی عمر کی ترقی چاہتا ہو' اسے صلہ رحمی کرنی چاہئے۔ بزار میں ہے' اس آیت کے اترتے ہی رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو بلا کر فدک عطا فرمایا۔ اس حدیث کی سند صحیح نہیں۔ اور واقعہ بھی کچھ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا اس لئے کہ یہ آیت مکیہ ہے اور اس وقت تک باغ فدک حضور ﷺ کے قبضے میں نہ تھا۔ ۶ھ میں خیبر فتح ہوا تب باغ فدک آپ کے قبضے میں آیا۔ پس یہ قصہ اس پر پورا نہیں اترتا۔ مساکین اور مسافرین کی پوری تفسیر سورہ برات میں گزر چکی ہے یہاں دہرانے کی چنداں ضرورت نہیں۔ خرچ کا حکم کر کے پھر اسراف سے منع فرماتا ہے۔ نہ تو انسان کو بخیل ہونا چاہئے نہ مسرف بلکہ درمیانہ درجہ رکھے۔ جیسے اور آیت میں ہے وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا الخ' یعنی ایماندار اپنے خرچ میں نہ تو حد سے گزرتے ہیں نہ بالکل ہاتھ روک لیتے ہیں۔ پھر اسراف کی برائی بیان فرماتا ہے کہ ایسے لوگ شیطان جیسے ہیں۔ تبذیر کہتے ہیں غیر حق میں خرچ کرنے کو۔ اپنا کل مال بھی اگر راہ للہ دے دے تو یہ تبذیر و اسراف نہیں اور غیر حق میں تھوڑا سا بھی دے تو مبذر ہے۔ بنو تمیم کے ایک شخص نے حضور ﷺ سے کہا' یا رسول اللہ ﷺ میں مالدار آدمی ہوں اور اہل وعیال' کنبے قبیلے والا ہوں تو مجھے بتائیے کہ میں کیا روش اختیار کروں؟ آپؐ نے فرمایا اپنے مال کی زکوٰۃ الگ کر اس سے تو پاک صاف ہو جائے گا۔ اپنے رشتے داروں سے سلوک کر' سائل کا حق پہنچاتا رہ اور پڑوسی اور مسکین کا بھی۔ اس نے کہا حضور ﷺ اور تھوڑے الفاظ میں پوری بات سمجھا دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا' قرابت داروں' مسکینوں اور مسافروں کا حق ادا کر اور بے جا خرچ نہ کر۔ اس نے کہا حَسْبِیَ اللّٰہُ اچھا حضور ﷺ جب میں آپ کے قاصد کو زکوٰۃ ادا کر دوں تو اللہ ورسول کے نزدیک میں بری ہو گیا؟ آپؐ نے فرمایا' ہاں جب تو نے میرے قاصد کو دے دیا تو تو بری ہو گیا اور تیرے لئے جو اجر ثابت ہو گیا' اب جو اسے بدل ڈالے' اس کا گناہ اس کے ذمے ہے۔ یہاں فرمان ہے کہ اسراف اور بیوقوفی اور اللہ کی اطاعت کے ترک اور نافرمانی کے ارتکاب کی وجہ سے مسرف لوگ شیطان کے بھائی بن جاتے ہیں۔ شیطان میں یہی بدخصلت ہے کہ وہ رب کی نعمتوں کا ناشکرا' اس کی اطاعت کا تارک' اسی کی نافرمانی اور مخالفت کا عامل ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ ان قرابت داروں' مسکینوں

مسافروں میں سے کوئی بھی تجھ سے کچھ سوال کر بیٹھے اور اس وقت تیرے ہاتھ تلے کچھ نہ ہو اور اس وجہ سے تجھے ان سے منہ پھیر لینا پڑے تو بھی جواب نرم دے کہ بھائی جب اللہ ہمیں دے گا' ان شاءاللہ ہم آپ کے حق نہ بھولیں گے وغیرہ۔

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا ﴿٢٩﴾ إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ﴿٣٠﴾

ع ۸

اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ اسے بالکل ہی کھول دیا کر کہ پھر ملامت کیا ہوا اور پچھتاتا ہوا بیٹھ جائے ○ یقیناً تیرا رب جس کے لئے چاہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور تنگ بھی' یقیناً وہ اپنے بندوں سے باخبر اور خوب دیکھنے والا ہے ○

میانہ روی کی تعلیم: ☆☆ ( آیت:۲۹-۳۰ ) حکم ہو رہا ہے کہ اپنی زندگی میں اپنی میانہ روش رکھو' نہ بخیل بنو' نہ مسرف۔ ہاتھ گردن سے نہ باندھ لو یعنی بخیل نہ بنو کہ کسی کو نہ دو۔ یہودیوں نے بھی اسی محاورے کو استعمال کیا ہے اور کہا ہے کہ اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ ان پر اللہ کی لعنتیں نازل ہوں کہ یہ اللہ کو بخیلی کی طرف منسوب کرتے تھے۔ جس سے اللہ تعالیٰ کریم و وہاب پاک اور بہت دور ہے۔ پس بخل سے منع کر کے پھر اسراف سے روکتا ہے کہ اتنا کھل نہ کھیلو کہ اپنی طاقت سے زیادہ دے ڈالو۔ پھر ان دونوں حکموں کا سبب بیان فرماتا ہے کہ بخیلی سے تو ملامتی بن جاؤ گے ہر ایک کی انگلی اٹھے گی کہ یہ بڑا بخیل ہے' ہر ایک دور ہو جائے گا کہ یہ محض بے فیض آدمی ہے۔ جیسے زہیر نے اپنے معلقہ میں کہا ہے وَمَنْ كَانَ ذَامَالٍ وَّيَبْخَلْ بِمَالِهٖ عَلٰى قَوْمِهٖ يُسْتَغْنَ عَنْهُمْ وَيُذَمَّمْ یعنی جو مالدار ہو کر بخیلی کرے لوگ اس سے بے نیاز ہو کر اس کی برائی کرتے ہیں۔ پس بخیلی کی وجہ سے انسان برا بن جاتا ہے اور لوگوں کی نظروں سے گر جاتا ہے' ہر ایک اسے ملامت کرنے لگتا ہے اور جو حد سے زیادہ خرچ کر گزرتا ہے' وہ تھک کر بیٹھ جاتا ہے اس کے ہاتھ میں کچھ نہیں رہتا۔ ضعیف اور عاجز ہو جاتا ہے جیسے کوئی جانور جو چلتے چلتے تھک جائے۔ اور راستے میں اڑ جائے لفظ حَسِیْرٌ سورہ تبارک میں بھی آیا ہے۔ پس یہ بطور لف ونشر کے ہے۔

صحیحین کی حدیث میں ہے' بخیل اور سخی کی مثال ان دو شخصوں جیسی ہے جن پر دو لوہے کے جبے ہوں' سینے سے گلے تک' سخی تو جوں جوں خرچ کرتا ہے' اس کی کڑیاں ڈھیلی ہوتی جاتی ہیں اور اس کے ہاتھ کھلتے جاتے ہیں اور وہ جبہ بڑھ جاتا ہے یہاں تک کہ اس کی پوریوں تک پہنچ جاتا ہے اور اس کے اثر کو مٹاتا ہے اور بخیل جب کبھی خرچ کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے جبے کی کڑیاں اور سمٹ جاتی ہیں۔ وہ ہر چند اسے وسیع کرنا چاہتا ہے لیکن اس میں کوئی گنجائش نہیں نکلتی۔ صحیحین میں ہے کہ آپ نے حضرت اسما بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا' اللہ کی راہ میں خرچ کرتی رہ' جمع نہ رکھا کر ورنہ اللہ بھی روک لے گا' بند باندھ کر روک نہ لیا کر ورنہ پھر اللہ بھی رزق کا منہ بند کر لے گا۔ ایک اور روایت میں ہے' شمار کر کے نہ رکھا کر ورنہ اللہ تعالیٰ بھی گنتی کر کے روک لے گا۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تو راہ اللہ میں خرچ کیا کر' اللہ تعالیٰ تجھے دیتا رہے گا۔ صحیحین میں ہے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں ہر صبح دو فرشتے آسمان سے اترتے ہیں' ایک دعا کرتا ہے کہ الٰہی سخی کو بدلہ دے اور دوسرا دعا کرتا ہے کہ بخیل کا مال تلف کر۔ مسلم شریف میں ہے صدقے خیرات سے کسی کا مال نہیں گھٹتا اور ہر سخاوت کرنے والے کو اللہ ذی عزت کر دیتا ہے اور جو شخص اللہ کے حکم کی وجہ سے دوسروں سے عاجزانہ برتاؤ کرے اللہ اسے بلند درجے کا کر دیتا ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے طمع سے بچو' اسی نے تم سے اگلے لوگوں کو ہلاک کیا ہے' طمع کا پہلا حکم یہ ہوتا ہے کہ بخیلی کرو' انہوں نے بخیلی کی پھر اس نے انہیں صلہ رحمی توڑنے کو کہا انہوں نے یہ بھی کیا پھر فسق و فجور کا حکم دیا یہ اس پر بھی کار بند

ہوئے۔ بیہقی میں ہے جب انسان خیرات کرتا ہے ستر شیطانوں کے جبڑے ٹوٹ جاتے ہیں۔ مسند کی حدیث میں ہے' درمیانہ خرچ رکھنے والا کبھی فقیر نہیں ہوتا۔ پھر فرماتا ہے کہ رزق دینے والا' کشادگی کرنے والا' تنگی میں ڈالنے والا' اپنی مخلوق میں اپنی حسب منشا ہیر پھیر کرنے والا' جسے چاہے غنی اور جسے چاہے فقیر کرنے والا' اللہ ہی ہے۔ ہر بات میں اس کی حکمت ہے' وہی اپنی حکمتوں کا علیم ہے' وہ خوب جانتا ہے اور دیکھتا ہے کہ مستحق امارت کون ہے اور مستحق فقیری کون ہے؟ حدیث قدسی میں ہے میرے بعض بندے وہ ہیں کہ فقیری ہی کے قابل ہیں اگر میں انہیں امیر بنا دوں تو ان کا دین تباہ ہو جائے اور میرے بعض بندے ایسے بھی ہیں جو امیری کے لائق ہیں اگر میں انہیں فقیر بنا دوں تو ان کا دین بگڑ جائے۔ ہاں یہ یاد رہے کہ بعض لوگوں کے حق میں امیری اللہ کی طرف سے ڈھیل کے طور پر ہوتی ہے اور بعضوں کے لئے فقیری بطور عذاب ہوتی ہے۔ اللہ تعالٰی ہمیں ان دونوں سے بچائے۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ﴿۳۱﴾ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾

مفلسی کے خوف سے اپنی اولادوں کو نہ مار ڈالا کرو' ان کو اور تم کو ہم ہی روزیاں دیتے ہیں' یقیناً ان کا قتل کرنا کبیرہ گناہ ہے ○ خبردار زنا کے قریب بھی نہ پھٹکنا کیونکہ وہ بڑی بے حیائی ہے اور بہت ہی بری راہ ہے ○

**قتل اولاد کی مذمت:** ☆☆ (آیت:۳۱) دیکھو اللہ تعالٰی اپنے بندوں پر بہ نسبت ان کے ماں باپ کے بھی زیادہ مہربان ہے۔ ایک طرف ماں باپ کو حکم دیتا ہے کہ اپنا مال اپنے بچوں کو بطور ورثے کے دو اور دوسری جانب فرماتا ہے کہ انہیں مار نہ ڈالا کرو۔ جاہلیت کے لوگ نہ تو لڑکیوں کو ورثہ دیتے تھے نہ ان کا زندہ رکھنا پسند کرتے تھے بلکہ دختر کشی ان کی قوم کا ایک عام رواج تھا۔ قرآن اس نافرجام رواج کی تردید کرتا ہے کہ یہ خیال کس قدر بودا ہے کہ انہیں کھلائیں گے کہاں سے؟ کسی کی روزی کسی کے ذمہ نہیں۔ سب کا روزی رساں اللہ تعالٰی ہی ہے۔ سورہ انعام میں فرمایا وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ فقیری اور تنگدستی کے خوف سے اپنی اولاد کی جان نہ لیا کرو۔ تمہیں اور انہیں روزیاں دینے والے ہم ہیں۔ ان کا قتل جرم عظیم اور گناہ کبیرہ ہے۔ خطا کی دوسری قرات خطاء ہے دونوں کے معنی ایک ہی ہیں۔ صحیحین میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے پوچھا' یا رسول اللہ ﷺ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا یہ کہ تو کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرائے حالانکہ اسی اکیلے نے تجھے پیدا کیا ہے۔ میں نے پوچھا اس کے بعد؟ فرمایا یہ کہ تو اپنی اولاد کو اس خوف سے مار ڈالے کہ وہ تیرے ساتھ کھائیں گے۔ میں نے کہا اس کے بعد؟ فرمایا یہ کہ تو اپنی پڑوسن سے زنا کاری کرے۔

**کبیرہ گناہوں سے ممانعت:** ☆☆ (آیت:۳۲) زنا کاری اور اس کے اردگرد کی تمام سیاہ کاریوں سے قرآن روک رہا ہے زنا کو شریعت نے کبیرہ اور بہت سخت گناہ بتایا ہے وہ بدترین طریقہ اور نہایت بری راہ ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک نوجوان نے زنا کاری کی اجازت آپؐ سے چاہی لوگ اس پر جھک پڑے کہ چپ رہ کیا کر رہا ہے' کیا کہہ رہا ہے۔ آپؐ نے اسے اپنے قریب بلا کر فرمایا' بیٹھ جا' جب وہ بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا' کیا تو اس کام کو اپنی ماں کے لئے پسند کرتا ہے؟ اس نے کہا' نہیں اللہ کی قسم نہیں یا رسول اللہ ﷺ مجھے آپ پر اللہ فدا کرے' ہرگز نہیں۔ آپؐ نے فرمایا' پھر سوچ لے کہ کوئی اور کیسے پسند کرے گا؟ آپ نے فرمایا اچھا تو اسے اپنی بیٹی کے لئے پسند کرتا ہے؟ اس نے اسی طرح تاکید سے انکار کیا۔ آپؐ نے فرمایا' ٹھیک اسی طرح کوئی بھی اسے اپنی بیٹیوں کے لئے پسند نہیں کرتا' اچھا اپنی بہن کے لئے اسے تو پسند

کرے گا؟ اس نے اسی طرح انکار کیا' آپؐ نے فرمایا' اسی طرح دوسرے بھی اپنی بہنوں کے لئے اسے مکروہ سمجھتے ہیں - بتا کیا تو چاہے گا کہ کوئی تیری پھوپھی سے ایسا کرے؟ اس نے اسی سختی سے انکار کیا - آپؐ نے فرمایا' اسی طرح کوئی اور بھی اسے اپنی پھوپھی کے لئے نہ چاہے گا' اچھا اپنی خالہ کے لئے؟ اس نے کہا' ہرگز نہیں' فرمایا' اسی طرح اور سب لوگ بھی - پھر آپ نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھ کر دعا کی کہ الٰہی اس کے گناہ بخش' اس کے دل کو پاک کر' اسے عصمت والا بنا - پھر تو یہ حالت تھی کہ یہ نوجوان کسی کی طرف نظر بھی نہ اٹھاتا - ابن ابی الدنیا میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' شرک کے بعد کوئی گناہ زنا کاری سے بڑھ کر نہیں کہ آدمی اپنا نطفہ کسی ایسے رحم میں ڈالے جو اس کیلئے حلال نہیں -

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۗ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِفْ فِي الْقَتْلِ ۖ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا ﴿٣٣﴾

اور کسی جان کو جس کا مارنا اللہ نے حرام کر دیا ہے' ہرگز ناحق قتل نہ کرنا' اور جو شخص مظلوم ہونے کی صورت میں مار ڈالا جائے' ہم نے اس کے وارثوں کو غلبہ اور طاقت دے رکھی ہے - پس اسے چاہئے کہ مار ڈالنے میں زیادتی نہ کرے' بے شک وہ مدد کیا گیا ہے O

ناحق قتل: ☆☆ (آیت: ۳۳) بغیر حق شرعی کے کسی کو قتل کرنا حرام ہے - بخاری و مسلم میں ہے جو مسلمان اللہ کے واحد ہونے کی اور محمد ﷺ کے رسول ہونے کی شہادت دیتا ہو' اس کا قتل تین باتوں کے سوا حلال نہیں - یا تو اس نے کسی کو قتل کیا ہو یا شادی شدہ ہو اور پھر زنا کیا ہو یا دین کو چھوڑ کر جماعت کو چھوڑ دیا ہو - سنن میں ہے ساری دنیا کا فنا ہو جانا اللہ کے نزدیک ایک مومن کے قتل سے زیادہ آسان ہے - اگر کوئی شخص ناحق دوسرے کے ہاتھوں قتل کیا گیا ہے تو اس کے وارثوں کو اللہ تعالیٰ نے قاتل پر غالب کر دیا ہے - اسے قصاص لینے اور دیت لینے اور بالکل معاف کر دینے میں سے ایک کا اختیار ہے - ایک عجیب بات یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کریمہ کے عموم سے حضرت معاویہؓ کی سلطنت پر استدلال کیا ہے کہ وہ بادشاہ بن جائیں گے اس لئے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ولی آپ ہی تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتہائی مظلومی کے ساتھ شہید کئے گئے تھے - حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قاتلان حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طلب کرتے تھے کہ ان سے قصاص لیں اس لئے کہ یہ بھی اموی تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اموی تھے - حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس میں ذرا ڈھیل کر رہے تھے - ادھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مطالبہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ تھا کہ ملک شام ان کے سپرد کر دیں - حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں تاوقتیکہ آپ قاتلان عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ دیں' میں ملک شام کو آپ کی زیر حکومت نہ کروں گا چنانچہ آپ نے مع کل اہل شام کے بیعت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انکار کر دیا - اس جھگڑے نے طول پکڑا اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام کے حکمران بن گئے -

معجم طبرانی میں یہ روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رات کی گفتگو میں ایک دفعہ فرمایا کہ آج میں تمہیں ایک بات سناتا ہوں نہ تو وہ ایسی پوشیدہ ہے نہ ایسی علانیہ - حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جو کچھ کیا گیا' اس وقت میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشورہ دیا کہ آپ یکسوئی اختیار کر لیں واللہ اگر آپ کسی پتھر میں بھی چھپے ہوئے ہوں گے تو نکال لئے جائیں گے لیکن انہوں نے میری نہ مانی - اب ایک اور سنو اللہ کی قسم معاویہ تم پر بادشاہ ہو جائیں گے اس لئے کہ اللہ کا فرمان ہے جو مظلوم مار ڈالا جائے' ہم اس کے وارثوں کو غلبہ اور طاقت دیتے ہیں - پھر انہیں قتل کے بدلے میں قتل میں حد سے نہ گزرنا چاہئے الخ' سنو یہ قریشی تو تمہیں فارس و روم کے

طریقوں پر آمادہ کر دیں گے اور سنو تم پر نصاریٰ اور یہود اور مجوسی کھڑے ہو جائیں گے اس وقت جس نے معروف کو تھام لیا' اس نے نجات پا لی اور جس نے چھوڑ دیا اور افسوس کہ تم چھوڑنے والوں میں سے ہی ہو تو مثل ایک زمانے والوں کے ہوؤ گے کہ وہ بھی ہلاک ہونے والوں میں ہلاک ہو گئے۔ اب فرمایا ولی کو قتل کے بدلے میں حد سے نہ گزر جانا چاہئے کہ وہ قتل کے ساتھ مثلہ کرے۔ کان' ناک کاٹے یا قاتل کے سوا اور سے بدلہ لے۔ ولی مقتول شریعت' غلبے اور مقدرت کے لحاظ سے ہر طرح مدد کیا گیا ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ۚ وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ ۖ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ﴿٣٤﴾ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿٣٥﴾

یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ بجز اس طریقے کے جو بہت ہی بہتر ہو یہاں تک کہ وہ اپنی بلوغت کو پہنچ جائے اور وعدے پورے کیا کرو' کیونکہ قول و قرار کی باز پرس ہونے والی ہے ○ اور جب ناپنے لگو تو بھر پور پیمانے سے ناپو اور سیدھی ترازو سے تولا کرو' یہی بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی بہت اچھا ہے ○

**یتیم کا مال:** ☆☆ (آیت: ۳۴-۳۵) یتیم کے مال میں بدنیتی سے ہیر پھیر نہ کرو' ان کے مال ان کی بلوغت سے پہلے صاف کر ڈالنے کے ناپاک ارادوں سے بچو۔ جس کی پرورش میں یہ یتیم بچے ہوں' اگر وہ خود مالدار ہے تب تو اسے ان یتیموں کے مال سے بالکل الگ رہنا چاہئے اور اگر وہ فقیر محتاج ہے تو خیر بقدر معروف کھا لے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے' حضور ﷺ نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا' میں تجھے بہت کمزور دیکھ رہا ہوں اور تیرے لئے وہی پسند فرماتا ہوں جو خود اپنے لئے چاہتا ہوں۔ خبردار کبھی دو شخصوں کا والی نہ بننا اور نہ کبھی یتیم کے مال کا متولی بننا۔ پھر فرماتا ہے' وعدہ وفائی کیا کرو' جو وعدے وعید جو لین دین ہو جائے اس کی پاسبانی کرو' اس کی بابت قیامت کے دن جواب دہی ہوگی۔ ناپ پیمانہ پورا پورا بھر کر دیا کرو۔ لوگوں کو ان کی چیز گھٹا کر کم نہ دو۔ قسطاس کی دوسری قرات قسطاس بھی ہے۔ پھر حکم ہوتا ہے بغیر پاسنگ کی صحیح وزن بتانے والی سیدھی ترازو سے بغیر ڈنڈی مارے تولا کرو' دونوں جہان میں تم سب کے لئے یہی بہتری ہے دنیا میں بھی یہ تمہارے لین دین کی رونق ہے اور آخرت میں بھی یہ تمہارے چھٹکارے کی دلیل ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' اے تاجرو تمہیں ان دو چیزوں کو سونپا گیا ہے جن کی وجہ سے تم سے پہلے کے لوگ برباد ہو گئے یعنی ناپ تول' نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی حرام پر قدرت رکھتے ہوئے صرف خوف الٰہی سے اسے چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اسی دنیا میں اسے اس سے بہتر چیز عطا فرمائے گا۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۚ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ﴿٣٦﴾ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا ﴿٣٧﴾ كُلُّ ذَٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا ﴿٣٨﴾

جس بات کی تجھے خبر ہی نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑ' کیونکہ کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے ○ زمین میں اکڑ کر نہ چلا کر کہ نہ تو

تو زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ لمبائی میں پہاڑوں کو پہنچ سکتا ہے O ان سب کاموں کی برائی تیرے رب کے نزدیک سخت ناپسند ہے O

**بلا تحقیق فیصلہ نہ کرو:** ☆☆ (آیت: ۳۶) یعنی جس بات کا علم نہ ہو اس میں زبان نہ ہلاؤ- بغیر علم کے کسی کی عیب جوئی اور بہتان بازی نہ کرو- جھوٹی شہادتیں نہ دیتے پھرو- بن دیکھے نہ کہہ دیا کرو کہ میں نے دیکھا' نہ بے سنے سنا بیان کرو' نہ بے علمی پر اپنا جاننا بیان کرو- کیونکہ ان تمام باتوں کی جواب دہی اللہ کے ہاں ہوگی- غرض وہم وخیال اور گمان کے طور پر کچھ کہنا منع ہو رہا ہے- جیسے فرمان قرآن ہے اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ کہ زیادہ گمان سے بچو- بعض گمان گناہ ہیں- حدیث میں ہے' گمان سے بچو' گمان بدترین جھوٹی بات ہے- ابو داؤد کی حدیث میں ہے انسان کا یہ تکیہ کلام بہت ہی برا ہے کہ لوگ خیال کرتے ہیں- اور حدیث میں ہے بدترین بہتان یہ ہے کہ انسان جھوٹ موٹ کوئی خواب گھڑ لے اور صحیح حدیث میں ہے' جو شخص ایسا خواب از خود گھڑ لے' قیامت کے دن اسے یہ تکلیف دی جائے گی کہ وہ دو جو کے درمیان گرہ لگائے اور یہ اس سے ہرگز نہیں ہونا- قیامت کے دن آنکھ' کان' دل سب سے باز پرس ہوگی' سب کو جواب دہی کرنی ہو گی- یہاں تِلْكَ کی جگہ اُولٰٓئِكَ کا استعمال ہے- عرب میں یہ استعمال برابر جاری ہے یہاں تک کہ شاعروں کے شعروں میں بھی-

**تکبر کے ساتھ چلنے کی ممانعت:** ☆☆ (آیت: ۳۷-۳۸) اکڑ کر' اترا کر' تکبر کے ساتھ چلنے سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو منع فرماتا ہے- یہ عادت سرکش اور مغرور لوگوں کی ہے- پھر اسے نیچا دکھانے کے لئے فرماتا ہے کہ گو کتنے ہی بلند سر ہو کر چلو لیکن پہاڑ کی بلندی سے پست ہی رہو گے اور گو کیسے ہی کھٹ پٹ کرتے ہوئے پاؤں مار مار کر چلو لیکن زمین کو پھاڑنے سے رہے- بلکہ ایسے لوگوں کا حال برعکس ہوتا ہے جیسے کہ حدیث میں ہے کہ ایک شخص چادر جوڑے میں اتراتا ہوا چلا جا رہا تھا جو وہیں زمین میں دھنسا دیا گیا جو آج تک دھنستا ہوا چلا جا رہا ہے- قرآن میں قارون کا قصہ موجود ہے کہ وہ مع اپنے محلات کے زمین دوز کر دیا گیا- ہاں تواضع' نرمی' فروتنی اور عاجزی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ بلند کرتا ہے- وہ اپنے آپ کو حقیر سمجھتا ہے اور لوگ اسے جلیل القدر سمجھتے ہیں اور تکبر کرنے والا اپنے تئیں بڑا آدمی سمجھتا ہے اور لوگوں کی نگاہوں میں وہ ذلیل وخوار ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ اسے کتوں اور سوروں سے بھی زیادہ حقیر جانتے ہیں- امام ابو بکر بن ابی الدنیا رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب الخمول والتواضع میں لائے ہیں کہ ابن الاہیم دربار منصور میں جا رہا تھا ریشمی جبہ پہنے ہوئے تھا اور پنڈلیوں کے اوپر سے اسے دوہرا سلوایا تھا کہ نیچے سے قبا بھی دکھائی دیتی رہے اور اکڑتا اینٹھتا جا رہا تھا-

حضرت حسن رحمتہ اللہ علیہ نے اسے اس حالت میں دیکھ کر فرمایا افوہ نک چڑھا' بل کھایا' رخساروں پھولا' اپنے ڈنڈ بازو دیکھتا' اپنے تئیں تولتا' سمتوں کے ذکر وشکر کو بھولا' رب کے احکام کو چھوڑے ہوئے' حق اللہ کو توڑا' دیوانوں کی چال چلتا' عضو عضو میں کسی کی دی ہوئی نعمت رکھتا' شیطان کی لعنت کا مارا ہوا دیکھو جا رہا ہے- ابن الاہیم نے سن لیا اور اسی وقت لوٹ آیا اور عذر بہانہ کرنے لگا- آپ نے فرمایا' مجھ سے معذرت کیا کرتا ہے' اللہ تعالیٰ سے توبہ کر اور اسے ترک کر- کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا وَلَا تَمْشِ فِى الْاَرْضِ مَرَحًا الخ- عابد بختری رحمتہ اللہ علیہ نے آل علی میں سے ایک شخص کو اکڑتے ہوئے چلتا دیکھ کر فرمایا' اے شخص جس نے تجھے یہ اکرام دیا ہے' اس کی روش ایسی نہ تھی- اس نے اسی وقت توبہ کر لی- ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ایسے شخص کو دیکھ کر فرمایا کہ شیطان کے یہی بھائی ہوتے ہیں- حضرت خالد بن معدان رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' لوگو اکڑ اکڑ کر چلنا چھوڑو اس لئے کہ انسان ----- (اصل عربی میں کچھ عبارت غائب ہے) اس کا ہاتھ اس کے باقی جسم سے (ابن ابی الدنیا)- ابن ابی الدنیا میں حدیث ہے کہ جب میری امت غرور اور تکبر کی چال چلنے لگے گی اور فارسیوں اور رومیوں کو اپنی خدمت میں لگائے گی تو اللہ تعالیٰ ایک کو ایک پر مسلط کر دے گا- سَيِّئُهٗ کی دوسری

قرات سَیِّئُہٗ ہے تو معنی یہ ہوئے کہ جن جن کاموں سے ہم نے تمہیں روکا ہے' یہ سب کام نہایت برے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ناپسندیدہ ہیں۔ یعنی اپنی اولاد کو قتل نہ کرو سے لے کر اکڑ کر نہ چلو تک کے تمام کام۔ اور سیئۃ کی قرات پر مطلب یہ ہے کہ وَ قَضٰی رَبُّکَ سے یہاں تک جو حکم احکام اور جو ممانعت اور روک بیان ہوئی' اس میں جن برے کاموں کا ذکر ہے' وہ سب اللہ کے نزدیک مکروہ کام ہیں۔ امام ابن جریر رحمتہ اللہ علیہ نے یہی توجیہہ بیان فرمائی ہے۔

ذٰلِکَ مِمَّآ اَوْحٰٓی اِلَیْکَ رَبُّکَ مِنَ الْحِکْمَةِ ؕ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰی فِیْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۳۹﴾ اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِیْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِیْمًا ﴿۴۰﴾ وَ لَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِیَذَّكَّرُوْا ؕ وَمَا یَزِیْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴿۴۱﴾

یہ بھی منجملہ اس وحی کے ہے جو تیری جانب رب نے حکمت سے اتاری ہے' تو اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ بنانا کہ ملامت خوردہ اور راندہ درگاہ ہو کر دوزخ میں ڈال دیا جائے ○ کیا بیٹوں کے لئے تو اللہ نے تمہیں چھانٹ لیا اور خود اپنے لئے فرشتوں کو لڑکیاں بنا لیں؟ بے شک تم بہت بڑا بول بول رہے ہو ○ ہم نے تو اس قرآن میں ہر ہر طرح بیان فرما دیا کہ لوگ سمجھ جائیں لیکن اس پر بھی انہیں تو نفرت ہی بڑھتی رہتی ہے ○

**ذلیل کن عادتیں:** ☆☆ (آیت:۳۹) یہ احکام ہم نے دیئے ہیں۔ سب بہترین اوصاف ہیں اور جن باتوں سے ہم نے روکا ہے' وہ بڑی ذلیل خصلتیں ہیں۔ ہم یہ سب باتیں تیری طرف بذریعہ وحی کے نازل فرما رہے ہیں کہ تو لوگوں کو حکم دے اور منع کرے۔ دیکھ میرے ساتھ کسی کو معبود نہ ٹھہرانا ورنہ وہ وقت آئے گا کہ خود اپنے تئیں ملامت کرنے لگے گا اور اللہ کی طرف سے بھی ملامت ہوگی بلکہ تمام اور مخلوق کی طرف سے بھی اور تو ہر بھلائی سے دور کر دیا جائے گا۔ اس آیت میں بواسطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی امت سے خطاب ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو معصوم ہیں۔

**مجرمانہ سوچ پر تبصرہ:** ☆☆ (آیت:۴۰) ملعون مشرکوں کی تردید ہو رہی ہے کہ یہ تم نے خوب تقسیم کی ہے کہ بیٹے تمہارے اور بیٹیاں اللہ کی۔ جو تمہیں ناپسند' جن سے تم جلو کڑھو بلکہ زندہ درگور کر دو' انہیں اللہ کے لئے ثابت کرو۔ اور آیتوں میں بھی ان کا یہ کمینہ پن بیان ہوا ہے کہ یہ کہتے ہیں اللہ رحمان کی اولاد ہے حقیقتاً ان کا یہ قول نہایت ہی برا ہے بہت ممکن ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جائے' زمین شق ہو جائے' پہاڑ چورا چورا ہو جائیں کہ یہ اللہ رحمان کی اولاد ٹھہرا رہے ہیں حالانکہ اللہ کو یہ کسی طرح لائق ہی نہیں۔ زمین و آسمان کی کل مخلوق اس کی غلام ہے۔ سب اس کے شمار میں ہیں اور گنتی میں اور ایک ایک اس کے سامنے قیامت کے دن تنہا پیش ہونے والا ہے۔

**دلائل کے ساتھ ہدایت:** ☆☆ (آیت:۴۱) اس پاک کتاب میں ہم نے تمام مثالیں کھول کھول کر بیان فرما دی ہیں۔ وعدے وعید صاف طور پر مذکور ہیں تاکہ لوگ برائیوں سے اور اللہ کی نافرمانیوں سے بچیں۔ لیکن تاہم ظالم لوگ تو حق سے نفرت رکھنے اور اس سے دور بھاگنے میں ہی بڑھ رہے ہیں۔

قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِى الْعَرْشِ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴿۴۳﴾ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۚ وَاِنْ مِّنْ شَىْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۚ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾

کہہ دے کہ اگر اللہ کے ساتھ اور معبود بھی ہوتے جیسے کہ یہ لوگ کہتے ہیں تو ضرور وہ اب تک تو مالک عرش کی جانب راہ ڈھونڈ نکالتے ○ جو کچھ یہ کہتے ہیں اس سے وہ پاک اور بالاتر' بہت دور اور بہت بلند ہے ○ ساتوں آسمان اور زمین اور جو بھی ان میں ہے' سب اسی کی تسبیح کر رہے ہیں' ایسی کوئی چیز نہیں جو اسے پاکیزگی اور تعریف کے ساتھ یاد نہ کرتی ہو۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ تم ان کی تسبیح سمجھ نہیں سکتے' وہ بڑا بردبار اور بخشنے والا ہے ○

**لوگو عقل کے ناخن لو:** ☆☆ (آیت: ۴۲-۴۳) جو مشرک اللہ کے ساتھ اوروں کی بھی عبادت کرتے ہیں اور انہیں شریک الہ مانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ انہی کی وجہ سے ہم قرب الٰہی حاصل کر سکتے ہیں ان سے کہو کہ اگر تمہارا یہ گمان فاسد کچھ بھی جان رکھتا ہوتا اور اللہ کے ساتھ واقعی کوئی ایسے معبود ہوتے کہ وہ جسے چاہیں قرب الٰہی دلوادیں اور جس کی جو چاہیں سفارش کر دیں تو خود وہ معبود ہی اس کی عبادت کرتے۔ اس کا قرب ڈھونڈتے۔ پس تمہیں صرف اسی کی عبادت کرنی چاہیے' نہ اس کے سوا دوسرے کی عبادت' نہ دوسرے معبود کی کوئی ضرورت کہ اللہ میں اور تم میں وہ واسطہ بنے۔ اللہ کو یہ واسطے سخت ناپسند اور مکروہ معلوم ہوتے ہیں اور ان سے وہ انکار کرتا ہے۔ اپنے تمام نبیوں رسولوں کی زبان سے اس سے منع فرماتا ہے۔ اس کی ذات ظالموں کے بیان کردہ اس وصف سے بالکل پاک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ان آلودگیوں سے ہمارا مولا پاک ہے' وہ احد اور صمد ہے' وہ ماں باپ اور اولاد سے پاک ہے' اس کی جنس کا کوئی نہیں۔

**سبحان العلی الاعلی:** ☆☆ (آیت: ۴۴) ساتوں آسمان و زمین اور ان میں بسنے والی کل مخلوق اس کی قدوسیت' تسبیح' تنزیہ' تعظیم' جلالت' بزرگی' بڑائی پاکیزگی اور تعریف بیان کرتی ہے اور مشرکین جو نکمے اور باطل اوصاف ذات الٰہی کے لئے مانتے ہیں' ان سے یہ تمام مخلوق برات کا اظہار کرتی ہے اور اس کی الوہیت اور ربوبیت میں اسے واحد اور لاشریک مانتی ہے۔ ہر ہستی اللہ کی توحید کی زندہ شہادت ہے۔ ان نالائق لوگوں کے اقوال سے مخلوق تکلیف میں ہے۔ قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائے' زمین دھنس جائے' پہاڑ ٹوٹ جائیں۔

طبرانی میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو مقام ابراہیم اور زمزم کے درمیان سے جبرائیل و میکائیل مسجد اقصیٰ تک شب معراج میں لے گئے۔ جبرئیل آپ کے دائیں تھے اور میکائیل بائیں۔ آپ کو ساتوں آسمان تک اڑا لے گئے۔ وہاں سے آپ لوٹے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے بلند آسمانوں میں بہت سی تسبیحوں کے ساتھ یہ تسبیح سنی کہ سَبَّحَتِ السَّمٰوٰتُ الْعُلٰى مِنْ ذِي الْمُهَابَةِ مُشْفِقَاتٍ الذِّي الْعُلُوِّ بِمَا عَلَا سُبْحَانَ الْعَلِيِّ الْاَعْلٰى سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰى مخلوق میں سے ہر ایک چیز اس کی پاکیزگی اور تعریف بیان کرتی ہے۔ لیکن اے لوگو! تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے اس لئے کہ وہ تمہاری زبان میں نہیں۔ حیوانات' نباتات' جمادات سب اس کی تسبیح خواں ہیں۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری میں ثابت ہے کہ کھانا کھاتے میں کھانے کی تسبیح ہم سنتے رہتے تھے۔ ابوذر والی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی مٹھی میں چند کنکریاں لیں' میں نے خود سنا کہ وہ شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح اللہ کی تسبیح کر رہی تھیں۔ اسی طرح

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں بھی۔ یہ حدیث صحیح میں اور مسندوں میں مشہور ہے۔ کچھ لوگوں کو حضور ﷺ نے اپنی اونٹنیوں اور جانوروں پر سوار کھڑے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ سواری سلامتی کے ساتھ لو اور پھر اچھائی سے چھوڑ دیا کرو' راستوں اور بازاروں میں اپنی سواریوں کو لوگوں سے باتیں کرنے کی کرسیاں نہ بنالیا کرو۔ سنو بہت سی سواریاں اپنے سواروں سے بھی زیادہ ذکر اللہ کرنے والی اور ان سے بھی بہتر افضل ہوتی ہیں۔ (مسند احمد) سنن نسائی میں ہے کہ حضور ﷺ نے مینڈک کے مار ڈالنے کو منع فرمایا اور فرمایا اس کا بولنا اللہ کی تسبیح ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ لا الہ الا اللہ کا کلمہ اخلاص کہنے کے بعد ہی کسی کی نیکی قابل قبول ہوتی ہے۔ الحمد للہ کلمہ شکر ہے اس کا نہ کہنے والا ناشکرا ہے۔ اللہ اکبر زمین و آسمان کی فضا بھر دیتا ہے۔ سبحان اللہ کا کلمہ مخلوق کی تسبیح ہے۔ اللہ نے کسی مخلوق کو تسبیح اور نماز کے اقرار سے باقی نہیں چھوڑا۔ جب کوئی لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھتا ہے تو اللہ فرماتا ہے میرا بندہ مطیع ہوا اور مجھے سونپا۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک اعرابی طیالسی جبہ پہنے ہوئے جس میں ریشمی کف اور ریشمی گھنڈیاں تھیں' آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اس شخص کا ارادہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ چرواہوں کے لڑکوں کو اونچا کرے اور سرداروں کے لڑکوں کو ذلیل کرے۔ آپ کو غصہ آ گیا اور اس کا دامن گھسیٹتے ہوئے فرمایا کہ تجھے میں جانوروں کا لباس پہنے ہوئے تو نہیں دیکھتا؟ پھر حضور ﷺ واپس چلے آئے اور بیٹھ کر فرمانے لگے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت اپنے بچوں کو بلا کر فرمایا کہ میں تمہیں بطور وصیت کے دو حکم دیتا ہوں اور دو ممانعت۔ ایک تو میں تمہیں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنے سے منع کرتا ہوں۔ دوسرے تکبر سے روکتا ہوں اور پہلے حکم تو تمہیں یہ کرتا ہوں کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتے رہو اس لئے کہ اگر آسمان اور زمین اور ان میں کی تمام چیزیں ترازو کے پلڑے میں رکھ دی جائیں اور دوسرے میں صرف یہی کلمہ ہو تو بھی یہی کلمہ وزنی رہے گا۔ سو اگر تمام آسمان و زمین ایک حلقہ بنا دیئے جائیں اور ان پر اس کو رکھ دیا جائے تو وہ انہیں پاش پاش کر دے' دوسرا حکم میرا سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ پڑھنے کا ہے کہ یہ ہر چیز کی نماز ہے اور اسی کی وجہ سے ہر ایک کو رزق دیا جاتا ہے۔ ابن جریر میں ہے کہ آپ نے فرمایا' آؤ میں تمہیں بتلاؤں کہ حضرت نوح علیہ اسلام نے اپنے لڑکے کو کیا حکم دیا۔ فرمایا کہ پیارے بچے میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ سبحان اللہ کہا کرو۔ یہ کل مخلوق کی تسبیح ہے اور اسی سے مخلوق کو روزی دی جاتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہر چیز اس کی تسبیح وحمد بیان کرتی ہے اس کی اسناد بوجہ اودی راوی کے ضعیف ہے۔ عکرمہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' ستون' درخت' دروازوں کی چولیں' ان کے کھلنے اور بند ہونے کی آواز' پانی کی کھڑکھڑاہٹ یہ سب اللہ کی تسبیح ہے اللہ فرماتا ہے کہ ہر چیز حمد وثنا کے بیان میں مشغول ہے۔ ابراہیم کہتے ہیں' طعام بھی تسبیح خوانی کرتا ہے سورہ حج کی آیت بھی اس کی شہادت دیتی ہے۔ اور مفسرین کہتے ہیں کہ ہر ذی روح چیز تسبیح خواں ہے جیسے حیوانات اور نباتات۔

ایک مرتبہ حضرت حسن رحمتہ اللہ علیہ کے پاس خوان آیا تو ابو یزید قاشی نے کہا کہ اے ابوسعید کیا یہ خوان بھی تسبیح گو ہے آپ نے فرمایا' ہاں تھا۔ مطلب یہ ہے کہ جب تک تر لکڑی کی صورت میں تھا' تسبیح گو تھا' جب کٹ کر سوکھ گیا تسبیح جاتی رہی۔ اس قول کی تائید میں اس حدیث سے بھی مدد لی جا سکتی ہے کہ حضور ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرتے ہیں فرماتے ہیں انہیں عذاب کیا جا رہا ہے اور کسی بڑی چیز میں نہیں' ایک تو پیشاب کے وقت پردے کا خیال نہیں کرتا تھا' اور دوسرا چغل خور تھا۔ پھر آپ نے ایک تر ٹہنی لے کر اس کے دو ٹکڑے کر کے دو قبروں پر گاڑ دیئے اور فرمایا کہ شاید جب تک یہ خشک نہ ہوں' ان کے عذاب میں تخفیف رہے (بخاری و مسلم) اس سے بعض علماء نے کہا ہے کہ جب تک یہ تر رہیں گی' تسبیح پڑھتی رہیں گی' جب خشک ہو جائیں گی' تسبیح بند ہو جائے گی واللہ اعلم۔ اللہ تعالیٰ حلیم وغفور ہے اپنے گنہگاروں کو سزا کرنے میں جلدی نہیں کرتا' تاخیر کرتا ہے' ڈھیل دیتا ہے پھر بھی اگر کفر وفسق پر اڑا رہے تو اچانک عذاب مسلط کر دیتا ہے۔ صحیحین میں ہے' اللہ

تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے' پھر جب مواخذہ کرتا ہے تو نہیں چھوڑتا- دیکھو قرآن میں ہے کہ جب تیرا رب کسی بستی کے لوگوں کو ان کے مظالم پر پکڑتا ہے تو پھر ایسی ہی پکڑ ہوتی ہے الخ اور آیت میں ہے کہ بہت سی ظالم بستیوں کو ہم نے مہلت دی پھر آخرش پکڑ لیا- اور آیت میں ہے وَ کَاَیِّنۡ مِّنۡ قَرۡیَۃٍ اَمۡلَیۡتُ لَھَا وَھِیَ ظَالِمَۃٌ الخ ہاں جو گناہوں سے رک جائے' ان سے ہٹ جائے' توبہ کرے تو اللہ بھی اس پر رحم اور مہربانی کرتا ہے- جیسے آیت قرآن میں ہے' جو شخص برائی کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے' پھر استغفار کرے تو تو اللہ کو بخشنے والا اور مہربان پائے گا- سورہ فاطر کے آخر کی آیتوں میں یہی بیان ہے-

وَاِذَا قَرَاۡتَ الۡقُرۡاٰنَ جَعَلۡنَا بَیۡنَکَ وَبَیۡنَ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَۃِ حِجَابًا مَّسۡتُوۡرًا ﴿۴۵﴾ وَّجَعَلۡنَا عَلٰی قُلُوۡبِہِمۡ اَکِنَّۃً اَنۡ یَّفۡقَہُوۡہُ وَفِیۡۤ اٰذَانِہِمۡ وَقۡرًا ؕ وَاِذَا ذَکَرۡتَ رَبَّکَ فِی الۡقُرۡاٰنِ وَحۡدَہٗ وَلَّوۡا عَلٰۤی اَدۡبَارِہِمۡ نُفُوۡرًا ﴿۴۶﴾

تو جب قرآن پڑھتا ہے' ہم تیرے اور ان لوگوں کے درمیان جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے' ایک پوشیدہ حجاب ڈال دیتے ہیں ○ اور ان کے دلوں پر ہم پردے ڈال دیتے ہیں کہ اسے سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ' اور جب تو صرف اللہ ہی کا ذکر اس کی توحید کے ساتھ اس قرآن میں کرتا ہے تو وہ روگردانی کرتے پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں ○

کفار کا ایک نفسیاتی تجزیہ: ☆☆ (آیت: ۴۵-۴۶) فرماتا ہے کہ قرآن کی تلاوت کے وقت ان کے دلوں پر پردے پڑ جاتے ہیں' کوئی اثر ان کے دلوں تک نہیں پہنچتا- وہ حجاب انہیں چھپا لیتا ہے یہاں مستور ساتر کے معنی میں ہے جیسے میمون اور مشئوم معنی میں یامن اور شائم کے ہیں- وہ پردے گو بہ ظاہر نظر نہ آئیں لیکن ہدایت میں اور ان میں وہ حد فاصل ہو جاتے ہیں- مسند ابو یعلی موصلی میں ہے کہ سورہ تبت یدا کے اترنے پر عورت ام جمیل شور مچاتی دھاری دار پتھر ہاتھ میں لئے یہ کہتی ہوئی آئی کہ اس مذمم کو ہم ماننے والے نہیں ہمیں اس کا دین ناپسند ہے' ہم اس کے فرمان کے مخالف ہیں- اس وقت رسول کریم ﷺ بیٹھے ہوئے تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس تھے- کہنے لگے حضور ﷺ یہ آ رہی ہے اور آپ کو دیکھ لے گی- آپؐ نے فرمایا' بے فکر رہو- یہ مجھے نہیں دیکھ سکتی اور آپؐ نے اس سے بچنے کے لئے تلاوت قرآن شروع کر دی- یہی آیت تلاوت فرمائی- وہ آئی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھنے لگی کہ میں نے سنا ہے' تمہارے نبی ﷺ نے میری ہجو کی ہے' آپؐ نے فرمایا' نہیں' رب کعبہ کی قسم تیری کوئی ہجو حضور ﷺ نے نہیں کی' وہ یہ کہتی ہوئی لوٹی کہ تمام قریش جانتے ہیں کہ میں ان کے سردار کی لڑکی ہوں- اکنہ کنان کی جمع ہے- اس پردے نے ان کے دلوں کو ڈھک رکھا ہے جس سے یہ قرآن سمجھ نہیں سکتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے' جس سے وہ قرآن اس طرح سن نہیں سکتے کہ انہیں فائدہ پہنچے- اور جب تو قرآن میں اللہ کی وحدانیت کا ذکر پڑھتا ہے تو یہ بے طرح بھاگ کھڑے ہوتے ہیں- نفور جمع ہے نافر کی جیسے قاعد کی جمع قعود آتی ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ مصدر بغیر فعل ہو واللہ اعلم- جیسے اور آیت میں ہے کہ اللہ واحد کے ذکر سے بے ایمانوں کے دل اچاٹ ہو جاتے ہیں- مسلمانوں کا لا الہ الا اللہ کہنا مشرکوں پر بہت گراں گزرتا تھا- ابلیس اور اس کا لشکر اس سے بہت چڑتا تھا- اس کے دبانے کی پوری کوشش کرتا تھا لیکن اللہ کا ارادہ ان کے برخلاف اسے بلند کرنے اور عزت دینے اور پھیلانے کا تھا- یہی وہ کلمہ ہے کہ اس کا قائل فلاح پاتا ہے- اس کا عامل مدد دیا جاتا ہے- دیکھ لو

اس جزیرے کے حالات تمہارے سامنے ہیں کہ یہاں سے وہاں تک یہ پاک کلمہ پھیل گیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد شیطانوں کا بھاگنا ہے گو بات یہ ٹھیک ہے اللہ کے ذکر سے اذان سے تلاوت قرآن سے شیطان بھاگتا ہے لیکن اس آیت کی یہ تفسیر کرنا غرابت سے خالی نہیں۔

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖۤ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ وَاِذْ هُمْ نَجْوٰۤى اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۴۷﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۴۸﴾

اسے سننے کے وقت ان کی نیتوں سے ہم خوب آگاہ ہیں۔ جب یہ تیری طرف کان لگائے ہوئے ہوتے ہیں تب بھی اور جب یہ مشورہ کرتے ہیں تب بھی جب کہ یہ ظالم کہتے ہیں کہ تم تو اس کی تابعداری میں لگے ہوئے ہو جس پر جادو کر دیا گیا ہے ○ دیکھ تو سہی کہ تیری کیا کیا مثالیں بیان کرتے پھرتے ہیں اور بہک رہے ہیں۔ اب تو راہ پانا ان کے بس میں نہیں رہا ○

---

**سرداران کفر کا المیہ :** ☆☆ (آیت: ۴۷-۴۸) سرداران کفر جو آپس میں باتیں بناتے تھے وہ آنحضرت ﷺ کو پہنچائی جا رہی ہیں کہ آپ تو تلاوت میں مشغول ہوتے ہیں یہ چپکے چپکے کہا کرتے ہیں کہ اس پر کسی نے جادو کر دیا ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ مطلب ہو کہ یہ تو ایک انسان ہے جو کھانے پینے کا محتاج ہے۔ گو یہ لفظ اسی معنی میں شعر میں بھی ہے اور امام ابن جریرؒ نے اسی کو ٹھیک بھی بتلایا ہے لیکن ہے یہ غور طلب۔ ان کا ارادہ اس موقع پر اس کہنے سے یہ تھا کہ خود یہ جادو میں مبتلا ہے کوئی ہے جو اسے اس موقع پر کچھ پڑھا جاتا ہے۔ کافر لوگ طرح طرح کے وہم آپ کی نسبت ظاہر کرتے تھے کوئی کہتا آپ شاعر ہیں کوئی کہتا کاہن ہیں کوئی مجنوں بتلاتا کوئی جادوگر وغیرہ۔ اس لئے فرماتا ہے کہ دیکھو یہ کیسے بہک رہے ہیں کہ حق کی جانب آ ہی نہیں سکتے۔ سیرۃ محمد بن اسحاق میں ہے کہ ابوسفیان بن حرب ابوجہل بن ہشام اخنس بن شریق رات کے وقت اپنے اپنے گھروں سے کلام اللہ شریف حضور ﷺ کی زبانی سننے کے لئے نکلے۔ آپ اپنے گھر میں رات کو نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ لوگ آ کر چپ چاپ چھپ کر ادھر ادھر بیٹھ گئے۔ ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی رات کو سنتے رہے فجر ہوتے وقت یہاں سے چلے اتفاقاً راستے میں سب کی آپس میں ملاقات ہو گئی ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے اور کہنے لگے اب سے یہ حرکت نہ کرنا ورنہ اور لوگ تو بالکل اسی کے ہو جائیں گے۔ لیکن رات کو پھر یہ تینوں آ گئے اور اپنی اپنی جگہ بیٹھ کر قرآن سننے میں رات گزاری۔ صبح واپس چلے راستے میں مل گئے پھر سے کل کی باتیں دوہرائیں اور آج پختہ ارادہ کیا کہ اب سے ایسا کام ہرگز کوئی نہ کرے گا۔ تیسری رات پھر یہی ہوا اب کے انہوں نے کہا آؤ عہد کر لیں کہ اب نہیں آئیں گے چنانچہ قول و قرار کر کے جدا ہوئے۔

صبح کو اخنس اپنی لاٹھی سنبھالے ابوسفیان کے گھر پہنچا اور کہنے لگا ابوحنظلہ مجھے بتاؤ تمہاری اپنی رائے آنحضرت ﷺ کی بابت کیا ہے؟ اس نے کہا ابوثعلبہ جو آیتیں قرآن کی میں نے سنی ہیں ان میں سے بہت سی آیتوں کا تو مطلب میں جان گیا لیکن بہت سی آیتوں کی مراد مجھے معلوم نہیں ہوئی۔ اخنس نے کہا واللہ میرا بھی یہی حال ہے۔ یہاں سے ہو کر اخنس ابوجہل کے پاس پہنچا۔ اس سے بھی یہی سوال کیا اس نے کہا سنئے۔ شرافت و سرداری کے بارے میں ہمارا بنو عبد مناف سے مدت کا جھگڑا چلا آتا ہے انہوں نے کھلایا تو ہم نے بھی کھلانا شروع کر دیا۔ انہوں نے سواریاں دیں تو ہم نے بھی انہیں سواریوں کے جانور دیئے۔ انہوں نے لوگوں کے ساتھ سلوک کئے اور ان انعامات میں ہم نے بھی ان سے پیچھے رہنا پسند نہ کیا۔ اب جب کہ تمام باتوں میں وہ اور ہم برابر رہے اس دوڑ میں جب وہ بازی لے جا نہ سکے تو جھٹ سے

انہوں نے کہہ دیا کہ ہم میں نبوت ہے، ہم میں ایک شخص ہے جس کے پاس آسمانی وحی آتی ہے اب بتاؤ اس کو ہم کیسے مان لیں؟ واللہ نہ اس پر ہم ایمان لائیں گے نہ کبھی اسے سچا کہیں گے۔ اسی وقت اخنس اسے چھوڑ کر چل دیا۔

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۴۹﴾ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ﴿۵۰﴾ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ؕ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ؕ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴿۵۱﴾ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۵۲﴾

کہنے لگے کہ کیا جب کہ ہم ہڈیاں اور مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم نئی پیدائش میں پھر دوبارہ اٹھا کر کھڑے کر دیئے جائیں گے؟ ○ جواب دے کہ تم پتھر بن جاؤ یا لوہا یا کوئی اور ایسی خلقت جو تمہارے دلوں میں بہت ہی سخت معلوم ہو ○ اب یہ پوچھیں گے کہ کون ہے جو دوبارہ ہماری زندگی لوٹائے؟ تو جواب دے کہ وہی اللہ جس نے تمہیں اول بار پیدا کیا' اس پر وہ اپنے سر ہلا ہلا کر تجھ سے دریافت کریں گے کہ اچھا یہ ہے کب؟ تو جواب دے کہ کیا عجب کہ وہ قریب ہی آن لگی ہو؟ ○ جس دن وہ تمہیں بلائے گا' تم اس کی تعریف کرتے ہوئے تعمیل ارشاد کرو گے اور گمان کرنے لگو گے کہ تمہارا رہنا بہت ہی تھوڑا ہوا ○

---

سب دوبارہ پیدا ہوں گے: ☆☆ (آیت: ۴۹-۵۲) کافر جو قیامت کے قائل نہ تھے اور مرنے کے بعد کے جینے کو محال جانتے تھے' وہ بطور انکار پوچھا کرتے تھے کہ کیا ہم جب ہڈی اور مٹی ہو جائیں گے' غبار بن جائیں گے' کچھ نہ رہیں گے' بالکل مٹ جائیں گے' پھر بھی نئی پیدائش سے پیدا ہوں گے؟ سورہ نازعات میں ان منکروں کا قول بیان ہوا ہے کہ کیا ہم مرنے کے بعد الٹے پاؤں زندگی میں لوٹائے جائیں گے؟ اور وہ بھی ایسی حالت میں کہ ہماری ہڈیاں بھی گل سڑ گئی ہوں؟ بھئی یہ تو بڑے ہی خسارے کی بات ہے۔ سورہ یٰسین میں ہے کہ یہ ہمارے سامنے مثالیں بیان کرنے بیٹھ گیا اور اپنی پیدائش کو فراموش کر گیا۔ الخ۔ پس انہیں جواب دیا جاتا ہے کہ ہڈیاں تو کیا تم خواہ پتھر بن جاؤ خواہ لوہا بن جاؤ۔ خواہ اس سے بھی زیادہ سخت چیز بن جاؤ مثلاً پہاڑ یا زمین یا آسمان بلکہ تم خود موت ہی کیوں نہ بن جاؤ' اللہ پر تمہارا جلانا مشکل نہیں' جو چاہو ہو جاؤ' دوبارہ اٹھو گے ضرور۔ حدیث میں ہے کہ بھیڑیئے کی صورت میں موت کو قیامت کے دن جنت و دوزخ کے درمیان لایا جاتا ہے اور دونوں سے کہا جائے گا کہ اسے پہچانتے ہو؟ سب کہیں گے ہاں' پھر اسے وہیں ذبح کر دیا جائے گا اور منادی ہو جائے گی کہ اے جنتیو اب دوام ہے موت نہیں اور اے جہنمیو! اب ہمیشہ قیام ہے' موت نہیں۔

یہاں فرمان ہے کہ یہ پوچھتے ہیں کہ اچھا جب ہم ہڈیاں اور چورا ہو جائیں یا پتھر اور لوہا ہو جائیں گے یا جو ہم چاہیں اور جو بڑی سے بڑی سخت چیز ہو وہی ہم ہو جائیں تو یہ تو بتلاؤ کہ کس کے اختیار میں ہے کہ اب ہمیں پھر سے اس زندگی کی طرف لوٹا دے؟ ان کے اس سوال اور بے جا اعتراض کے جواب میں تو انہیں سمجھا کہ تمہیں لوٹانے والا تمہارا سچا خالق اللہ تعالیٰ ہے جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا ہے جب کہ تم کچھ نہ تھے پھر اس پر دوسری بار کی پیدائش کیا گراں ہے بلکہ بہت آسان ہے تم خواہ کچھ بھی بن جاؤ۔ یہ جواب چونکہ لاجواب ہے' بھونچکے تو ہو جائیں گے لیکن پھر بھی اپنی شرارت سے باز نہ آئیں گے' بدعقیدگی نہ چھوڑیں گے اور بطور مذاق سر ہلاتے ہوئے کہیں گے کہ اچھا یہ ہو گا کب؟

سچے ہو تو وقت کا تعین کر دو۔ بے ایمانوں کا یہ شیوہ ہے کہ وہ جلدی مچاتے رہتے ہیں۔ ہاں ہے تو وہ وقت قریب ہی‘ تم اس کے لئے انتظار کرلو‘ غفلت نہ برتو اس کے آنے میں کوئی شک نہیں‘ آنے والی چیز کو آئی ہوئی سمجھا کرو۔ اللہ کی ایک آواز کے ساتھ ہی تم زمین سے نکل کھڑے ہو گے۔ ایک آنکھ جھپکانے کی دیر بھی تو نہ لگے گی۔ اللہ کے فرمان کے ساتھ ہی تم سے میدان محشر پر ہو جائے گا۔ قبروں سے اٹھ کر اللہ کی تعریفیں کرتے ہوئے اس کے احکام کی بجا آوری میں کھڑے ہو جاؤ گے۔ حمد کے لائق وہی ہے‘ تم اس کے حکم سے اور ارادے سے باہر نہیں ہو۔ حدیث میں ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے والوں پر ان کی قبر میں کوئی وحشت نہیں ہو گی گویا کہ میں انہیں دیکھ رہا ہوں کہ وہ قبروں سے اٹھ رہے ہیں‘ اپنے سر سے مٹی جھاڑتے ہوئے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ کہیں گے کہ اللہ کی حمد ہے جس نے ہم سے غم دور کر دیا۔ سورہ فاطر کی تفسیر میں یہ بیان آ رہا ہے۔ ان شاء اللہ

اس وقت تمہارا یقین ہو گا کہ تم بہت ہی کم مدت دنیا میں رہے گویا صبح یا شام‘ کوئی کہے گا دس دن‘ کوئی کہے گا ایک دن‘ کوئی سمجھے گا ایک ساعت ہی۔ سوال پر یہی کہیں گے کہ ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ہی اور اس پر قسمیں کھائیں گے۔ اسی طرح دنیا میں بھی اپنے جھوٹ پر قسمیں کھاتے رہے تھے۔

وَقُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ﴿۵۳﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ؕ اِنْ یَّشَاْ یَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ یَّشَاْ یُعَذِّبْكُمْ ؕ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ وَكِیْلًا ﴿۵۴﴾ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰی بَعْضٍ وَّاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾

میرے بندوں سے کہہ دے کہ وہ بہت ہی اچھی بات منہ سے نکالا کریں کیونکہ شیطان آپس میں فساد ڈلوا تا رہتا ہے‘ بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے ○ تمہارا رب تم سے بہ نسبت تمہارے بھی بہت زیادہ جاننے والا ہے‘ وہ اگر چاہے تو تم پر رحم کر دے چاہے تمہیں سزا دے۔ ہم نے تجھے ان کا ذمہ دار ٹھہرا کر نہیں بھیجا ○ آسمان و زمین میں جو بھی ہیں‘ تیرا رب سب کو بخوبی جانتا ہے‘ ہم نے بعض پیغمبروں کو بعض پر بہتری اور برتری دے رکھی ہے۔ داؤد کو زبور ہم نے ہی عطا فرمائی ہے ○

**مسلمانو ایک دوسرے کا احترام کرو:** ☆☆ (آیت: ۵۳) اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ آپ مومن بندوں سے فرما دیں کہ وہ اچھے لفظوں اور بہتر فقروں اور تہذیب سے کلام کرتے رہیں ورنہ شیطان ان کے آپس میں سر پھٹول اور برائی ڈلوا دے گا۔ لڑائی جھگڑے شروع ہو جائیں گے۔ وہ انسان کا دشمن ہے۔ گھات میں لگا رہتا ہے‘ اسی لئے حدیث میں مسلمان بھائی کی طرف کسی ہتھیار سے اشارہ کرنا بھی حرام ہے کہ کہیں شیطان اسے لگا نہ دے اور یہ جہنمی نہ بن جائے۔ ملاحظہ ہو مسند احمد۔ حضور ﷺ نے لوگوں کے ایک مجمع میں فرمایا کہ سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں‘ کوئی کسی پر ظلم وستم نہ کرے‘ کوئی کسی کو بے عزت نہ کرے پھر آپ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا‘ تقویٰ یہاں ہے۔ جو دو شخص آپس میں دینی دوست ہوں‘ پھر ان میں جدائی ہو جائے‘ اسے ان میں سے جو بیان کرے وہ بیان کرنے والا برا ہے۔ وہ بدتر ہے۔ وہ نہایت شریر ہے (مسند)

افضل الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام: ☆☆ (آیت:۵۴-۵۵) تمہارا رب تم سے بخوبی واقف ہے وہ ہدایت کے مستحق لوگوں کو بخوبی جانتا ہے۔ وہ جس پر چاہتا ہے رحم کرتا ہے اپنی اطاعت کی توفیق دیتا ہے اور اپنی جانب جھکا لیتا ہے۔ اسی طرح جسے چاہے بداعمالی پر پکڑ لیتا ہے اور سزا دیتا ہے۔ ہم نے تجھے ان کا ذمہ دار نہیں بنایا' تیرا کام صرف ہوشیار کر دینا ہے' تیری ماننے والے جنتی ہوں گے اور نہ ماننے والے دوزخی بنیں گے۔ زمین و آسمان کے تمام انسان' جنات' فرشتوں کا اسے علم ہے۔ ہر ایک کے مراتب کا اسے علم ہے' ایک کو ایک پر فضیلت ہے۔ نبیوں میں بھی درجے ہیں' کوئی کلیم اللہ ہے' کوئی بلند درجہ ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ نبیوں میں فضیلتیں قائم نہ کیا کرو اس سے مطلب صرف تعصب اور نفس پرستی سے اپنے طور پر فضیلت قائم کرنا ہے نہ یہ کہ قرآن و حدیث سے ثابت شدہ فضیلت سے بھی انکار جو فضیلت جس نبی کی از روئے دلیل ثابت ہو جائے گی' اس کا ماننا واجب ہے۔

مانی ہوئی بات ہے کہ تمام انبیا سے رسول افضل ہیں اور رسولوں میں پانچ اولوالعزم رسول سب سے افضل ہیں جن کا نام سورۃ احزاب کی آیت میں ہے یعنی محمد' نوح' ابراہیم' موسیٰ' عیسیٰ' صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین۔ سورہ شوریٰ کی آیت شَرَعَ لَكُمْ الخ میں بھی ان پانچوں کے نام موجود ہیں۔ جس طرح یہ سب چیزیں ساری امت مانتی ہے' اسی طرح بغیر اختلاف کے یہ بھی ثابت ہے کہ ان میں بھی سب سے افضل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام' پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا کہ مشہور ہے' ہم نے اس کے دلائل اور جگہ تفصیل سے بیان کئے ہیں واللہ الموفق۔ پھر فرماتا ہے ہم نے داؤد پیغمبر علیہ السلام کو زبور دی۔ یہ بھی ان کی فضیلت اور شرف کی دلیل ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے' حضور ﷺ فرماتے ہیں' حضرت داؤد علیہ السلام پر قرآن اتنا آسان کر دیا گیا تھا کہ جانور پر زین کسی جائے' اتنی سی دیر میں آپ قرآن پڑھ لیا کرتے تھے۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ۝٥٦ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ۭ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ۝٥٧

کہہ دے کہ اللہ کے سوا جنہیں تم معبود سمجھ رہے ہو انہیں پکارو لیکن نہ تو وہ تم سے کسی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں نہ بدل سکتے ہیں ○ جنہیں یہ لوگ پکارتے رہتے ہیں' خود وہ اپنے رب کی نزدیکی کی جستجو میں رہتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ نزدیک ہو جائے' وہ خود اس کی رحمت کی امیدواری میں لگے رہتے ہیں اور اس کے عذاب سے خوف زدہ ہو رہے ہیں' بات بھی یہی ہے کہ تیرے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہی ہے ○

---

وسیلہ یا قرب الٰہی: ☆☆ (آیت:۵۶-۵۷) اللہ کے سوا اوروں کی عبادت کرنے والوں سے کہئے کہ تم انہیں خوب پکار کر دیکھ لو کہ آیا وہ تمہارے کچھ بھی کام آ سکتے ہیں؟ نہ ان کے بس کی یہ بات ہے کہ مشکل کشائی کریں نہ یہ بات کہ اسے کسی اور پر ٹال دیں وہ محض بے بس ہیں' قادر اور طاقت والا صرف اللہ واحد ہی ہے۔ مخلوق کا خالق اور سب کا حکمران وہی ہے۔ یہ مشرک کہا کرتے تھے کہ ہم فرشتوں' مسیح اور عزیر کی عبادت کرتے ہیں۔ ان کے معبود تو خود اللہ کی نزدیکی کی جستجو میں ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ جن جنات کی یہ مشرکین پرستش کرتے تھے' وہ خود مسلمان ہو گئے تھے۔ لیکن یہ اب تک اپنے کفر پر جمے ہوئے ہیں۔ اس لئے انہیں خبردار کیا گیا کہ تمہارے معبود خود اللہ کی طرف جھک گئے۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں' یہ جن فرشتوں کی ایک قسم سے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام' حضرت مریم علیہ

السلام' حضرت عزیر علیہ السلام' سورج' چاند' فرشتے سب قرب اللہ کی تلاش میں ہیں۔ ابن جریر فرماتے ہیں' ٹھیک مطلب یہ ہے کہ جن جنوں کو یہ پوجتے تھے' آیت میں وہی مراد ہیں کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام وغیرہ کا زمانہ تو گزر چکا تھا اور فرشتے پہلے ہی سے عابد اللہ تھے تو مراد یہاں بھی جنات ہیں۔ وسیلہ کے معنی قربت و نزدیکی کے ہیں جیسے کہ حضرت قتادہ رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے۔ یہ سب بزرگ اسی دھن میں ہیں کہ کون اللہ سے زیادہ نزدیکی حاصل کرلے؟ وہ اللہ کی رحمت کے خواہاں اور اس کے عذاب سے ترساں ہیں۔ حقیقت میں بغیر ان دونوں باتوں کے عبادت نامکمل ہے۔ خوف گناہوں سے روکتا ہے اور امید اطاعت پر آمادہ کرتی ہے۔ درحقیقت اس کے عذاب ڈرنے کے لائق ہیں۔ اللہ ہمیں بچائے۔

وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ۭ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۵۸﴾ وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ۭ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ۭ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ﴿۵۹﴾

جتنی بھی بستیاں ہیں' ہم قیامت کے دن سے پہلے پہلے یا تو انہیں ہلاک کردینے والے ہیں یا سخت تر سزا دینے والے ہیں۔ یہ تو کتاب میں لکھا جاچکا ہے ○ ہمیں نشانات کے نازل کرنے سے روک صرف اسی کی ہے کہ اگلے لوگ انہیں جھٹلا چکے ہیں۔ ہم نے ثمودیوں کو بطور نشان کے اونٹنی دی لیکن انہوں نے اس پر ظلم کیا' ہم تو لوگوں کو صرف دھمکانے کے لئے ہی نشانات بھیجتے ہیں ○

---

(آیت:۵۸) وہ نوشتہ جو لوح محفوظ میں لکھ دیا گیا ہے' وہ حکم جو جاری کردیا گیا ہے' اس کا بیان اس آیت میں ہے کہ گنہگاروں کی بستیاں یقیناً ویران کردی جائیں گی یا ان کے گناہوں کی وجہ سے تباہی کے قریب ہو جائیں گی' اس میں ہماری جانب سے کوئی ظلم نہ ہوگا بلکہ ان کے اپنے کرتوت کا خمیازہ ہوگا' ان کے اعمال کا وبال ہوگا' رب کی آیتوں اور اس کے رسولوں سے سرکشی کرنے کا پھل ہوگا۔

**عجیب وغریب مانگ:** ☆☆ (آیت:۵۹) حضور ﷺ کے زمانے کے کافروں نے آپ سے کہا کہ حضرت آپؐ کے پہلے کے انبیاء میں سے بعض کے تابع ہوا تھی' بعض مردوں کو زندہ کردیا کرتے تھے' وغیرہ۔ اب اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم بھی آپؐ پر ایمان لائیں تو آپؐ اس صفا پہاڑ کو سونے کا کردیجئے۔ ہم آپ کی سچائی کے قائل ہو جائیں گے۔ آپؐ پر وحی آئی کہ اگر آپؐ کی بھی یہی خواہش ہو تو میں اس پہاڑ کو ابھی سونے کا بنا دیتا ہوں لیکن یہ خیال رہے کہ اگر پھر بھی یہ ایمان نہ لائے تو اب انہیں مہلت نہ ملے گی۔ فی الفور عذاب آجائے گا اور تباہ کردیئے جائیں گے۔ اور اگر آپ کو انہیں تاخیر دینے اور سوچنے کا موقع دینا منظور ہے تو میں ایسا کروں۔ آپؐ نے فرمایا' الٰہی میں انہیں باقی رکھنے میں ہی خوش ہوں۔ مسند میں اتنا اور بھی ہے کہ انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ باقی کی اور پہاڑیاں یہاں سے کھسک جائیں تاکہ ہم یہاں کھیتی باڑی کر سکیں۔ الخ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اور روایت میں ہے کہ آپؐ نے دعا مانگی جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا آپؐ کا پروردگار آپؐ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر آپؐ چاہیں تو صبح کو ہی یہ پہاڑ سونے کا ہو جائے گا لیکن اگر پھر بھی ان میں سے کوئی ایمان نہ لایا تو اسے وہ سزا ہوگی جو اس سے پہلے کسی کو نہ

ہوئی ہو اور اگر آپ کا ارادہ ہو تو میں ان پر توبہ اور رحمت کے دروازے کھلے چھوڑ دوں - آپ نے دوسری شق اختیار کی - مسند ابو یعلیٰ میں ہے کہ آیت وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الخ جب اتری تو تعمیل ارشاد کے لئے جبل ابی قبیس پر چڑھ گئے اور فرمانے لگے اے بنی عبد مناف میں تمہیں ڈرانے والا ہوں - قریش یہ آواز سنتے ہی جمع ہو گئے پھر کہنے لگے سنئے آپ نبوت کے مدعی ہیں - سلیمان نبی علیہ السلام کے تابع ہوا تھی موسیٰ نبی علیہ السلام کے تابع دریا ہو گیا تھا' عیسیٰ نبی علیہ السلام مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے - تو بھی نبی ہے اللہ سے کہہ کہ یہ پہاڑ یہاں سے ہٹوا کر زمین قابل زراعت بنا دے تاکہ ہم کھیتی باڑی کریں - یہ نہیں تو ہمارے مردوں کی زندگی کی دعا اللہ سے کر کہ ہم اور وہ مل کر بیٹھیں اور ان سے باتیں کریں - یہ بھی نہیں تو اس پہاڑ کو سونے کا بنوا دے کہ ہم جاڑے اور گرمیوں کے سفر سے نجات پائیں اسی وقت آپؐ پر وحی اترنی شروع ہو گئی اس کے خاتمے پر آپؐ نے فرمایا! اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم نے جو کچھ مجھ سے طلب کیا تھا' مجھے اس کے ہو جانے میں اور اس بات میں کہ دروازہ رحمت میں چلے جاؤ اختیار دیا گیا کہ ایمان اسلام کے بعد تم رحمت الٰہی سمیٹ لو یا تم یہ نشانات دیکھ لو لیکن پھر نہ مانو تو گمراہ ہو جاؤ اور رحمت کے دروازے تم پر بند ہو جائیں تو میں تو ڈر گیا اور میں نے در رحمت کا کھلا ہونا ہی پسند کیا - کیونکہ دوسری صورت میں تمہارے ایمان نہ لانے پر تم پر وہ عذاب اترتے جو تم سے پہلے کسی پر نہ اترے ہوں - اس پر یہ آیتیں اتریں اور آیت وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ نازل ہوئی - یعنی آیتوں کے بھیجنے اور منہ مانگے معجزوں کے دکھانے سے ہم عاجز تو نہیں بلکہ یہ ہم پر بہت آسان ہے جو تیری قوم چاہتی ہے' ہم انہیں دکھا دیتے لیکن اس صورت میں ان کے نہ ماننے پر پھر ہمارے عذاب نہ رکتے - اگلوں کو دیکھ لو کہ اسی میں برباد ہوئے - چنانچہ سورہ مائدہ میں ہے کہ میں تم پر دستر خوان اتار رہا ہوں لیکن اس کے بعد جو کفر کرے گا اسے ایسی سزا دی جائے گی جو اس سے پہلے کسی کو نہ ہوئی ہو - ثمودیوں کو دیکھو کہ انہوں نے ایک خاص پتھر میں سے اونٹنی کا نکلنا طلب کیا - حضرت صالح علیہ السلام کی دعا پر وہ نکلی لیکن وہ نہ مانے بلکہ اس اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں' رسول کو جھٹلاتے رہے جس پر انہیں تین دن کی مہلت ملی اور آخر غارت کر دیئے گئے - ان کی یہ اونٹنی بھی اللہکی وحدانیت کی ایک نشانی تھی اور اس کے رسول کی صداقت کی علامت تھی لیکن ان لوگوں نے پھر بھی کفر کیا' اس کا پانی بند کیا' بالآخر اسے قتل کر دیا' جس کی پاداش میں اول سے لے کر آخر تک سب مار ڈالے گئے اور اللہ غالب کی پکڑ میں آ گئے - آیتیں صرف دھمکانے کے لئے ہوتی ہیں کہ وہ عبرت و نصیحت حاصل کر لیں -

مروی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں کوفے میں زلزلہ آیا تو آپ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم اس کی جانب جھکو' تمہیں فوراً اس کی طرف متوجہ ہو جانا چاہئے - حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں مدینہ شریف میں کئی بار جھٹکے محسوس ہوئے تو آپ نے فرمایا' واللہ تم نے ضرور کوئی نئی بات کی ہے دیکھو اگر اب ایسا ہوا تو میں تمہیں سخت سزائیں کروں گا - متفق علیہ حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا! سورج چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں ان میں کسی کی موت و حیات سے گرہن نہیں لگتا بلکہ اللہ تعالیٰ ان سے اپنے بندوں کو خوفزدہ کر دیتا ہے' جب تم یہ دیکھو تو ذکر اللہ' دعا اور استغفار کی طرف جھک پڑو - اے امت محمد! واللہ اللہ سے زیادہ غیرت والا کوئی نہیں کہ اس کے لونڈی غلام زنا کاری کریں - اے امت محمد! واللہ جو میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو بہت کم ہنستے اور بہت زیادہ روتے -

وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ۭ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ۭ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ۝۶۰

یاد کر جبکہ ہم نے تجھ سے فرما دیا کہ تیرے رب نے لوگوں کو گھیر لیا ہے' جو نمائش ہم نے تجھے دکھائی تھی وہ لوگوں کیلئے صاف آزمائش ہی تھی اور اسی طرح وہ درخت بھی جس سے قرآن میں اظہار نفرت کیا گیا ہے' ہم انہیں ڈرا رہے ہیں لیکن یہ انہیں اور بڑی سرکشی میں بڑھا رہا ہے ○

مقصد معراج: ☆☆ (آیت: ۶۰) اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے رسول علیہ السلام کو تبلیغ دین کی رغبت دلا رہا ہے اور آپ کے بچاؤ کی ذمہ داری لے رہا ہے کہ سب لوگ اسی کی قدرت تلے ہیں' وہ سب پر غالب ہے' سب اس کے ماتحت ہیں' وہ ان سب سے تجھے بچاتا رہے گا۔ جو ہم نے تجھے دکھایا' وہ لوگوں کی ایک صریح آزمائش ہے۔ یہ دکھانا معراج والی رات تھا جو آپ کی آنکھوں نے دیکھا۔ ملعون (نفرتی) درخت سے مراد زقوم کا درخت ہے۔ بہت سے تابعین اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ یہ دکھانا آنکھ کا دکھانا تھا' مشاہدہ جو شب معراج میں دکھایا گیا تھا۔ معراج کی حدیثیں پوری تفصیل کے ساتھ اس سورت کے شروع میں بیان ہو چکی ہیں۔ یہ بھی گزر چکا ہے کہ معراج کے واقعہ کو سن کے بہت سے مسلمان مرتد ہو گئے اور حق سے پھر گئے کیونکہ ان کی عقل میں یہ نہ آیا تو اپنی جہالت سے اسے جھوٹا جانا اور دین کو چھوڑ بیٹھے۔ ان کے برخلاف کامل ایمان والے اپنے یقین میں اور بڑھ گئے اور ان کے ایمان اور مضبوط ہو گئے۔ ثابت قدمی اور استقلال میں زیادہ ہو گئے۔ پس اس واقعہ کو لوگوں کی آزمائش اور ان کے امتحان کا ذریعہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کر دیا۔

حضور ﷺ نے جب خبر دی اور قرآن میں آیت اتری کہ دوزخیوں کو زقوم کا درخت کھلایا جائے گا اور آپ نے اسے دیکھا بھی تو کافروں نے اسے سچ نہ مانا اور ابو جہل ملعون مذاق اڑاتے ہوئے کہنے لگا' لاؤ کھجور اور مکھن لاؤ اور اس کا زقوم کرو یعنی دونوں کو ملا دو اور خوب شوق سے کھاؤ بس یہی زقوم ہے پھر اس خوراک سے گھبرانے کے کیا معنی؟ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد بنو امیہ ہیں لیکن یہ قول بالکل ضعیف اور غریب ہے۔ پہلے قول کے قائل وہ تمام مفسر ہیں جو اس آیت کو معراج کے بارے میں مانتے ہیں۔ جیسے ابن عباس' مسروق' ابو مالک' حسن بصری وغیرہ۔ سہل بن سعید کہتے ہیں' حضور ﷺ نے فلاں قبیلے والوں کو اپنے منبر پر بندروں کی طرح ناچتے ہوئے دیکھا اور آپ کو اس سے بہت رنج ہوا۔ پھر انتقال تک آپ پوری ہنسی سے ہنستے ہوئے نہیں دکھائی دیئے۔ اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔ (ابن جریر) لیکن یہ سند بالکل ضعیف ہے۔ محمد بن حسن بن زبالہ متروک ہے اور ان کے استاد بھی بالکل ضعیف ہیں۔ خود امام ابن جریر رحمتہ اللہ علیہ کا پسندیدہ قول بھی یہی ہے کہ مراد اس سے شب معراج ہے اور شجرۃ الزقوم ہے کیونکہ مفسرین کا اس پر اتفاق ہے۔ ہم کافروں کو اپنے عذابوں وغیرہ سے ڈرا رہے ہیں لیکن وہ اپنی ضد' تکبر' ہٹ دھرمی اور بے ایمانی میں اور بڑھ رہے ہیں۔

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَٰٓئِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوٓا إِلَّآ إِبْلِيسَ قَالَ ءَأَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِينًا ﴿٦١﴾ قَالَ أَرَءَيْتَكَ هَٰذَا الَّذِى كَرَّمْتَ عَلَىَّ لَئِنْ أَخَّرْتَنِ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَٰمَةِ لَأَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهُۥٓ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٦٢﴾ قَالَ اذْهَبْ فَمَن تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَإِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُورًا ﴿٦٣﴾ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُم بِصَوْتِكَ وَأَجْلِبْ عَلَيْهِم بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِى الْأَمْوَٰلِ وَالْأَوْلَٰدِ وَعِدْهُمْ ۚ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَٰنُ إِلَّا غُرُورًا ﴿٦٤﴾

جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے کیا' وہ کہنے لگا کہ کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے؟ ○ اچھا دیکھ لے اسے تو نے مجھ پر بزرگی تو دی ہے لیکن اگر مجھے بھی قیامت تک تو نے ڈھیل دی تو میں اس کی اولاد کو بجز بہت تھوڑے لوگوں کے اپنے بس میں کر لوں گا ○ ارشاد ہوا کہ جا ان میں سے جو بھی تیرا تابعدار ہو جائے گا تو تم سب کی سزا جہنم ہے جو پورا بدلہ ہے ○ ان میں سے جسے بھی تو اپنی آواز سے بہکا سکے' بہکا لے اور ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھا لا اور ان کے مال اور اولاد میں ان سے اپنا بھی ساجھا لگا اور انہیں دل بہلاوے دیا کر' ان سے شیطان کے جتنے بھی وعدے ہوتے ہیں' سب کے سب سراسر فریب دھوکا ہے ○

---

**ابلیس کی قدیمی دشمنی:** ☆☆ (آیت: ۶۱-۶۲) ابلیس کی قدیمی عداوت سے انسان کو آگاہ کیا جا رہا ہے کہ وہ تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کا کھلا دشمن تھا۔ اس کی اولاد برابر اسی طرح تمہاری دشمن ہے' سجدے کا حکم سن کر سب فرشتوں نے تو سر جھکا دیا لیکن اس نے تکبر جتایا اسے حقیر سمجھا اور صاف انکار کر دیا کہ ناممکن ہے کہ میرا سر کسی مٹی سے بنے ہوئے کے سامنے جھکے' میں اس سے کہیں افضل ہوں' میں آگ ہوں۔ یہ خاک ہے۔ پھر اس کی ڈھٹائی دیکھئے کہ اللہ جل وعلیٰ کے دربار میں گستاخانہ لہجے سے کہتا ہے کہ اچھا اسے اگر تو نے مجھ پر فضیلت دی تو کیا ہوا میں بھی اس کی اولاد کو برباد کر کے ہی چھوڑوں گا' سب کو اپنا تابعدار بنا لوں گا اور بہکا دوں گا' بس تھوڑے سے میرے پھندے سے چھوٹ جائیں گے باقی سب کو غارت کر دوں گا۔

**شیطانی آواز کا بہکاوا:** ☆☆ (آیت: ۶۳-۶۴) ابلیس نے اللہ سے مہلت چاہی' اللہ تعالیٰ نے منظور فرما لی اور ارشاد ہوا کہ وقت معلوم تک مہلت ہے تیری اور تیرے تابعداروں کی برائیوں کے بدلے جہنم ہے جو پوری سزا ہے۔ اپنی آواز سے جسے تو بہکا سکے بہکا لے یعنی گانے اور تماشوں سے انہیں بہکاتا پھر۔ جو بھی اللہ کی نافرمانی کی طرف بلانے والی صدا ہو وہ شیطانی آواز ہے۔ اسی طرح تو اپنے پیادے اور سوار لے کر جس پر تجھ سے حملہ ہو سکے حملہ کر لے۔ رجل جمع ہے راجل کی جیسے رکب جمع ہے راکب کی اور صحب جمع ہے صاحب کی۔ مطلب یہ ہے کہ جس قدر تجھ سے ہو سکے' ان پر اپنا تسلط اور اقتدار جما۔ یہ امر قدری ہے نہ کہ حکم۔ شیطانوں کی یہی خصلت ہے کہ وہ اللہ کے بندوں کو بھڑکاتے اور بہکاتے رہتے ہیں' انہیں گناہوں پر آمادہ کرتے رہتے ہیں۔ اللہ کی معصیت میں جو سواری پر ہو اور پیدل ہو وہ شیطانی لشکر میں ہے ایسے جن بھی ہیں اور انسان بھی ہیں جو اس کے مطیع ہیں۔ جب کسی پر آوازیں اٹھائی جائیں تو عرب کہتے ہیں اَجْلَبَ فُلَانٌ عَلٰی فُلَانٍ آپ کا یہ فرمان کہ گھوڑ دوڑ میں جلب نہیں وہ بھی اسی سے ماخوذ ہے آپ کا یہ فرمان کہ گھوڑ دوڑ میں جلب نہیں' وہ بھی اسی سے ماخوذ ہے۔ جلبہ کا اشتقاق بھی اسی سے ہے یعنی آوازوں کا بلند ہونا۔ ان کے مال اور اولاد میں بھی تو شریک رہ یعنی اللہ کی نافرمانیوں میں ان کا مال خرچ کرا' سود خوری ان سے کرا' برائی سے مال جمع کریں اور حرام کاریوں میں خرچ کریں' حلال جانوروں کو اپنی خواہش سے حرام قرار دیں وغیرہ۔ اولاد میں شرکت یہ ہے مثلاً زنا کاری جس سے اولاد ہو' جو اولاد بچپن میں بوجہ بے وقوفی ان کے ماں باپ نے زندہ درگور کر دی ہو یا مار ڈالی ہو یا اسے یہودی نصرانی مجوسی وغیرہ بنا دیا ہو۔ اولادوں کے نام عبدالحارث' عبدشمس اور عبدفلاں رکھا ہو۔ غرض کسی صورت میں بھی شیطان کو اس میں داخل کیا ہو یا اس کو ساتھ کیا ہو یہی شیطان کی شرکت ہے۔ صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے میں نے اپنے بندوں کو ایک طرف موحد پیدا کیا پھر شیطان نے آ کر انہیں بہکا دیا اور حلال چیزیں حرام کر دیں۔

صحیحین میں ہے' حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ تم میں سے جو اپنی بیوی کے پاس جانے کا ارادہ کرے' یہ پڑھ لے اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَ جَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَارَزَقْتَنَا یعنی یا اللہ تو ہمیں شیطان سے بچا اور اسے بھی جو تو ہمیں عطا فرمائے۔ تو اگر اس میں کوئی بچہ اللہ کی طرف سے ٹھہر جائے گا تو اسے ہرگز ہرگز کبھی بھی شیطان کوئی ضرر نہ پہنچا سکے گا۔ پھر فرماتا ہے کہ جا تو انہیں دھوکے کے جھوٹے وعدے دیا کر' چنانچہ قیامت کے دن یہ خود کہے گا کہ اللہ کے وعدے تو سب سچے تھے اور میرے وعدے سب غلط تھے۔

میرے سچے بندوں پر تیرا کوئی قابو اور بس نہیں' تیرا رب کارسازی کرنے والا کافی ہے ○ تمہارا پروردگار وہ ہے جو تمہارے لئے دریا میں کشتیاں چلاتا ہے تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو' بے شک وہ تمہارے اوپر بہت ہی مہربان ہے ○

---

(آیت:۶۵) پھر فرماتا ہے کہ میرے مومن بندے میری حفاظت میں ہیں' میں انہیں شیطان رجیم سے بچاتا رہوں گا- اللہ کی وکالت' اس کی حفاظت' اس کی نصرت' اس کی تائید' بندوں کو کافی ہے- مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مومن اپنے شیطان پر اس طرح قابو پالیتا ہے جیسے وہ شخص جو کسی جانور کو لگام چڑھائے ہوئے ہو-

آسانیاں ہی آسانیاں: ☆☆ (آیت:۶۶) اللہ تعالیٰ اپنا احسان بتاتا ہے کہ اس نے اپنے بندوں کی آسانی اور سہولت کے لئے اور ان کی تجارت وسفر کے لئے دریاؤں میں کشتیاں چلادی ہیں' اس کے فضل وکرم' لطف ورحم کا ایک نشان یہ بھی ہے کہ تم دور دراز ملکوں میں جا آسکتے ہو اور خاص فضل یعنی اپنی روزیاں حاصل کرسکتے ہو-

وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِی الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّاۤ اِیَّاهُ ۚ
فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴿۶۷﴾
اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ یُرْسِلَ عَلَیْكُمْ
حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِیْلًا ﴿۶۸﴾

سمندر میں مصیبت پہنچتے ہی جنہیں پکارتے تھے سب کو گم کر جاتے ہیں- صرف وہی اللہ باقی رہ جاتا ہے پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف بچالاتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو' انسان بڑا ہی ناشکرا ہے ○ تو کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تمہیں خشکی کے کسی کنارے میں دھنسا دے یا تم پر پتھراؤ کی آندھی بھیج دے- پھر تم اپنے لئے کسی نگہبان کو نہ پاسکو ○

---

مصیبت ختم ہوتے ہی شرک: ☆☆ (آیت:۶۷) اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہورہا ہے کہ بندے مصیبت کے وقت تو خلوص کے ساتھ اپنے پروردگار کی طرف جھکتے ہیں اور اس سے دلی دعائیں کرنے لگتے ہیں اور جہاں وہ مصیبت اللہ تعالیٰ نے ٹال دی' یہ آنکھیں پھیر لیتے ہیں- فتح مکہ کے وقت جب کہ ابوجہل کا لڑکا عکرمہ حبشہ جانے کے ارادے سے بھاگا اور کشتی میں بیٹھ کر چلا' اتفاقاً کشتی طوفان میں پھنس گئی' باد مخالف کے جھونکے اسے پتے کی طرح ہلانے لگے اس وقت کشتی میں جتنے کفار تھے' سب ایک دوسرے سے کہنے لگے' اس وقت سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی کچھ کام نہیں آنے کا' اسی کو پکارو- عکرمہ کے دل میں اسی وقت خیال آیا کہ جب تری میں صرف وہی کام کرسکتا ہے تو ظاہر ہے کہ خشکی میں بھی وہی کام آسکتا ہے- الٰہی میں نذر مانتا ہوں کہ اگر تو نے مجھے اس آفت سے بچالیا تو میں سیدھا جا کر محمد ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دے دوں گا اور یقیناً وہ مجھ پر مہربانی اور رحم وکرم فرمائیں گے صلی اللہ علیہ وسلم- چنانچہ سمندر سے پار ہوتے ہی وہ سیدھے رسول کریم ﷺ

کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا پھر تو اسلام کے پہلوان ثابت ہوئے رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ پس فرماتا ہے کہ سمندر کی اس مصیبت کے وقت تو اللہ کے سوا سب کو بھول جاتے ہو لیکن پھر اس کے ہٹتے ہی اللہ کی توحید ہٹا دیتے ہو اور دوسروں سے التجائیں کرنے لگتے ہو۔ انسان ہے ہی ایسا ناشکرا کہ نعمتوں کو بھلا بیٹھتا ہے بلکہ منکر ہو جاتا ہے ہاں جسے اللہ بچالے اور توفیق خیر دے۔

**اظہار قدرت واختیار:** ☆☆ (آیت:۶۸) رب العالمین لوگوں کو ڈرا رہا ہے کہ جو تری میں تمہیں ڈبو سکتا تھا' وہ خشکی میں دھنسانے کی قدرت بھی رکھتا ہے پھر وہاں تو صرف اسی کو پکارنا اور یہاں اس کے ساتھ اوروں کو شریک کرنا' یہ کس قدر ناانصافی ہے؟ وہ تو تم پر پتھروں کی بارش بھی برسا کر ہلاک کر سکتا ہے جیسے لوطیوں پر ہوئی تھی۔ جس کا بیان خود قرآن میں کئی جگہ ہے۔ سورہ تبارک میں فرمایا کہ کیا تمہیں اس اللہ کا ڈر نہیں جو آسمانوں میں ہے کہ کہیں وہ تمہیں زمین میں نہ دھنسا دے کہ یکایک زمین جنبش کرنے لگے۔ کیا تمہیں آسمانوں والے اللہ کا خوف نہیں کہ کہیں وہ تم پر پتھر نہ برسا دے؟ پھر جان لو کہ ڈرانے کا انجام کیا ہوتا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اس وقت تم نہ اپنا مددگار پاؤ گے' نہ دستگیر' نہ وکیل' نہ کارساز' نہ نگہبان' نہ پاسبان۔

اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ يُّعِيْدَكُمْ فِيْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا ﴿۶۹﴾ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ﴿۷۰﴾

ع ۷ / ۱۰

کیا تم اس بات سے بے خوف ہو گئے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں پھر دوبارہ دریا کے سفر میں لے آئے اور تم پر تیز و تند ہواؤں کے جھونکے بھیج دے اور تمہارے کفر کے باعث تمہیں ڈبو دے پھر تم اپنے لئے ہم پر اس کا دعویٰ کرنے والا کسی کو نہ پاؤ گے ○ یقیناً ہم نے اولاد آدم کو بڑی عزت دی اور انہیں خشکی اور تری کی سواریاں دیں اور انہیں پاکیزہ چیزوں کی روزیاں دیں اور اپنی بہت سی مخلوق پر انہیں فضیلت عطا فرمائی ○

---

**سمندر ہو یا صحرا ہر جگہ اسی کا اقتدار ہے:** ☆☆ (آیت:۶۹) ارشاد ہو رہا ہے کہ اے منکرو سمندر میں تم میری توحید کے قائل ہوئے' باہر آ کر پھر انکار کر گئے تو کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ پھر تم دوبارہ دریائی سفر کرو اور باد تند کے تھپیڑے تمہاری کشتی کو ڈگمگا دیں اور آخر ڈبو دیں اور تمہیں تمہارے کفر کا مزہ آ جائے پھر تو کوئی مددگار کھڑا نہ ہو' نہ کوئی ایسا مل سکے کہ ہم سے تمہارا بدلہ لے۔ ہمارا پیچھا کوئی نہیں کر سکتا' کس کی مجال کہ ہمارے فعل پر انگلی اٹھائے۔

**انسان پر اللہ کے انعامات:** ☆☆ (آیت:۷۰) سب سے اچھی پیدائش انسان کی ہے جیسے فرمان ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ہم نے انسان کو بہترین صفت پر پیدا کیا ہے۔ وہ اپنے پیروں پر سیدھا کھڑا ہو کر صحیح چال چلتا ہے' اپنے ہاتھوں سے تمیز کے ساتھ اپنی غذا کھاتا ہے اور حیوانات ہاتھ پاؤں سے چلتے ہیں منہ سے چارہ چگتے ہیں۔ پھر اسے سمجھ بوجھ دی ہے جس سے نفع نقصان' بھلائی برائی سوچتا ہے۔ دینی دنیوی فائدہ معلوم کر لیتا ہے۔ اس کی سواری کے لئے خشکی میں جانور' چوپائے' گھوڑے' خچر' اونٹ وغیرہ اور تری کے سفر کے لئے اسے کشتیاں بنانی سکھا دیں۔ اسے بہترین خوشگوار اور خوش ذائقہ کھانے پینے کی چیزیں دیں' کھیتیاں ہیں' پھل ہیں' گوشت ہے'

دودھ ہیں اور بہترین بہت سی ذائقے دار لذیذ مزیدار چیزیں۔ پھر عمدہ مکانات رہنے کو اچھے خوشنما لباس پہننے کو قسم قسم کے رنگ برنگ کے۔ یہاں کی چیزیں وہاں اور وہاں کی چیزیں یہاں لے جانے لے آنے کے اسباب اس کے لئے مہیا کر دیئے اور مخلوق میں سے عموماً ہر ایک پر اسے برتری بخشی۔

اس آیۂ کریمہ سے اس امر پر استدلال کیا گیا ہے کہ انسان فرشتوں سے افضل ہے۔ حضرت زید بن اسلم کہتے ہیں کہ فرشتوں نے کہا الٰہی تو نے اولاد آدم کو دنیا دے رکھی ہے کہ وہ کھاتے پیتے ہیں اور موج مزے کر رہے ہیں تو تو اس کے بدلے ہمیں آخرت میں ہی عطا فرما کیونکہ ہم اس دنیا سے محروم ہیں۔ اس کے جواب میں اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اپنی عزت اور اپنے جلال کی قسم اس کی نیک اولاد کو جسے میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا' اس کے برابر میں ہرگز نہ کروں گا جسے میں نے کلمہ کن سے پیدا کیا ہے۔ یہ روایت مرسل ہے۔ لیکن اور سند سے متصل بھی مروی ہے۔ ابن عساکر میں ہے کہ فرشتوں نے کہا اے ہمارے پروردگار! ہمیں بھی تو نے پیدا کیا اور بنو آدم کا خالق بھی تو ہی ہے' انہیں تو کھانا پانی دے رہا ہے' کپڑے لتے وہ پہنتے ہیں' نکاح شادیاں وہ کرتے ہیں' سواریاں ان کے لئے ہیں' راحت آرام انہیں حاصل ہے' ان میں سے کسی چیز کے حصے دار ہم نہیں۔ خیر یہ اگر دنیا میں ان کے لئے ہے تو یہ چیزیں آخرت میں تو ہمارے لئے کر دے۔ اس کے جواب میں جناب باری نے فرمایا' جسے میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے اور اپنی روح جس میں میں نے پھونکی ہے اسے میں اس جیسا نہ کروں گا جسے میں نے کہہ دیا کہ ہو جاؤ' وہ ہو گیا۔ طبرانی میں ہے قیامت کے دن ابن آدم سے زیادہ بزرگ اللہ کے ہاں کوئی نہ ہو گا۔ پوچھا گیا کہ فرشتے بھی نہیں؟ فرمایا فرشتے بھی نہیں وہ تو مجبور ہیں جیسے سورج چاند۔ یہ روایت بہت ہی غریب ہے۔

يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ ۖ فَمَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَأُولَٰئِكَ يَقْرَءُونَ كِتَابَهُمْ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا ﴿٧١﴾ وَمَنْ كَانَ فِي هَٰذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ وَأَضَلُّ سَبِيلًا ﴿٧٢﴾

جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے پیشوا سمیت بلائیں گے' پھر جن کا بھی عمل نامہ دائیں ہاتھ میں دے دیا گیا' وہ تو شوق سے اپنا نامہ اعمال پڑھنے لگیں گے اور ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہ کیے جائیں گے ○ اور جو کوئی اس جہان میں اندھا رہا' وہ آخرت میں بھی اندھا اور راستے سے بہت ہی بھٹکا ہوا رہے گا ○

---

الکتاب ہی ہدایت و امام ہے: ☆☆ (آیت: ۷۱-۷۲) امام سے مراد یہاں نبی ہیں۔ ہر امت قیامت کے دن اپنے نبی کے ساتھ بلائی جائے گی جیسے اس آیت میں ہے وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ فَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ الخ ہر امت کا رسول ہے پھر جب ان کے رسول آئیں گے تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ حساب کیا جائے گا۔ بعض سلف کا قول ہے کہ اس میں اہل حدیث کی بہت بڑی بزرگی ہے اس لئے کہ ان کے امام آنحضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ ابن زید کہتے ہیں مراد یہاں امام سے کتاب اللہ ہے جو ان کی شریعت کے بارے میں اتری تھی۔ ابن جریر اس تفسیر کو بہت پسند فرماتے ہیں اور اسی کو مختار کہتے ہیں۔ مجاہد رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں مراد اس سے ان کی کتابیں ہیں۔ ممکن ہے کتاب سے مراد یا تو احکام کی کتاب اللہ ہو یا نامہ اعمال۔ چنانچہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے مراد عمل نامہ لیتے ہیں۔ ابوالعالیہ' حسن' ضحاک بھی یہی کہتے ہیں اور یہی زیادہ ترجیح والا قول ہے جیسے فرمان اللہ ہے وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ ہر چیز کا ہم نے ظاہر کتاب میں احاطہ کر لیا ہے اور آیت میں ہے وَوُضِعَ الْكِتَابُ الخ کتاب یعنی نامہ اعمال درمیان میں رکھ دیا جائے گا اس وقت تو دیکھے گا کہ گنہگار لوگ اس کی تحریر سے خوفزدہ ہو رہے ہوں گے۔ الخ اور آیت میں ہے ہر امت کو تو گھٹنوں کے بل گری ہوئی دیکھے گا۔

ہرامت اپنے نامہ اعمال کی جانب بلائی جارہی ہوگی' آج تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا- یہ ہے ہماری کتاب جو تم پر حق وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرے گی جو کچھ تم کرتے رہے ہم برابر لکھتے رہتے تھے-

یہ یادر ہے کہ یہ تفسیر پہلی تفسیر کے خلاف نہیں ایک طرف نامہ اعمال ہاتھ میں ہوگا دوسری جانب خود نبی سامنے موجود ہوگا- جیسے فرمان ہے وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ وَ الشُّھَدَآءِ زمین اپنے رب کے نور سے چمکنے لگے گی نامہ اعمال رکھ دیا جائے گا اور نبیوں اور گواہوں کو موجود کر دیا جائے گا اور آیت میں ہے فَكَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِیْدٍ وَّ جِئْنَابِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِیْدًا یعنی کیا کیفیت ہوگی اس وقت جب کہ ہرامت کا ہم گواہ لائیں گے اور تجھے ان تمام پر گواہ کر کے لائیں گے- لیکن مراد یہاں امام سے نامہ اعمال ہے اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا کہ جن کے دائیں ہاتھ میں دے دیا گیا وہ تو اپنی نیکیاں فرحت وسرور' خوشی اور راحت سے پڑھنے لگیں گے بلکہ دوسروں کو دکھاتے اور پڑھواتے پھریں گے- اسی کا مزید بیان سورہ الحاقہ میں ہے- فتیل سے مراد لمبا تاگا ہے جو کھجور کی گٹھلی کے بیچ میں ہوتا ہے- بزار میں ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ایک شخص کو بلوا کر اس کا عمل نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا' اس کا جسم بڑھ جائے گا' چہرہ چمکنے لگے گا' سر پر چمکتے ہوئے ہیروں کا تاج رکھ دیا جائے گا' یہ اپنے گروہ کی طرف بڑھے گا اسے اس حال میں آتا دیکھ کر وہ سب آرزو کرنے لگیں گے کہ الٰہی ہمیں بھی یہ عطا فرما اور ہمیں اس میں برکت دے' وہ آتے ہی کہے گا کہ خوش ہو جاؤ تم میں سے ہر ایک کو یہی ملنا ہے- لیکن کافر کا چہرہ سیاہ ہو جائے گا- اس کا جسم بڑھ جائے گا' اسے دیکھ کر اس کے ساتھی کہنے لگیں گے' اس سے اللہ کی پناہ یا اس کی برائی سے پناہ- اللہ اسے ہمارے پاس نہ لا- وہیں وہ آجائے گا یہ کہیں گے اللہ اسے رسوا کر' یہ جواب دے گا اللہ تمہیں غارت کرے' تم میں سے ہر شخص کے لئے یہی الٰہی مار ہے- اس دنیا میں جس نے اللہ کی آیتوں سے' اس کی کتاب سے' اس کی راہ ہدایت سے چشم پوشی کی وہ آخرت میں سچ مچ رسوا ہوگا اور دنیا سے بھی زیادہ راہ بھولا ہوا ہوگا- (عَیَاذًا بِاللّٰہِ)

وَاِنْ كَادُوْا لَیَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ لِتَفْتَرِیَ عَلَیْنَا غَیْرَهٗ ۖۗ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِیْلًا ﴿۷۳﴾ وَلَوْ لَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَیْهِمْ شَیْـًٔا قَلِیْلًا ﴿۷۴﴾ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَیٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَیْنَا نَصِیْرًا ﴿۷۵﴾

یہ لوگ تو تجھے اس وحی سے جو ہم نے تجھ پر اتاری ہے' بہکا دینا چاہ رہے تھے کہ تو اس کے سوا کچھ اور ہی ہمارے نام سے گھڑ گھڑا لے- تب تو تجھے یہ لوگ اپنا دلی دوست بنا لیتے ○ اگر ہم خود تجھے ثابت قدم نہ رکھتے تو بہت ممکن تھا کہ تو ان کی طرف قدرے قلیل مائل ہو ہی جاتا ○ پھر تو ہم بھی تجھے دوہرا عذاب دنیا کا کرتے اور دوہرا ہی موت کا بھی- پھر تو تو اپنے لئے ہمارے مقابلے میں کسی کو مددگار بھی نہ پاتا ○

(آیت: ۷۳-۷۵) مکاروفجار کی چالاکیوں سے اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے رسول کو بچاتا رہا' آپ کو معصوم اور ثابت قدم ہی رکھا خود ہی آپ کا ولی وناصر رہا' اپنی ہی حفاظت اور صیانت میں ہمیشہ آپ کو رکھا' آپ کی تائید اور نصرت برابر کرتا رہا' آپ کے دین کو دنیا کے تمام دینوں پر غالب کر دیا' آپ کے مخالفین کے بلند بانگ ارادوں کو پست کر دیا' مشرق سے مغرب تک آپ کا کلمہ پھیلا دیا- اسی کا بیان ان دونوں آیتوں میں ہے- اللہ تعالیٰ آپ پر قیامت تک بے شمار درود وسلام بھیجتا رہے آمین-

وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۷۶﴾ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ﴿۷۷﴾ ع ۸

یہ تو تیرے قدم اس سرزمین سے اکھاڑنے ہی لگے تھے کہ تجھے اس سے نکال دیں۔ پھر تو یہ بھی تیرے بعد بہت ہی کم ٹھہرنا پاتے ○ جیسا دستور ان کا جو تجھ سے پہلے رسول ہم نے بھیجے۔ تو ہمارے دستور میں کبھی ردوبدل نہ پائے گا ○

---

**وطنی عصبیت اور یہودی:** ☆☆ (آیت:۷۶-۷۷) کہتے ہیں کہ یہودیوں نے حضور ﷺ سے کہا تھا کہ آپ کو ملک شام چلا جانا چاہئے وہی نبیوں کا وطن ہے اس شہر مدینہ کو چھوڑ دینا چاہئے اس پر یہ آیت اتری۔ لیکن یہ قول ضعیف ہے اس لئے کہ یہ آیت مکی ہے اور مدینے میں آپ کی رہائش اس کے بعد ہوئی ہے۔ کہتے ہیں کہ تبوک کے بارے میں یہ آیت اتری ہے یہودیوں کے کہنے سے کہ شام جو نبیوں کی اور محشر کی زمین ہے آپ کو وہیں رہنا چاہئے اگر آپؐ سچے پیغمبر ہیں تو وہاں چلے جائیں آپؐ نے انہیں ایک حد تک سچا سمجھا۔ غزوہ تبوک سے آپ کی نیت یہی تھی۔ لیکن تبوک پہنچتے ہی سورۂ بنی اسرائیل کی آیتیں اتریں اس کے بعد کہ سورت ختم کر دی گئی تھی وَاِنْ كَادُوْا سے تَحْوِيْلًا تک اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو مدینے کی واپسی کا حکم دیا اور فرمایا وہیں آپ کی موت و زیست اور وہیں سے دوبارہ اٹھ کر کھڑا ہونا ہے۔

لیکن اس کی سند بھی غور طلب ہے اور صاف ظاہر ہے کہ یہ واقعہ بھی ٹھیک نہیں اور تبوک کا غزوہ یہود کے کہنے سے نہ تھا بلکہ اللہ کا فرمان موجود ہے قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ جو کفار تمہارے اردگرد ہیں ان سے جہاد کرو۔ اور آیت میں ہے کہ جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے اللہ رسول کے حرام کردہ کو حرام نہیں سمجھتے ہیں اور حق کو قبول نہیں کرتے ایسے اہل کتاب سے راہ اللہ میں جہاد کرو یہاں تک کہ وہ ذلت کے ساتھ جزیہ دینا منظور کرلیں۔ اور اس غزوے کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے جو اصحاب جنگ موتہ میں شہید کر دیئےگئے تھے ان کا بدلہ لیا جائے واللہ اعلم۔ اور اگر مندرجہ بالا واقعہ صحیح ہو جائے تو اسی پر وہ حدیث محمول کی جائے گی جس میں ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں مکہ مدینہ اور شام میں قرآن نازل ہوا ہے۔ ولید تو اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ شام سے مراد بیت المقدس ہے لیکن شام سے مراد تبوک کیوں نہ لیا جائے جو بالکل صاف اور بہت درست ہے واللہ اعلم۔

ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد کافروں کا وہ ارادہ ہے جو انہوں نے مکے سے جلاوطن کرنے کے بارے میں کیا تھا چنانچہ یہی ہوا بھی کہ جب انہوں نے آپ کو نکالا پھر یہ بھی وہاں زیادہ مدت نہ گزار سکے اللہ تعالیٰ نے فوراً ہی آپؐ کو غالب کیا۔ ڈیڑھ سال ہی گزرا تھا کہ بدر کی لڑائی بغیر کسی تیاری اور اطلاع کے اچانک ہوگئی اور وہیں کافروں کا اور کفر کا دھڑ ٹوٹ گیا ان کے شریف و رئیس تہ تیغ ہوئے ان کی شان و شوکت خاک میں مل گئی ان کے سردار قید میں آ گئے۔ پس فرمایا کہ یہی عادت پہلے سے جاری ہے سابقہ رسولوں کے ساتھ بھی یہی ہوا کہ کفار نے جب انہیں تنگ کیا اور دیس نکالا دیا پھر وہ بھی بچ نہ سکے عذاب اللہ نے انہیں غارت اور بے نشان کر دیا۔ ہاں چونکہ ہمارے پیغمبر رسول رحمت تھے اس لئے کوئی آسمانی عام عذاب ان کافروں پر نہ آیا۔ جیسے فرمان ہے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ یعنی تیری موجودگی میں اللہ انہیں عذاب نہ کرے گا۔

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ۭ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ڰ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾

نماز کو قائم رکھ آفتاب کے ڈھلنے سے لے کر رات کی تاریکی تک اور فجر کا قرآن پڑھنا بھی' یقیناً فجر کے وقت کا قرآن پڑھنا حاضر کیا گیا ہوا ہے ○ رات کے کچھ حصہ میں تہجد کی نماز میں قرآن کی تلاوت کر۔ یہ زیادتی تیرے لئے ہے۔ عنقریب تیرا رب تجھے مقام محمود میں کھڑا کرے گا ○

**اوقات صلوٰۃ کی نشاندہی:** ☆☆ (آیت:۷۸-۷۹) نمازوں کو وقتوں کی پابندی کے ساتھ ادا کرنے کا حکم ہو رہا ہے۔ دلوک سے مراد غروب ہے یا زوال ہے۔ امام ابن جریر زوال کے قول کو پسند فرماتے ہیں اور اکثر مفسرین کا قول بھی یہی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں' میں نے حضور ﷺ کی اور آپ کے ساتھ ان صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جنہیں آپ نے چاہا دعوت کی' کھانا کھا کر سورج ڈھل جانے کے بعد آپ میرے ہاں سے چلے' حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا' چلو یہی وقت دلوک شمس کا ہے۔ پس پانچوں نمازوں کا وقت اس آیت میں بیان ہو گیا۔ غسق سے مراد اندھیرا ہے جو کہتے ہیں کہ دلوک سے مراد غروب ہے' ان کے نزدیک ظہر' عصر' مغرب' عشا کا بیان تو اس میں ہے اور فجر کا بیان وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ میں ہے۔ حدیث سے بہ تواتر اقوال و افعال آنحضرت ﷺ سے پانچوں نمازوں کے اوقات ثابت ہیں اور مسلمان بحمد اللہ اب تک اس پر ہیں' ہر پچھلے زمانے کے لوگ اگلے زمانے والوں سے برابر لیتے چلے آتے ہیں۔ جیسے کہ ان مسائل کے بیان کی جگہ اس کی تفصیل موجود ہے والحمد للہ۔

صبح کی تلاوت قرآن پر دن اور رات کے فرشتے آتے ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ تنہا شخص کی نماز پر جماعت کی نماز پچیس درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ صبح کی نماز کے وقت دن اور رات کے فرشتے اکٹھے ہوتے ہیں۔ اسے بیان فرما کر راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا' تم قرآن کی اس آیت کو پڑھ لو وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ الخ۔ صحیحین میں ہے کہ رات کے اور دن کے فرشتے تم میں برابر پے در پے آتے رہتے ہیں' صبح کی اور عصر کی نماز کے وقت ان کا اجتماع ہو جاتا ہے تم میں جن فرشتوں نے رات گزاری' وہ جب چڑھ جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے دریافت فرماتا ہے باوجودیکہ وہ ان سے زیادہ جاننے والا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا ؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم ان کے پاس پہنچے تو انہیں نماز میں پایا اور واپس آئے تو نماز میں چھوڑ کر آئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ چوکیدار فرشتے صبح کی نماز میں جمع ہوتے ہیں پھر یہ چڑھ جاتے ہیں اور وہ ٹھہر جاتے ہیں۔ ابن جریر کی ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ کے نزول فرمانے اور اس ارشاد فرمانے کا ذکر کیا ہے کہ کوئی ہے جو مجھ سے استغفار کرے اور میں اسے بخشوں' کوئی ہے کہ مجھ سے سوال کرے اور میں اسے دوں' کوئی ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا کو قبول کروں یہاں تک کہ صبح طلوع ہو جاتی ہے پس اس وقت پر اللہ تعالیٰ موجود ہوتا ہے اور رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے جمع ہوتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر ﷺ کو تہجد کی نماز کا حکم فرماتا ہے' فرضوں کا تو حکم ہے ہی۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ فرض نماز کے بعد کون سی نماز افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا! رات کی نماز۔ تہجد کہتے ہیں نیند کے بعد کی نماز کو۔ لغت میں مفسرین کی تفسیروں میں اور حدیث میں یہ موجود ہے' آپؐ کی عادت بھی یہی تھی کہ سو کر اٹھتے پھر تہجد پڑھتے۔ جیسے کہ اپنی جگہ بیان موجود ہے۔ ہاں حسن بصریؒ کا قول ہے کہ جو نماز عشا کے بعد ہو ممکن ہے کہ اس سے بھی مراد سو جانے کے بعد ہو۔ پھر فرمایا یہ زیادتی تیرے لئے ہے۔ بعض تو کہتے

ہیں تہجد کی نماز اوروں کے برخلاف صرف حضور ﷺ پر فرض تھی۔ بعض کہتے ہیں یہ خصوصیت اس وجہ سے ہے کہ آپؐ کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف تھے اور امتیوں کی اس نماز کی وجہ سے ان کے گناہ دور ہو جاتے ہیں۔ ہمارے اس حکم کی بجا آوری پر ہم تجھے اس جگہ کھڑا کریں گے کہ جہاں کھڑا ہونے پر تمام مخلوق آپؐ کی تعریفیں کرے گی اور خود خالق اکبر بھی۔ کہتے ہیں کہ مقام محمود پر قیامت کے دن آپؐ اپنی امت کی شفاعت کے لئے جائیں گے تاکہ اس دن کی گھبراہٹ سے آپ انہیں راحت دیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' لوگ ایک ہی میدان میں جمع کئے جائیں گے پکارنے والا اپنی آواز انہیں سنائے گا آنکھیں کھل جائیں گی' ننگے پاؤں' ننگے بدن ہوں گے جیسے کہ پیدا کئے گئے تھے' سب کھڑے ہوں گے کوئی بھی بغیر اجازت الٰہی بات نہ کر سکے گا۔ آواز آئے گی' اے محمد ﷺ! آپ کہیں گے لَبَّیْکَ وَ سَعْدَیْکَ۔ اے اللہ تمام بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے' برائی تیری جانب سے نہیں' راہ یافتہ وہی ہے جسے تو ہدایت بخشے' تیرا غلام تیرے سامنے موجود ہے' وہ تیری ہی مدد سے قائم ہے' وہ تیری ہی جانب جھکنے والا ہے۔ تیری پکڑ سے سوائے تیرے دربار کے اور کوئی جائے پناہ نہیں' تو برکتوں اور بلندیوں والا ہے۔ اے رب البیت تو پاک ہے۔ یہ ہے مقام محمود جس کا ذکر اللہ عزوجل نے اس آیت میں کیا ہے۔

**مقام محمود کا تعارف:** ☆☆ پس یہ مقام مقام شفاعت ہے۔ قتادہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں قیامت کے دن سب سے پہلے زمین سے آپ باہر آئیں گے۔ اور سب سے پہلے شفاعت آپ ہی کریں گے۔ اہل علم کہتے ہیں کہ یہی مقام محمود ہے جس کا وعدہ اللہ کریم نے اپنے رسول مقبول سے کیا ہے (ﷺ) بے شک حضور ﷺ کو بہت سی بزرگیاں ایسی ملیں گی جن میں کوئی آپ کی برابری کا نہیں۔ سب سے پہلے آپ ہی کی قبر کی زمین شق ہوگی اور آپؐ سواری پر سوار محشر کی طرف جائیں گے' آپ کا ایک جھنڈا ہوگا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سب کے سب اس کے نیچے ہوں گے' آپؐ کو حوض کوثر ملے گا جس پر سب سے زیادہ لوگ وارد ہوں گے۔ بہت بڑی شفاعت آپ کی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کے فیصلوں کے لئے آئے اور یہ اس کے بعد ہوگی کہ لوگ حضرت آدم علیہ السلام' حضرت نوح علیہ السلام' حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس ہو آئیں اور سب انکار کر دیں۔ پھر آپ کے پاس آئیں گے اور آپ اس کے لئے تیار ہوں گے جیسے کہ اس کی حدیثیں مفصل آ رہی ہیں ان شاء اللہ۔

آپ ان لوگوں کی شفاعت کریں گے جن کی بابت حکم ہو چکا ہوگا کہ انہیں جہنم کی طرف لے جائیں پھر وہ آپ کی شفاعت سے واپس لوٹا دیئے جائیں گے۔ سب سے پہلے آپ ہی کی امت کے فیصلے کئے جائیں گے۔ آپؐ ہی اپنی امت سمیت سب سے پہلے پل صراط سے پار ہوں گے' آپ ہی جنت میں لے جانے کے پہلے سفارشی ہوں گے۔ جیسے کہ صحیح مسلم کی حدیث سے ثابت ہے۔ صور کی حدیث میں ہے کہ تمام مومن آپ ہی کی شفاعت سے جنت میں جائیں گے۔ سب سے پہلے آپ جنت میں جائیں گے اور آپ کی امت اور امتوں سے پہلے جائے گی۔ آپ کی شفاعت سے کم درجے کے جنتی اعلیٰ اور بلند درجے پائیں گے۔ آپ ہی صاحب وسیلہ ہیں جو جنت کی سب سے اعلیٰ منزل ہے جو آپ کے سوا کسی اور کو نہیں ملنے کی۔ یہ صحیح ہے کہ بحکم الٰہی گنہگاروں کی شفاعت فرشتے بھی کریں گے' نبی بھی کریں گے' مومن بھی کریں گے لیکن حضور ﷺ کی شفاعت جس قدر لوگوں کے بارے میں ہوگی' ان کی گنتی کا سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو علم نہیں' اس میں کوئی آپ کے مثل اور برابر نہیں۔ کتاب السیرت کے آخر میں باب الخصائص میں میں نے اسے خوب تفصیل سے بیان کیا ہے والحمدللہ۔

اب مقام محمود کے بارے کی حدیثیں سنیئے۔ اللہ ہماری مدد کرے۔ بخاری میں ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں لوگ

قیامت کے دن گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ہوں گے' ہر امت اپنے نبی کے پیچھے ہوگی کہ اے فلاں ہماری شفاعت کیجئے' اے فلاں ہماری شفاعت کیجئے یہاں تک کہ شفاعت کی انتہا محمد ﷺ کی طرف ہوگی۔ پس یہی وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر کھڑا کرے گا۔ ابن جریر میں ہے' حضور ﷺ فرماتے ہیں' سورج بہت نزدیک ہوگا یہاں تک کہ پسینہ آدھے کانوں تک پہنچ جائے گا' اسی حالت میں لوگ حضرت آدم علیہ السلام سے فریاد کریں گے' وہ صاف انکار کر دیں گے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہیں گے آپ یہی جواب دیں گے کہ میں اس قابل نہیں پھر حضرت محمد ﷺ سے کہیں گے آپ مخلوق کی شفاعت کے لئے چلیں گے یہاں تک کہ جنت کے دروازے کا کنڈا تھام لیں گے پس اس دن اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر پہنچائے گا۔

بخاری کی اس روایت کے آخر میں یہ بھی ہے کہ اہل محشر سب کے سب اس وقت آپ کی تعریفیں کریں گے۔ بخاری میں ہے جو شخص اذان سن کر اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّآمَّۃِ الخ پڑھ لے' اس کے لئے قیامت کے دن میری شفاعت حلال ہے۔ مسند احمد میں ہے' حضور ﷺ فرماتے ہیں' قیامت کے دن میں نبیوں کا امام اور ان کا خطیب اور ان کا سفارشی ہوں گا۔ میں یہ کچھ بطور فخر کے نہیں کہتا۔ اسے ترمذی بھی لائے ہیں اور حسن صحیح کہا ہے۔ ابن ماجہ میں بھی یہ ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وہ حدیث گزر چکی ہے جس میں قرآن کو سات قراتوں پر پڑھنے کا بیان ہے اس کے آخر میں ہے کہ میں نے کہا الٰہی میری امت کو بخش' الٰہی میری امت کو بخش' تیسری دعا میں نے اس دن کے لئے اٹھا رکھی ہے' جس دن تمام مخلوق میری طرف رغبت کرے گی' یہاں تک کہ ابراہیم علیہ السلام بھی۔

مسند احمد میں ہے کہ مومن قیامت کے دن جمع ہوں گے پھر ان کے دل میں خیال ڈالا جائے گا کہ ہم کسی سے کہیں کہ وہ ہماری سفارش کر کے ہمیں اس جگہ سے آرام دے' پس سب کے سب حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ اے آدمؑ آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا' آپ کے لئے اپنے فرشتوں سے سجدہ کرایا' آپ کو تمام چیزوں کے نام بتائے' آپ اپنے رب کے پاس ہماری سفارش لے جائیے تاکہ ہمیں اس جگہ سے راحت ملے' حضرت آدم علیہ السلام جواب دیں گے کہ میں اس قابل نہیں ہوں آپ کو اپنا گناہ یاد آجائے گا اور اللہ تعالیٰ سے شرمانے لگیں گے۔ فرمائیں گے' تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ وہ اللہ کے پہلے رسول ہیں جنہیں زمین والوں کی طرف اللہ پاک نے بھیجا' یہ آئیں گے یہاں سے بھی یہی جواب پائیں گے کہ میں اس کے لائق نہیں ہوں آپ کو بھی اپنی خطا یاد آئے گی کہ اللہ سے وہ سوال کیا تھا جس کا آپ کو علم نہ تھا۔ پس اپنے پروردگار سے شرما جائیں گے اور فرمائیں گے تم ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام کے پاس جاؤ' وہ آپ کے پاس آئیں گے' آپ فرمائیں گے' میں اس قابل نہیں تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ' ان سے اللہ نے کلام کیا ہے اور انہیں تورات دی ہے لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے لیکن وہ کہیں گے مجھ میں اتنی قابلیت کہاں؟ پھر آپ اس قتل کا ذکر کریں گے جو بغیر کسی مقتول کے معاوضے کے آپ نے کر دیا تھا۔ پس بوجہ اس کے اللہ سے شرمانے لگیں گے اور کہیں گے تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ کے بندے' اس کا کلمہ اور اس کی روح ہے۔ وہ یہاں آئیں گے لیکن آپ فرمائیں گے میں اس جگہ کے قابل نہیں ہوں' تم محمد ﷺ کے پاس جاؤ جن کے اول آخر تمام گناہ بخش دیئے گئے ہیں۔

پس وہ سب میرے پاس آئیں گے' میں کھڑا ہوں گا۔ اپنے رب سے اجازت چاہوں گا' جب اسے دیکھوں گا تو سجدے میں گر پڑوں گا۔ جب تک اللہ کو منظور ہوگا میں سجدے میں ہی رہوں گا پھر فرمایا جائے گا' اے محمد سر اٹھایئے' کہئے' سنا جائے گا' شفاعت کیجئے' قبول کی جائے گی' مانگئے' دیا جائے گا' پس میں سر اٹھاؤں گا اور اللہ کی وہ تعریفیں کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا۔ پھر میں سفارش پیش کروں گا' میرے

لئے ایک حد مقرر کر دی جائے گی' میں انہیں جنت میں پہنچا آؤں گا' پھر دوبارہ جناب باری میں حاضر ہو کر اپنے رب کو دیکھ کر سجدے میں گر پڑوں گا' جب تک وہ چاہے مجھے سجدے میں ہی رہنے دے گا پھر کہا جائے گا کہ اے محمد ﷺ سر اٹھاؤ' کہو' سنا جائے گا' سوال کرو دیا جائے گا' شفاعت کرو' قبول ہو گی- پس میں سر اٹھا کر اپنے رب کی وہ حمد بیان کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا پھر میں شفاعت کروں گا تو میرے لئے ایک حد مقرر کر دی جائے گی میں انہیں بھی جنت میں پہنچا آؤں گا-

پھر تیسری مرتبہ لوٹوں گا اپنے رب کو دیکھتے ہی سجدے میں گر پڑوں گا جب تک وہ چاہے' اسی حالت میں پڑا رہوں گا پھر فرمایا جائے گا کہ محمد ﷺ سر اٹھا' بات کر' سنی جائے گی' سوال کر' عطا فرمایا جائے گا' سفارش کر' قبول کی جائے چنانچہ میں سر اٹھا کر وہ حمد بیان کر کے جو مجھے وہی سکھائے گا' سفارش کروں گا پھر چوتھی بار واپس آؤں گا اور کہوں گا باری تعالیٰ اب تو صرف وہی باقی رہ گئے ہیں جنہیں قرآن نے روک لیا ہے- فرماتے ہیں' جہنم میں سے وہ بھی شخص نکل آئے گا جس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهِ کہا اور اس کے دل میں گیہوں کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو پھر وہ لوگ بھی دوزخ سے نکالے جائیں گے جنہوں نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهِ کہا ہو اور ان کے دل میں ایک ذرے جتنا ایمان ہو- یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے-

مسند احمد میں ہے آپؐ فرماتے ہیں میری امت پل صراط سے گزر رہی ہو گی' میں وہیں کھڑا دیکھ رہا ہوں گا کہ میرے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے اور فرمائیں گے' اے محمد ﷺ انبیاء کی جماعت آپ سے کچھ مانگتی ہے- وہ سب آپ کے لئے جمع ہیں اور اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ تمام امتوں کو جہاں بھی چاہے' الگ الگ کر دے' اس وقت وہ سخت غم میں ہیں' تمام مخلوق پسینوں میں گویا لگام چڑھا دی گئی ہے- مومن پر تو وہ مثل زکام کے ہے لیکن کافر پر تو موت کا ڈھانپ لینا ہے- آپ فرمائیں گے کہ ٹھہرو' میں آتا ہوں پس آپ جائیں گے عرش تلے کھڑے رہیں گے اور وہ عزت و آبرو ملے گی کہ کسی برگزیدہ فرشتے اور کسی بھیجے ہوئے نبی رسول کو نہ ملی ہو' پھر اللہ تعالیٰ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرف وحی کرے گا کہ محمد (ﷺ) کے پاس جاؤ اور کہو کہ آپ سر اٹھایئے' مانگئے ملے گا' سفارش کیجئے' قبول ہو گی پس مجھے اپنی امت کی شفاعت ملے گی کہ ہر ننانوے میں سے ایک نکال لاؤں میں بار بار اپنے رب عزوجل کی طرف آتا جاتا رہوں گا اور ہر بار سفارش کروں گا یہاں تک کہ جناب باری مجھ سے ارشاد فرمائے گا کہ اے محمد (ﷺ) جاؤ مخلوق الٰہی میں سے جس نے ایک دن بھی خلوص کے ساتھ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهِ کی گواہی دی ہو اور اسی پر مرا ہو' اسے بھی جنت میں پہنچا آؤ-

مسند احمد میں ہے حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے اس وقت ایک شخص کچھ کہہ رہا تھا' انہوں نے بھی کچھ کہنے کی اجازت مانگی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اجازت دی- آپ کا خیال یہ تھا کہ جو کچھ یہ پہلا شخص کہہ رہا ہے' وہی بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کہیں گے- حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا' میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے' آپ فرماتے ہیں' مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ زمین پر جتنے درخت اور کنکر ہیں' ان کی گنتی کے برابر لوگوں کی شفاعت میں کروں گا- پس اے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کو تو اس کی امید ہو اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے ناامید ہوں؟

مسند احمد میں ہے کہ ملیکہ کے دونوں لڑکے رسول اکرم ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے' ہماری ماں' ہمارے والد کی بڑی ہی عزت کرتی تھیں' بچوں پر بڑی مہربانی اور شفقت کرتی تھیں' مہمانداری میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتی تھیں- ہاں انہوں نے جاہلیت کے زمانے میں اپنی زندہ لڑکیاں درگور کر دی تھیں' آپ نے فرمایا' پھر وہ جہنم میں پہنچی- وہ دونوں ملول خاطر ہو کر لوٹے تو آپ نے حکم دیا کہ انہیں واپس بلا لاؤ- وہ

لوٹے اور ان کے چہروں پر خوشی تھی کہ اب حضور ﷺ کوئی اچھی بات سنائیں گے۔ آپ نے فرمایا' سنو میری ماں اور تمہاری ماں دونوں ایک ساتھ ہی ہیں۔ ایک منافق یہ سن کر کہنے لگا کہ اس سے اس کی ماں کو کیا فائدہ؟ ہم اس کے پیچھے جاتے ہیں۔ ایک انصاری جو حضور ﷺ سے سب سے زیادہ سوالات کرنے کا عادی تھا' کہنے لگا' یا رسول اللہ ﷺ کیا اس کے یا ان دونوں کے بارے میں آپ سے اللہ تعالیٰ نے کوئی وعدہ کیا ہے؟ آپ سمجھ گئے کہ اس نے کچھ سنا ہے' فرمانے لگے' نہ میرے رب نے چاہا نہ مجھے اس بارے میں کوئی طمع دی۔

سنو میں قیامت کے دن مقام محمود پر پہنچایا جاؤں گا' انصاری نے کہا' وہ کیا مقام ہے؟ آپ نے فرمایا' یہ اس وقت جب کہ تمہیں ننگے بدن بے ختنہ لایا جائے گا۔ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا' میرے خلیل کو کپڑے پہناؤ۔ پس دو چادریں سفید رنگ کی پہنائی جائیں گی اور آپ عرش کی طرف منہ کئے بیٹھ جائیں گے پھر میرا لباس لایا جائے گا میں ان کی دائیں طرف اس جگہ کھڑا ہوں گا کہ تمام اگلے پچھلے لوگ رشک کریں گے اور کوثر سے لے کر حوض تک ان کے لئے کھول دیا جائے گا' منافق کہنے لگے پانی کے جاری ہونے کے لئے تو مٹی اور کنکر لازمی ہیں۔ آپ نے فرمایا' اس کی مٹی مشک ہے اور کنکر موتی ہیں۔ اس نے کہا ہم نے تو کبھی ایسا نہیں سنا۔ اچھا پانی کے کنارے درخت بھی ہونے چاہئیں' انصاری نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا وہاں درخت بھی ہوں گے؟ آپ نے فرمایا' ہاں سونے کی شاخوں والے۔ منافق نے کہا' آج جیسی بات تو ہم نے کبھی نہیں سنی۔ اچھا درختوں میں پتے اور پھل بھی ہونے چاہئیں۔ انصاری نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ کیا ان درختوں میں پھل بھی ہوں گے؟ آپ نے فرمایا' ہاں قسم قسم کے جواہر' اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہوگا اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔ ایک گھونٹ بھی جس نے اس میں سے پی لیا' وہ کبھی بھی پیاسا نہ ہوگا اور جو اس سے محروم رہ گیا' وہ پھر کبھی آسودہ نہ ہوگا۔

ابو داؤد طیالسی میں ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ عزوجل شفاعت کی اجازت دے گا' پس روح القدس حضرت جبرئیل علیہ السلام کھڑے ہوں گے' پھر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کھڑے ہوں گے' پھر حضرت عیسیٰ یا حضرت موسیٰ علیہما السلام کھڑے ہوں گے' پھر چوتھے تمہارے نبی حضرت محمد ﷺ کھڑے ہوں گے آپ سے زیادہ کسی کی شفاعت نہ ہوگی' یہی مقام محمود ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ لوگ قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے۔ میں اپنی امت سمیت ایک ٹیلے پر کھڑا ہوں گا' مجھے اللہ تعالیٰ سبز رنگ کا حلہ پہنائے گا' پھر مجھے اجازت دی جائے گی اور جو کچھ کہنا چاہوں گا کہوں گا' یہی مقام محمود ہے۔ مسند احمد میں ہے' قیامت کے دن سب سے پہلے مجھے سجدہ کرنے کی اجازت دی جائے گی اور مجھے ہی سب سے پہلے سر اٹھانے کی اجازت ملے گی' میں اپنے آگے پیچھے' دائیں بائیں دیکھ کر اپنی امت کو اور امتوں میں پہچان لوں گا' کسی نے پوچھا حضور ﷺ اور ساری امتیں جو حضرت نوحؑ کے وقت تک کی ہوں گی' ان سب میں سے آپ خاص اپنی امت کیسے پہچان لیں گے؟ آپ نے فرمایا' وضو کے اثر سے' ان کے ہاتھ پاؤں منہ چمک رہے ہوں گے ان کے سوا اور کوئی ایسا نہ ہوگا اور میں انہیں یوں پہچان لوں گا کہ ان کے نامہ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں ملیں گے اور نشان یہ ہے کہ ان کی اولادیں ان کے آگے آگے چل پھر رہی ہوں گی۔ مسند احمد میں ہے حضور علیہ السلام کے پاس گوشت لایا گیا اور شانے کا گوشت چونکہ آپ کو زیادہ مرغوب تھا وہی آپ کو دیا گیا۔ آپ اس میں سے گوشت توڑ توڑ کر کھانے لگے اور فرمایا قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ تمام اگلوں پچھلوں کو ایک ہی میدان میں جمع کرے گا' آواز دینے والا انہیں سنائے گا۔ نگاہیں اوپر کو چڑھ جائیں گی سورج بالکل نزدیک ہو جائے گا اور لوگ ایسی سختی اور رنج و غم میں مبتلا ہو جائیں گے جو ناقابل برداشت ہے' اس وقت وہ آپس میں کہیں گے کہ دیکھو تو سہی' ہم سب کس مصیبت میں مبتلا ہیں چلو کسی سے کہہ کر اسے سفارشی بنا کر اللہ تعالیٰ کے پاس بھیجیں۔ چنانچہ مشورہ سے طے ہوگا اور لوگ حضرت آدم علیہ السلام

کے پاس جائیں گے اور کہیں گے' آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے' آپ میں اپنی روح پھونکی ہے' اپنے فرشتوں کو آپ کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دے کے ان سے سجدہ کرایا ہے' آپ کیا ہماری خستہ حالی ملاحظہ نہیں فرما رہے؟ آپ پروردگار سے شفاعت کیجئے۔ حضرت آدم علیہ السلام جواب دیں گے کہ میرا رب آج اس قدر غضبناک ہو رہا ہے کہ کبھی اس سے پہلے ایسا غضبناک نہیں ہوا اور نہ اس کے بعد کبھی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک درخت سے روکا تھا لیکن مجھ سے نافرمانی ہوگئی۔ آج تو مجھے خود اپنا خیال لگا ہوا ہے' نفسا نفسی لگی ہوئی ہے۔ تم کسی اور کے پاس جاؤ نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔

لوگ وہاں سے حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ اے نوح علیہ السلام آپ کو زمین والوں کی طرف سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا۔ آپ کا نام اس نے شکرگزار بندہ رکھا۔ آپ ہمارے لئے اپنے رب کے پاس شفاعت کیجئے' دیکھئے تو ہم کس مصیبت میں مبتلا ہیں؟ حضرت نوح علیہ السلام جواب دیں گے کہ آج تو میرا پروردگار اس قدر غضبناک ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی ایسا غصے ہوا نہ اس کے بعد کبھی ایسا غصے ہوگا۔ میرے لئے ایک دعا تھی جو میں نے اپنی قوم کے خلاف مانگ لی مجھے تو آج اپنی پڑی ہے' نفسا نفسی لگ رہی ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے' آپ نبی اللہ ہیں' آپ خلیل اللہ ہیں' کیا آپ ہماری یہ بپتا نہیں دیکھتے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے کہ آج میرا رب سخت غضبناک ہے کہ نہ تو اس سے پہلے کبھی ایسا ناراض ہوا نہ اس کے بعد کبھی اس سے زیادہ غصے میں آئے گا' پھر آپ اپنے جھوٹ یاد کر کے نفسا نفسی کرنے لگیں گے اور فرمائیں گے' میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔

لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے اے موسیٰ علیہ السلام آپ اللہ کے رسول ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسالت اور اپنے کلام سے نوازا ہے' آپ ہمارے پروردگار کے پاس ہماری شفاعت لے جایئے دیکھئے تو کیسی سخت آفت میں ہیں؟ آپ فرمائیں گے' آج تو میرا رب سخت ناراض ہے' ایسا کہ اس سے پہلے کبھی ایسا ناراض نہیں ہوا اور نہ کبھی اس کے بعد ایسا ناراض ہوگا' میں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر ایک انسان کو مار ڈالا تھا' نفسی نفسی تم مجھے چھوڑو۔ کسی اور سے کہو تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے' اے عیسیٰ علیہ السلام آپ رسول اللہ اور کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں جو مریم علیہ السلام کی طرف بھیجی گئی' بچپن میں گہوارے میں ہی آپ نے بولنا شروع کر دیا تھا' جایئے ہمارے رب سے ہماری شفاعت کیجئے' خیال تو فرمایئے کہ ہم کس قدر بے چین ہیں؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے کہ آج جیسا غصہ تو نہ پہلے تھا نہ بعد میں ہوگا' نفسی نفسی' آپ اپنے کسی گناہ کا ذکر نہ کریں گے۔ فرمائیں گے' تم کسی اور ہی کے پاس جاؤ۔ دیکھو میں بتاؤں تم سب محمد ﷺ کے پاس جاؤ۔ چنانچہ وہ سب حضور ﷺ کے پاس آئیں گے اور کہیں گے اے محمد ﷺ آپ رسول اللہ ہیں' آپ خاتم الانبیا ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔ آپ ہماری شفاعت کیجئے دیکھئے دیکھئے تو ہم کیسی سخت بلاؤں میں گھرے ہوئے ہیں پھر میں کھڑا ہوں گا اور عرش تلے آ کر اپنے رب عزوجل کے سامنے سجدے میں گر پڑوں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی حمد وثنا کے وہ الفاظ کھولے گا جو مجھ سے پہلے کسی اور پر نہیں کھلے تھے۔ پھر مجھ سے فرمایا جائے گا' اے محمد ﷺ اپنا سر اٹھاؤ' مانگو' تمہیں ملے گا' شفاعت کرو منظور ہوگی۔ میں اپنا سر سجدے سے اٹھاؤں گا اور کہوں گا میرے پروردگار میری امت' میرے رب میری امت' الٰہی میری امت پس مجھ سے فرمایا جائے گا جاؤ اپنی امت میں سے ان لوگوں کو جن پر حساب نہیں' جنت میں لے جاؤ انہیں جنت کے داہنی طرف کے دروازے سے پہنچاؤ لیکن اور تمام دروازوں سے بھی انہیں روک نہیں۔ اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے' جنت کی دو چوکھٹوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا مکہ اور حمیر میں یا مکہ اور بصریٰ میں۔ یہ حدیث

صحیحین میں بھی ہے- مسلم شریف میں ہے قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار میں ہوں' اس دن سب سے پہلے میری قبر کی زمین شق ہو گی' میں ہی پہلا شفیع ہوں اور پہلا شفاعت قبول کیا گیا- ابن جریر میں ہے کہ حضور ﷺ سے اس آیت کا مطلب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا' یہ شفاعت ہے- مسند احمد میں ہے' مقام محمود وہ مقام ہے' جس میں میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا-

عبدالرزاق میں ہے کہ قیامت کے دن کھال کی طرح اللہ تعالیٰ زمین کو کھینچ لے گا یہاں تک کہ ہر شخص کے لئے صرف اپنے دونوں قدم ٹکانے کی جگہ ہی رہے گی' سب سے پہلے مجھے طلب کیا جائے گا حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ رحمٰن تبارک وتعالیٰ کے دائیں طرف ہوں گے' اللہ کی قسم اس سے پہلے اسے اس نے نہیں دیکھا- میں کہوں گا کہ باری تعالیٰ اس فرشتے نے مجھ سے کہا تھا کہ اسے تو میری طرف بھیج رہا تھا اللہ تعالیٰ عزوجل فرمائے گا' اس نے سچ کہا' اب میں یہ کہہ کر شفاعت کروں گا کہ اے اللہ تیرے بندوں نے زمین کے مختلف حصوں میں تیری عبادت کی ہے' آپ فرماتے ہیں یہی مقام محمود ہے- یہ حدیث مرسل ہے-

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ﴿۸۰﴾ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾

دعا کیا کر کہ اے میرے پروردگار مجھے جہاں لے جا' اچھی طرح لے جا اور جہاں سے نکال اچھی طرح نکال اور میرے لئے اپنے پاس سے غلبہ اور امداد مقرر فرما دے ○ اعلان کر دے کہ حق آ چکا اور باطل نابود ہو گیا' یقیناً باطل تھا بھی نابود ہونے والا ○

حکم ہجرت: ☆☆ (آیت: ۸۰-۸۱) مسند احمد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ مکہ شریف میں تھے پھر آپ کو ہجرت کا حکم ہوا اور یہ آیت اتری- امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' یہ حدیث حسن صحیح ہے- حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ فرماتے ہیں کہ کفار مکہ نے مشورہ کیا کہ آپ کو قتل کر دیں یا نکال دیں یا قید کر لیں پس اللہ کا یہی ارادہ ہوا کہ اہل مکہ کو ان کی بداعمالیوں کا مزہ چکھا دے- اس نے اپنے پیغمبر ﷺ کو مدینے جانے کا حکم فرمایا- یہی اس آیت میں بیان ہو رہا ہے- قتادہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' داخل ہونا مدینے میں اور مکے سے نکلنا یہی قول سب سے زیادہ مشہور ہے- ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سچائی کے داخلے سے مراد موت ہے اور سچائی سے نکلنے سے مراد موت کے بعد کی زندگی ہے اور اقوال بھی ہیں لیکن زیادہ صحیح پہلا قول ہی ہے- امام ابن جریر بھی اسی کو اختیار کرتے ہیں- پھر حکم ہوا کہ غلبے اور مدد کی دعا ہم سے کرو- اس دعا پر اللہ تعالیٰ نے فارس اور روم کا ملک اور عزت دینے کا وعدہ فرما لیا اتنا تو حضور ﷺ معلوم کر چکے تھے کہ بغیر غلبے کے دین کی اشاعت اور زور ناممکن ہے اس لئے اللہ تعالیٰ سے مدد و غلبہ طلب کیا تا کہ کتاب اللہ اور حدود اللہ' فرائض شرع اور قیام دین آپ کر سکیں- یہ غلبہ بھی اللہ کی ایک زبردست رحمت ہے- اگر یہ نہ ہوتا تو ایک دوسرے کو کھا جاتا- ہر زور آور کمزور کا شکار کر لیتا- سلطانا نصیرا سے مراد کھلی دلیل بھی ہے لیکن پہلا قول پہلا ہی ہے اس لئے کہ حق کے ساتھ غلبہ اور طاقت بھی ضروری چیز ہے تا کہ مخالفین حق دبے رہیں' اسی لئے اللہ تعالیٰ نے لوہے کے اتارنے کے احسان کو قرآن میں خاص طور پر ذکر کیا ہے-

ایک حدیث میں ہے کہ سلطنت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بہت سی ان برائیوں کو روک دیتا ہے جو صرف قرآن سے نہیں رک سکتی تھیں- یہ بالکل واقعہ ہے بہت سے لوگ ہیں کہ قرآن کی نصیحتیں' اس کے وعدے وعید ان کو بدکاریوں سے نہیں ہٹا سکتے- لیکن اسلامی طاقت سے مرعوب ہو کر وہ برائیوں سے رک جاتے ہیں- پھر کافروں کی گوشمالی کی جاتی ہے کہ اللہ کی جانب سے حق آ چکا' سچائی اتر آئی' جس میں کوئی

شک وشبہ نہیں' قرآن ایمان' نفع دینے والا' سچا علم منجانب اللہ آ گیا' کفر برباد و غارت اور بے نام ونشان ہو گیا' وہ حق کے مقابلہ میں بے دست و پا ثابت ہوا' حق نے باطل کا دماغ پاش پاش کر دیا اور وہ نابود اور بے وجود ہو گیا۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکے میں آئے بیت اللہ کے آس پاس تین سو ساٹھ بت تھے' آپ اپنے ہاتھ کی لکڑی سے انہیں کچوکے دے رہے تھے اور یہی آیت پڑھتے تھے اور فرماتے جاتے تھے' حق آ چکا' باطل نہ دوبارہ آ سکتا ہے نہ لوٹ سکتا ہے۔ ابو یعلی میں ہے کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ مکے میں آئے' بیت اللہ کے اردگرد تین سو ساٹھ بت تھے جن کی پوجا پاٹ کی جاتی تھی آپ نے فوراً حکم دیا کہ ان سب کو اوندھے منہ گرا دو پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾

یہ قرآن جو ہم نازل فرما رہے ہیں' مومنوں کے لئے تو سراسر شفا اور رحمت ہے' ہاں ظالموں کو بجز نقصان کے اور کوئی زیادتی نہیں ہوتی ○

**قرآن حکیم شفا ہے:** ☆☆ (آیت:۸۲) اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کی بابت جس میں باطل کا شائبہ بھی نہیں' فرماتا ہے کہ وہ ایمانداروں کے دلوں کی تمام بیماریوں کے لئے شفا ہے۔ شک' نفاق' شرک' ٹیڑھ پن اور باطل کی لگاوٹ سب اس سے دور ہو جاتی ہے۔ ایمان' حکمت' بھلائی' رحمت' نیکیوں کی رغبت اس سے حاصل ہوتی ہے۔ جو بھی اس پر ایمان ویقین لائے' اسے سچ سمجھ کر اس کی تابعداری کرے' یہ اسے اللہ کی رحمت کے نیچے لا کھڑا کرتا ہے۔ ہاں جو ظالم و جابر ہو جو اس سے انکار کرے' وہ اللہ سے اور دور ہو جاتا ہے۔ قرآن سن کر اس کا کفر اور بڑھ جاتا ہے پس یہ آفت خود کافر کی طرف سے اس کے کفر کی وجہ سے ہوتی ہے نہ کہ قرآن کی طرف سے' وہ تو سراسر رحمت وشفا ہے چنانچہ اور آیت قرآن میں ہے قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ الخ کہہ دے کہ یہ ایمانداروں کے لئے ہدایت اور شفا ہے اور بے ایمانوں کے کانوں میں پردے ہیں اور ان کی نگاہوں پر پردہ ہے یہ تو دور دراز سے آوازیں دیئے جاتے ہیں۔

اور آیت میں ہے وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ الخ جہاں کوئی سورت اتری کہ ایک گروہ نے پوچھنا شروع کیا کہ تم میں سے کس کو اس نے ایمان میں بڑھایا؟ سنو ایمان والوں کے تو ایمان بڑھ جاتے ہیں اور وہ ہشاش بشاش ہو جاتے ہیں ہاں جن کے دلوں میں بیماری ہے ان کی گندگی پر گندگی بڑھ جاتی ہے اور مرتے دم تک کفر پر قائم رہتے ہیں۔ اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں۔ الغرض مومن اس پاک کتاب کو سن کر نفع اٹھاتا ہے' اسے حفظ کرتا ہے' اسے یاد کرتا ہے' اس کا خیال رکھتا ہے۔ بے انصاف لوگ نہ اس سے نفع حاصل کرتے ہیں' نہ اسے حفظ کرتے ہیں' نہ اس کی نگہبانی کرتے ہیں' اللہ نے اسے شفا اور رحمت صرف مومنوں کے لئے بنایا ہے۔

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوْسًا ﴿۸۳﴾ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ۭ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ﴿۸۴﴾ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۭ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۵﴾ ع ۷

انسان پر جب بھی ہم اپنی نعمت انعام کرتے ہیں تو وہ منہ موڑ لیتا ہے اور کروٹ بدل لیتا ہے اور جب بھی اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ مایوس ہو جاتا ہے ○ کہہ دو کہ ہر شخص اپنے اپنے طریقے پر عامل ہے' جو پوری ہدایت کے راستے پر ہیں' انہیں تمہارا رب ہی بخوبی جاننے والا ہے ○ یہ لوگ تجھ سے روح کی بابت سوال کرتے

ہیں تو جواب دے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے۔ تمہیں جو علم دیا گیا ہے وہ بہت ہی کم ہے ○

انسانی فطرت میں خیر وشر موجود ہے : ☆☆ (آیت:۸۳-۸۴) خیر وشر' برائی بھلائی جو انسان کی فطرت میں ہیں' قرآن کریم ان کو بیان فرما رہا ہے۔ مال' عافیت' فتح' رزق' نصرت' تائید' کشادگی' آرام پاتے ہی نظریں پھیر لیتا ہے۔ اللہ سے دور ہو جاتا ہے گویا اسے کبھی برائی پہنچی ہی نہیں۔ اللہ سے کروٹ بدل لیتا ہے گویا کبھی کی جان پہچان ہی نہیں اور جہاں مصیبت' تکلیف دکھ درد' آفت حادثہ پہنچا اور یہ نا امید ہوا' سمجھ لیتا ہے کہ اب بھلائی' عافیت' راحت' آرام ملنے ہی کا نہیں۔

قرآن کریم اور جگہ ارشاد فرماتا ہے وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِ نْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِيْرٌ انسان کو راحتیں دے کر جوں ہی ہم نے واپس لے لیں تو یہ محض مایوس اور ناشکرا بن گیا اور جہاں مصیبتوں کے بعد ہم نے عافیتیں دیں' یہ پھول گیا' گھمنڈ میں آ گیا اور ہانک لگانے لگا کہ بس اب برائیاں مجھ سے دور ہو گئیں۔ فرماتا ہے کہ ہر شخص اپنی اپنی طرز پر' اپنی طبیعت پر' اپنی نیت پر' اپنے دین اور طریقے پر عامل ہے تو لگے رہیں۔ اس کا علم کہ فی الواقع راہ راست پر کون ہے' صرف اللہ ہی کو ہے۔ اس میں مشرکین کو تنبیہ ہے کہ وہ اپنے مسلک پر گو کاربند ہوں اور اسے اچھا سمجھ رہے ہوں لیکن اللہ کے پاس جا کر کھلے گا کہ جس راہ پر وہ تھے' وہ کیسی خطرناک تھی۔ جیسے فرمان ہے کہ بے ایمانوں سے کہہ دو کہ اچھا ہے اپنی جگہ اپنے کام کرتے جاؤ الخ' بدلے کا وقت یہ نہیں' قیامت کا دن ہے' نیکی بدی کی تمیز اس دن ہو گی' سب کو بدلے ملیں گے' اللہ پر کوئی امر پوشیدہ نہیں۔

(آیت:۸۵) بخاری وغیرہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ مدینے کے کھیتوں میں جا رہے تھے آپ کے ہاتھ میں لکڑی تھی میں آپ کے ہمراہ تھا۔ یہودیوں کے ایک گروہ نے آپ کو دیکھ کر آپس میں کانا پھوسی شروع کی کہ آؤ ان سے روح کی بابت سوال کریں۔ کوئی کہنے لگا اچھا' کسی نے کہا مت پوچھو' کوئی کہنے لگے تمہیں اس سے کیا نتیجہ؟ کوئی کہنے لگا' شاید کوئی جواب ایسا دیں جو تمہارے خلاف ہو۔ جانے دو نہ پوچھو۔ آخر وہ آئے اور حضرتؐ سے سوال کیا اور آپؐ اپنی لکڑی پر ٹیک لگا کر ٹھہر گئے میں سمجھ گیا کہ وحی اتر رہی ہے خاموش کھڑا رہ گیا اس کے بعد آپؐ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ اس سے تو بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت مدنی ہے حالانکہ پوری صورت مکی ہے لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مکے کی اتری ہوئی آیت سے ہی اس موقعہ پر مدینے کے یہودیوں کو جواب دینے کی وحی ہوئی ہو یا یہ کہ دوبارہ یہی آیت نازل ہوئی ہو۔ مسند احمد کی روایت سے بھی اس آیت کا مکے میں اترنا ہی معلوم ہوتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قریشیوں نے یہودیوں سے درخواست کی کہ کوئی مشکل سوال بتاؤ کہ ہم ان سے پوچھیں۔ انہوں نے سوال سمجھایا۔ اس کے جواب میں یہ آیت اتری تو یہ سرکش کہنے لگے' ہمیں بڑا علم ہے' تورات ہمیں ملی ہے اور جس کے پاس تورات ہو' اسے بہت سی بھلائی مل گئی۔

اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا الخ یعنی اگر تمام سمندروں کی سیاہی بن جائے اور اس سے کلمات الٰہی لکھنے شروع کئے جائیں تو یہ روشنائی سب خشک ہو جائے گی اور اللہ کے کلمات باقی رہ جائیں گے تو پھر تم اس کی مدد میں ایسے ہی اور بھی لاؤ۔ عکرمہؒ نے یہودیوں کے سوال پر اس آیت کا اترنا اور ان کے اس مکروہ قول پر دوسری آیت وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ الخ' کا اترنا بیان فرمایا ہے یعنی روئے زمین کے درختوں کی قلمیں اور روئے زمین کے سمندروں کی روشنائی اور ان کے ساتھ ہی ساتھ ایسے ہی اور سمندر بھی ہوں تب بھی اللہ کے کلمات پورے نہیں ہو سکتے۔ اس میں شک نہیں کہ توراۃ کا علم جو جہنم سے بچانے والا ہے' بڑی چیز ہے لیکن

اللہ کے علم کے مقابلہ میں بہت تھوڑی چیز ہے۔

امام محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ مکے میں یہ آیت اتری کہ تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔ جب آپ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو مدینے کے علماء یہود آپؐ کے پاس آئے اور کہنے لگے ہم نے سنا ہے آپ یوں کہتے ہیں کہ تمہیں تو بہت ہی کم علم عطا فرمایا گیا ہے اس سے مراد آپ کی قوم ہے یا ہم؟ آپ نے فرمایا تم بھی اور وہ بھی۔ انہوں نے کہا' سنو خود قرآن میں پڑھتے ہو کہ ہم کو تورات ملی ہے اور یہ بھی قرآن میں ہے کہ اس میں ہر چیز کا بیان ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علم الٰہی کے مقابلے میں یہ بھی بہت کم ہے۔ ہاں بے شک تمہیں اللہ نے اتنا علم دے رکھا ہے کہ اگر تم اس پر عمل کرو تو تمہیں بہت کچھ نفع ملے اور یہ آیت اتری وَلَوْ اَنَّ مَافِي الْاَرْضِ الخ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ یہودیوں نے حضور ﷺ سے روح کی بابت سوال کیا کہ اسے جسم کے ساتھ عذاب کیوں ہوتا ہے؟ وہ تو اللہ کی طرف سے ہے چونکہ اس بارے میں کوئی آیت وحی آپ پر نہیں اتری تھی آپؐ نے انہیں کچھ نہ فرمایا' اسی وقت آپؐ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور یہ آیت اتری یہ سن کر یہودیوں نے کہا' آپ کو اس کی خبر کس نے دی؟ آپؐ نے فرمایا' جبرئیل اللہ کی طرف سے یہ فرمان لائے وہ کہنے لگے وہ تو ہمارا دشمن ہے اس پر آیت قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ الخ نازل ہوئی یعنی جبرئیل کے دشمن کا دشمن اللہ ہے اور ایسا شخص کافر ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں روح سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں' ایک قول یہ بھی ہے کہ مراد ایک ایسا عظیم الشان فرشتہ ہے جو تمام مخلوق کے برابر ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کا ایک فرشتہ ایسا بھی ہے کہ اگر اس سے ساتوں زمینوں اور ساتوں آسمانوں کو ایک لقمہ بنانے کو کہا جائے تو وہ بنا لے اس کی تسبیح یہ ہے سُبْحَانَكَ حَيْثُ كُنْتَ الٰہی تو پاک ہے جہاں بھی ہے۔ یہ حدیث غریب ہے بلکہ منکر ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ یہ ایک فرشتہ ہے جس کے ستر ہزار منہ ہیں اور ہر منہ میں ستر ہزار زبانیں ہیں اور ہر زبان پر ستر ہزار لغت ہیں وہ ان تمام زبانوں سے ہر بولی میں اللہ کی تسبیح کرتا ہے۔ اس کی ہر ایک تسبیح سے اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو اور فرشتوں کے ساتھ اللہ کی عبادت میں قیامت تک اڑتا رہتا ہے۔ یہ اثر بھی عجیب و غریب ہے واللہ اعلم۔

سہیلی کی روایت میں تو ہے کہ اس کے ایک لاکھ سر ہیں۔ اور ہر سر میں ایک لاکھ منہ ہیں اور ہر منہ میں ایک لاکھ زبانیں ہیں جن سے مختلف بولیوں میں وہ اللہ کی پاکی بیان کرتا رہتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد اس سے فرشتوں کی وہ جماعت ہے جو انسانی صورت پر ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ وہ فرشتے ہیں کہ اور فرشتوں کو تو وہ دیکھتے ہیں لیکن اور فرشتے انہیں نہیں دیکھتے۔ پس وہ فرشتوں کے لئے ایسے ہی ہیں جیسے ہمارے لئے یہ فرشتے۔ پھر فرماتا ہے کہ انہیں جواب دے کہ روح امر ربی ہے یعنی اس کی شان سے ہے' اس کا علم صرف اسی کو ہے' تم میں سے کسی کو نہیں تمہیں جو علم ہے وہ اللہ ہی کا دیا ہوا ہے پس وہ بہت ہی کم ہے۔ مخلوق کو صرف وہی معلوم ہے جو اس نے انہیں معلوم کرایا ہے۔ خضر علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں آ رہا ہے کہ جب یہ دونوں بزرگ کشتی پر سوار ہو رہے تھے' اس وقت ایک چڑیا کشتی کے تختے پر بیٹھ کر اپنی چونچ پانی میں ڈبو کر اڑ گئی تو جناب خضرؑ نے فرمایا' اے موسیٰ میرا اور تیرا اور تمام مخلوق کا علم اللہ کے علم کے سامنے ایسا اور اتنا ہی ہے جتنا یہ چڑیا اس سمندر سے لے اڑی۔ (او کما قال)

بقول سہیلی بعض لوگ کہتے ہیں کہ انہیں ان کے سوال کا جواب نہیں دیا کیونکہ ان کا سوال ضد کرنے اور نہ ماننے کے طور پر تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جواب ہو گیا۔ مراد یہ ہے کہ روح شریعت الٰہی میں سے ہے' تمہیں اس میں نہ جانا چاہئے۔ تم جان رہے ہو کہ اس کے پہچاننے کی کوئی طبعی اور علمی راہ نہیں بلکہ وہ شریعت کی جہت سے ہے پس تم شریعت کو قبول کر لو لیکن ہمیں تو یہ طریقہ خطرے سے خالی نظر نہیں آتا واللہ اعلم۔

پھر سہیلی نے اختلاف علماء بیان کیا ہے کہ روح نفس ہی ہے یا اس کے سوا۔ اور اس بات کو ثابت کیا ہے کہ روح جسم میں مثل ہوا کے جاری ہے اور نہایت لطیف چیز ہے جیسے کہ درختوں کی رگوں میں پانی چڑھتا ہے اور جو روح فرشتہ ماں کے پیٹ کے بچے میں پھونکتا ہے، وہ جسم کے ساتھ ملتے ہی نفس بن جاتی ہے اور جسم کی مدد سے وہ اچھی بری صفتیں اپنے اندر حاصل کر لیتی ہے یا تو ذکر اللہ کے ساتھ مطمئن ہونے والی ہو جاتی ہے یا برائیوں کا حکم کرنے والی بن جاتی ہے مثلاً پانی درخت کی حیات ہے اس کے درخت سے ملنے کے باعث وہ ایک خاص بات اپنے اندر پیدا کر لیتا ہے مثلاً انگور پیدا ہوئے پھر ان کا پانی نکالا گیا یا شراب بنائی گئی پس وہ اصلی پانی اب جس صورت میں آیا، اب اسے اصلی پانی نہیں کہا جا سکتا۔ اسی طرح اب جسم کے اتصال کے بعد روح کو اعلیٰ روح نہیں کہا جا سکتا اسی طرح اسے نفس بھی نہیں کہا جا سکتا یہ کہنا بھی بطور انجام کو پہچاننے کے ہے۔ حاصل کلام یہ ہوا کہ روح نفس اور مادہ کی اصل ہے اور نفس اس سے اور اس کے بدن کے ساتھ کے اتصال سے مرکب ہے۔ پس روح نفس ہے لیکن ایک وجہ سے نہ کہ تمام وجوہ سے۔ بات تو یہ دل کو لگتی ہے لیکن حقیقت کا علم اللہ ہی کو ہے۔ لوگوں نے اس بارے میں بہت کچھ کہا ہے اور بڑی بڑی مستقل کتابیں اس پر لکھی ہیں۔ اس مضمون پر بہترین کتاب حافظ ابن مندہ کی کتاب ''الروح'' ہے۔

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ﴿۸۶﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ﴿۸۷﴾ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓي اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿۸۸﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۡ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۸۹﴾

اگر ہم چاہیں تو جو وحی تیری طرف ہم نے اتاری ہے، سب سلب کر لیں پھر تجھے اس کے لئے ہمارے مقابلے میں کوئی حمایتی بھی میسر نہ آ سکے ○ یہ تو صرف تیرے رب کا رحم و کرم ہے، یقین مان کہ تجھ پر اس کا بڑا ہی فضل ہے ○ اعلان کر دے کہ اگر تمام انسان اور کل جنات مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لانا ناممکن ہے گو وہ آپس میں ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں ○ ہم نے تو اس قرآن میں لوگوں کے سمجھنے کے لئے ہر طرح ہیر پھیر سے تمام مثالیں بیان کر دی ہیں مگر تاہم اکثر لوگ ناشکری سے باز نہیں آتے ○

---

**قرآن اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم:** ☆☆ (آیت: ۸۶-۸۹) اللہ تعالیٰ اپنے زبردست احسان اور عظیم الشان نعمت کو بیان فرما رہا ہے جو اس نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ پر انعام کیا ہے یعنی آپ پر وہ کتاب نازل فرمائی جس میں کہیں سے بھی کسی وقت باطل کی آمیزش ناممکن ہے۔ اگر وہ چاہے تو اس وحی کو سلب بھی کر سکتا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، آخر زمانے میں ایک سرخ ہوا چلے گی شام کی طرف سے یہ اٹھے گی اس وقت قرآن کے ورقوں میں سے اور حافظوں کے دلوں میں سے قرآن سلب ہو جائے گا۔ ایک حرف بھی باقی نہیں رہے گا پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ پھر اپنا فضل و کرم اور احسان بیان کر کے فرماتا ہے، کہ اس قرآن کریم کی بزرگی ایک یہ بھی ہے کہ تمام مخلوق اس کے مقابلے سے عاجز ہے۔ کسی کے بس میں اس جیسا کلام نہیں جس طرح اللہ تعالیٰ بے مثل، بے نظیر، بے شریک ہے، اسی طرح اس کا

کلام مثال سے، نظیر سے، اپنے جیسے سے پاک ہے۔ ابن اسحاق نے وارد کیا ہے کہ یہودی آئے تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ ہم بھی اسی جیسا کلام بنا لاتے ہیں پس یہ آیت اتری لیکن ہمیں اس کے ماننے میں تامل ہے اس لئے کہ یہ سورت مکیہ ہے اور اس کا کل بیان قریشیوں سے ہے، وہی مخاطب ہیں اور یہود کے ساتھ مکے میں آپ کا اجتماع نہیں ہوا، مدینے میں ان سے میل ہوا واللہ اعلم۔

ہم نے اس پاک کتاب میں ہر قسم کی دلیلیں بیان فرما کر حق کو واضح کر دیا ہے اور ہر بات کو شرح و بسط سے بیان فرما دیا ہے باوجود اس کے بھی اکثر لوگ حق کی مخالفت کر رہے ہیں اور حق کو دھکے دے رہے ہیں اور اللہ کی ناشکری میں لگے ہوئے ہیں۔

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْبُوْعًا ﴿۹۰﴾ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿۹۱﴾ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ﴿۹۲﴾ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ۭ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ۭ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾

ع ۹

کہنے لگے ہم تو تجھ پر ایمان لانے کے نہیں تاوقتیکہ تو ہمارے لئے زمین سے کوئی چشمہ جاری نہ کر دے ○ یا خود تیرے اپنے لئے ہی کوئی باغ ہو کھجوروں اور انگوروں کا اور اس کے درمیان تو بہت سی نہریں جاری کر دکھائے ○ یا تو آسمان کو ہم پر ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دے جیسے کہ تیرا گمان ہے یا تو خود اللہ تعالیٰ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کھڑا کر دے ○ یا تیرے اپنے لئے کوئی سونے کا گھر ہو جائے یا تو آسمان پر چڑھ جائے اور ہم تیرے چڑھ جانے کا بھی اس وقت تک یقین نہیں کریں گے جب تک کہ تو ہم پر کوئی کتاب نہ اتار لائے جسے ہم آپ پڑھ لیں، تو جواب دے کہ میرا پروردگار پاک ہے میں تو صرف ایک انسان ہی ہوں جو رسول بنایا گیا ہوں ○

**قریش کے امراء کی آخری کوشش:** ☆☆ (آیت: ۹۰-۹۳) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ربیعہ کے دونوں بیٹے عتبہ اور شیبہ اور ابوسفیان بن حرب اور بنی عبدالدار قبیلے کے دو شخص اور ابوالبختری بنی اسد کا اور اسود بن مطلب بن اسد اور زمعہ بن اسود اور ولید بن مغیرہ اور ابوجہل بن ہشام اور عبداللہ بن ابی امیہ اور امیہ بن خلف اور عاص بن وائل اور نبیہ اور منبہ سہمی حجاج کے لڑکے یہ سب یا ان میں سے کچھ سورج کے غروب ہو جانے کے بعد کعبۃ اللہ کے پیچھے جمع ہوئے اور کہنے لگے، بھئی کسی کو بھیج کر محمد (ﷺ) کو بلوا لو اور اس سے کہہ سن کر آج فیصلہ کر لو تاکہ کوئی عذر باقی نہ رہے چنانچہ قاصد گیا اور خبر دی کہ آپ کی قوم کے اشراف لوگ جمع ہوئے ہیں اور آپ کو یاد کیا ہے۔

چونکہ حضور ﷺ کو ان لوگوں کا ہر وقت خیال رہتا تھا، آپ کے جی میں آئی کہ بہت ممکن ہے اللہ نے انہیں صحیح سمجھ دے دی ہو اور یہ راہ راست پر آ جائیں اس لئے آپ فوراً ہی تشریف لائے۔ قریشیوں نے آپ کو دیکھتے ہی کہا، سنئے آج ہم آپ پر حجت پوری کر دیتے ہیں تاکہ پھر ہم پر کسی قسم کا الزام نہ آئے اسی لئے ہم نے آپ کو بلوایا ہے واللہ کسی نے اپنی قوم کو اس مصیبت میں نہیں ڈالا ہوگا جو مصیبت تو نے ہم پر کھڑی کر رکھی ہے، تم ہمارے باپ دادوں کو گالیاں دیتے ہو، ہمارے دین کو برا کہتے ہو، ہمارے بزرگوں کو بیوقوف بناتے ہو، ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہو، تم نے ہم میں تفریق ڈال دی، لڑائیاں کھڑی کر دیں واللہ آپ نے ہمیں کسی برائی کے پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی، اب

صاف صاف سن لیجئے اور سوچ سمجھ کر جواب دیجئے اگر آپ کا ارادہ ان تمام باتوں سے مال جمع کرنے کا ہے تو ہم موجود ہیں ہم خود آپ کو اس قدر مال جمع کر دیتے ہیں کہ آپ کے برابر ہم میں سے کوئی مالدار نہ ہو اور اگر آپ کا ارادہ اس سے یہ ہے کہ آپ ہم پر سرداری کریں تو لو ہم اس کے لئے بھی تیار ہیں ہم آپؐ کی سرداری کو تسلیم کرتے ہیں اور آپؐ کی تابعداری منظور کرتے ہیں۔ اگر آپؐ بادشاہت کے طالب ہیں تو بخدا ہم آپ کی بادشاہت کا اعلان کر دیتے ہیں اور اگر واقعی آپ کے دماغ میں کوئی فتور ہے' کوئی جن آپ کو ستا رہا ہے تو ہم موجود ہیں' دل کھول کر رقمیں خرچ کر کے تمہارا علاج معالجہ کریں گے یہاں تک کہ آپ کو شفا ہو جائے یا ہم معذور سمجھ لئے جائیں۔

یہ سب سن کر سردار رسولاں شفیع پیغمبراں ﷺ نے جواب دیا کہ سنو بحمد اللہ مجھے کوئی دماغی عارضہ یا خلل آسیب نہیں نہ میں اپنی اس رسالت کی وجہ سے مالدار بننا چاہتا ہوں نہ کسی سرداری کی طمع ہے نہ بادشاہ بننا چاہتا ہوں بلکہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تم سب کی طرف اپنا رسول برحق بنا کر بھیجا ہے اور مجھ پر اپنی کتاب نازل فرمائی ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں خوشخبریاں سنا دوں اور ڈرا دھمکا دوں' میں نے اپنے رب کے پیغامات تمہیں پہنچا دیئے' تمہاری سچی خیر خواہی کی' تم اگر قبول کر لو گے تو دونوں جہان میں نصیب دار بن جاؤ گے اور اگر نا منظور کر دو گے تو میں صبر کروں گا یہاں تک کہ جناب باری تعالیٰ شانہ مجھ میں اور تم میں سچا فیصلہ فرما دے (او کما قال)

اب سرداران قوم نے کہا کہ محمد (ﷺ) اگر آپ کو ہماری ان باتوں میں سے ایک بھی منظور نہیں تو اب اور سنو یہ تو خود تمہیں بھی معلوم ہے کہ ہم سے زیادہ تنگ شہر کسی اور کا نہیں' ہم سے زیادہ کم مال کوئی قوم نہیں' ہم سے زیادہ پیٹ پیٹ کر بہت کم روزی حاصل کرنے والی بھی کوئی قوم نہیں تو آپ اپنے رب سے جس نے آپ کو اپنی رسالت دے کر بھیجا ہے' دعا کیجئے کہ یہ پہاڑ یہاں سے ہٹا لے تا کہ ہمارا علاقہ کشادہ ہو جائے' شہروں شہروں کو وسعت ہو جائے اس میں نہریں' چشمے اور دریا جاری ہو جائیں جیسے کہ شام اور عراق میں ہیں اور یہ بھی دعا کیجئے کہ ہمارے باپ دادے زندہ ہو جائیں اور ان میں قصی بن کلاب ضرور ہو وہ ہم میں ایک بزرگ اور سچا شخص تھا ہم اس سے پوچھ لیں گے وہ آپ کی بابت جو کہہ دے گا' ہمیں اطمینان ہو جائے گا اگر آپ نے یہ کر دیا تو ہمیں آپ کی رسالت پر ایمان آ جائے گا اور ہم آپ کی دل سے تصدیق کرنے لگیں گے اور آپ کی بزرگی کے قائل ہو جائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا' میں ان چیزوں کے ساتھ نہیں بھیجا گیا۔ ان میں سے کوئی کام میرے بس کا نہیں۔ میں تو اللہ کی باتیں تمہیں پہنچانے کے لئے آیا ہوں۔ تم قبول کر لو' دونوں جہان میں خوش رہو گے۔ نہ قبول کرو گے تو میں صبر کروں گا۔ اللہ کے حکم پر منتظر رہوں گا یہاں تک کہ پروردگار عالم مجھ میں اور تم میں فیصلہ فرما دے۔ انہوں نے کہا' اچھا یہ بھی نہ سہی' لیجئے ہم خود آپ کے لئے ہی تجویز کرتے ہیں آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ کوئی فرشتہ آپ کے پاس بھیجے جو آپ کی باتوں کی سچائی اور تصدیق کر دے' آپ کی طرف سے ہمیں جواب دے اور اس سے کہہ کر آپ اپنے لئے باغات اور خزانے اور سونے چاندی کے محل بنوا لیجئے تا کہ خود آپ کی حالت تو سنور جائے' بازاروں میں چلنا پھرنا' ہماری طرح تلاش معاش میں نکلنا یہ تو چھوٹ جائے۔ یہ اگر ہو جائے تو ہم مان لیں گے کہ واقعی اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کی عزت ہے اور آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں۔

اس کے جواب میں آپؐ نے فرمایا' نہ میں یہ کروں نہ اپنے رب سے یہ طلب کروں نہ اس کے ساتھ میں بھیجا گیا۔ مجھے تو اللہ تعالیٰ نے بشیر و نذیر بنایا ہے بس اور کچھ نہیں۔ تم اگر مان لو تو دونوں جہان میں اپنا بھلا کرو گے اور نہ مانو نہ سہی میں دیکھ رہا ہوں کہ میرا پروردگار میرے اور تمہارے درمیان کیا فیصلہ کرتا ہے؟ انہوں نے کہا اچھا پھر ہم کہتے ہیں کہ جاؤ اپنے رب سے کہہ کر ہم پر آسمان گرا دو تم تو کہتے ہی ہو کہ اگر اللہ چاہے تو ایسا کر دے تو پھر ہم کہتے ہیں بس کر دو ڈھیل نہ کرو' آپؐ نے فرمایا یہ اللہ کے اختیار کی بات ہے جو وہ چاہے کرے جو نہ چاہے نہ کرے۔ مشرکین نے کہا' سنئے کیا اللہ تعالیٰ کو یہ معلوم نہ تھا کہ ہم تیرے پاس اس وقت بیٹھیں گے اور تجھ سے یہ چیزیں طلب کریں گے

اور اس قسم کے سوالات کریں گے تو چاہئے تھا کہ وہ تجھے پہلے سے مطلع کر دیتا اور یہ بھی بتا دیتا کہ تجھے کیا جواب دینا چاہئے اور جب ہم تیری نہ مانیں تو وہ ہمارے ساتھ کیا کرے گا۔ سنئے ہم نے تو سنا ہے کہ آپ کو یہ سب کچھ یمامہ کا ایک شخص رحمان نامی ہے' وہ سکھا جاتا ہے' اللہ کی قسم ہم تو رحمان پر ایمان لانے کے نہیں۔ ناممکن ہے کہ ہم اسے مانیں ہم نے آپ سے سبکدوشی حاصل کر لی جو کچھ کہنا سننا تھا' کہہ سن چکے اور آپ نے ہماری واجبی اور انصاف کی بات بھی نہیں مانی اب کان کھول کر ہوشیار ہو کر سن لیجئے کہ ہم آپ کو اس حالت میں آزاد نہیں رکھ سکتے اب یا تو ہم آپ کو ہلاک کر دیں گے یا آپ ہمیں تباہ کر دیں' کوئی کہنے لگا' ہم تو فرشتوں کو پوجتے ہیں جو اللہ کی بیٹیاں ہیں کسی نے کہا جب تک تو اللہ تعالیٰ کو اور اس کے فرشتوں کو کھلم کھلا ہمارے پاس نہ لائے' ہم ایمان نہ لائیں گے۔

پھر مجلس برخاست ہوئی۔ عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن مخزوم جو آپ کی پھوپھی حضرت عاتکہ بنت عبدالمطلب کا لڑکا تھا' آپ کے ساتھ ہو لیا اور کہنے لگا کہ یہ تو بڑی ناانصافی کی بات ہے کہ قوم نے جو کہا' وہ بھی آپ نے منظور نہ کیا' پھر جو طلب کیا' وہ بھی آپؐ نے پورا نہ کیا' پھر جس چیز سے آپؐ انہیں ڈراتے تھے وہ مانگا' وہ بھی آپؐ نے نہ کیا' اب تو اللہ کی قسم میں آپ پر ایمان لاؤں گا ہی نہیں جب تک کہ آپ سیڑھی لگا کر آسمان پر چڑھ کر کوئی کتاب نہ لائیں اور چار فرشتے اپنے ساتھ اپنے گواہ بنا کر نہ لائیں۔ حضور ﷺ ان تمام باتوں سے سخت رنجیدہ ہوئے۔ گئے تو آپؐ بڑے شوق سے تھے کہ شاید قوم کے سردار میری کچھ مان لیں لیکن جب ان کی سرکشی اور ایمان سے دوری آپؐ نے دیکھی' بڑے ہی مغموم ہو کر واپس اپنے گھر آئے' (ﷺ)۔ بات یہ ہے کہ ان کی یہ تمام باتیں بطور کفر و عناد اور بطور نیچا دکھانے اور لاجواب کرنے کے تھیں ورنہ اگر ایمان لانے کے لئے نیک نیتی سے یہ سوالات ہوتے تو بہت ممکن تھا کہ اللہ تعالیٰ انہیں یہ معجزے دکھا دیتا چنانچہ حضور ﷺ سے فرمایا گیا کہ اگر آپ کی چاہت ہو تو جو یہ مانگتے ہیں' میں دکھا دوں لیکن یہ یاد رہے کہ اگر پھر بھی ایمان نہ لائے تو انہیں وہ عبرتناک سزائیں دوں گا جو کسی کو نہ دی ہوں۔ اور اگر آپ چاہیں تو میں ان پر توبہ کی قبولیت کا اور رحمت کا دروازہ کھلا رکھوں آپؐ نے دوسری بات پسند فرمائی۔ اللہ اپنے نبی رحمت اور نبی توبہ پر درود و سلام بہت بہت نازل فرمائے۔ اسی بات اور اسی حکمت کا ذکر آیت وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ الخ میں اور آیت وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ الخ' میں بھی ہے کہ یہ سب چیزیں ہمارے بس میں ہیں' سب ممکن ہے لیکن اسی وجہ سے کہ ان کے ظاہر ہو جانے کے بعد ایمان نہ لانے والوں کو پھر ہم نہیں چھوڑا کرتے۔ ہم ان نشانات کو روک رکھتے ہیں اور ان کفار کو ڈھیل دے رکھی ہے اور ان کا آخر ٹھکانا جہنم بنا رکھا ہے۔

پس ان کا سوال تھا کہ ریگستان عرب میں نہریں چل پڑیں' دریا ابل پڑیں وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ ان میں سے کوئی کام بھی اس قادر و قیوم اللہ پر بھاری نہیں' سب کچھ اس کی قدرت تلے اور اس کے فرمان تلے ہے۔ لیکن وہ بخوبی جانتا ہے کہ یہ ازلی کافر ان معجزوں کو دیکھ کر بھی ایمان نہیں لانے کے۔ جیسے فرمان ہے اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ یعنی جن پر تیرے رب کی بات ثابت ہو چکی ہے' انہیں باوجود تمام تر معجزات دیکھ لینے کے بھی ایمان نصیب نہ ہوگا یہاں تک کہ وہ المناک عذابوں کا معائنہ نہ کر لیں۔ وَلَوْ اَنَّنَا الخ میں فرمایا کہ اے نبی ان کی خواہش کے مطابق اگر ہم ان پر فرشتے بھی نازل فرمائیں اور مردے بھی ان سے باتیں کر لیں اور اتنا ہی نہیں بلکہ غیب کی تمام چیز کھلم کھلا ان کے سامنے ظاہر کر دیں تو بھی یہ کافر بغیر مشیت الٰہی ایمان لانے کے نہیں۔ ان میں سے اکثر جہالت کے پتلے ہیں۔ اپنے لیے دریا طلب کرنے کے بعد انہوں نے کہا' اچھا آپ ہی کے لیے باغات اور نہریں ہو جائیں۔ پھر کہا کہ اچھا یہ بھی نہ سہی' یہ تو آپ کہتے ہی ہیں کہ قیامت کے دن آسمان پھٹ جائے گا' ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا تو اب آج ہی ہم پر اس کے ٹکڑے گرا دیجئے چنانچہ انہوں نے خود بھی اللہ تعالیٰ سے یہی دعا کی کہ الٰہی اگر یہ سب کچھ تیری جانب سے ہی برحق

ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا۔ الخ۔

شعیب علیہ السلام کی قوم نے بھی یہی خواہش کی تھی جس بنا پر ان پر سائبان کے دن کا عذاب اترا۔ لیکن چونکہ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ رحمتہ للعالمین اور نبی التوبہ تھے' آپ نے اللہ سے دعا کی کہ وہ انہیں ہلاکت سے بچالے۔ ممکن ہے یہ نہیں تو ان کی اولادیں ہی ایمان قبول کرلیں۔ توحید اختیار کرلیں' اور شرک چھوڑ دیں۔ آپ کی یہ آرزو پوری ہوئی عذاب نہ اترا' خود ان میں سے بھی بہت سوں کو ایمان کی دولت نصیب ہوئی یہاں تک کہ عبداللہ بن امیہ جس نے آخر میں حضرت کے ساتھ جا کر آپ کو باتیں سنائی تھیں اور ایمان نہ لانے کی قسمیں کھائیں تھیں' وہ بھی اسلام کے جھنڈے تلے آئے (رضی اللہ عنہ)۔ زخرف سے مراد سونا ہے بلکہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرات میں لفظ مِنۡ ذَھَبٍ ہے۔ کفار کا اور مطالبہ یہ تھا کہ تیرے لئے سونے کا گھر ہو جائے یا ہمارے دیکھتے ہوئے تو سیڑھی لگا کر آسمان پر پہنچ جائے اور وہاں سے کوئی کتاب لائے جو ہر ایک کے نام کی الگ الگ ہو رات ان کے سرہانے وہ پرچے پہنچ جائیں ان پر ان کے نام لکھے ہوئے ہوں' اس کے جواب میں حکم ہوا کہ ان سے کہہ دو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے آگے کسی کی کچھ نہیں چلتی وہ اپنی سلطنت اور مملکت کا تنہا مالک ہے' جو چاہے کرے جو نہ چاہے نہ کرے' تمہاری منہ مانگی چیز ظاہر کرے نہ کرے یہ اس کے اختیار کی بات ہے۔ میں تو صرف اللہ کا پیغام پہنچانے والا رسول ہوں' میں نے اپنا فرض ادا کر دیا' احکام الٰہی تمہیں پہنچا دیئے' اب جو تم نے مانگا وہ اللہ کے بس کی بات ہے نہ کہ میرے بس کی۔ مسند احمد میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں بطحا مکہ کی بابت مجھ سے فرمایا گیا کہ اگر تم چاہو تو میں اسے سونے کا بنادوں میں نے گزارش کی کہ نہیں اللہ میری تو یہ چاہت ہے کہ ایک روز پیٹ بھرا رہوں اور دوسرے روز بھوکا رہوں' بھوک میں تیری طرف جھکوں' تضرع اور زاری کروں اور بکثرت تیری یاد کروں۔ بھرے پیٹ ہو جاؤں تو تیری حمد کروں' تیرا شکر بجالاؤں۔ ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے اور امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنۡ يُّؤۡمِنُوۡۤا اِذۡ جَآءَهُمُ الۡهُدٰٓى اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوۡۤا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوۡلًا ﴿۹۴﴾ قُلۡ لَّوۡ كَانَ فِى الۡاَرۡضِ مَلٰۤـئِكَةٌ يَّمۡشُوۡنَ مُطۡمَئِنِّيۡنَ لَنَزَّلۡنَا عَلَيۡهِمۡ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَـكًا رَّسُوۡلًا ﴿۹۵﴾

لوگوں کے پاس ہدایت پہنچ چکنے کے بعد ایمان سے روکنے والی صرف یہی چیز رہی کہ انہوں نے کہا کہ کیا اللہ نے ایک انسان کو ہی رسول بنا کر بھیجا؟ ○ تو جواب دے کہ اگر زمین پر فرشتے چلتے پھرتے اور رہتے بستے ہوتے تو ہم بھی ان کے پاس کسی آسمانی فرشتے ہی کو رسول بنا کر بھیجتے ○

**فکری مغالطے اور کفار:** ☆☆ (آیت: ۹۴-۹۵) اکثر لوگ ایمان سے اور رسولوں کی تابعداری سے اسی بنا پر رک گئے کہ انہیں یہ سمجھ نہ آیا کہ کوئی انسان بھی رسول اللہ بن سکتا ہے وہ اس پر سخت تر متعجب ہوئے اور آخر انکار کر بیٹھے اور صاف کہہ گئے کہ کیا ایک انسان ہماری رہبری کرے گا؟ فرعون اور اس کی قوم نے بھی یہی کہا تھا کہ ہم اپنے جیسے دو انسانوں پر ایمان کیسے لائیں' خصوصاً اس صورت میں کہ ان کی ساری قوم ہماری ماتحتی میں ہے۔ یہی اور امتوں نے اپنے زمانے کے نبیوں سے کہا تھا کہ تم تو ہم جیسے ہی انسان ہو' سوا اس کے سوا کچھ نہیں کہ تم ہمیں اپنے بڑوں کے معبودوں سے بہکار ہے ہو اچھا لاؤ کوئی زبردست ثبوت پیش کرو۔ اور بھی اس مضمون کی بہت سی آیتیں ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے لطف وکرم اور انسانوں میں سے رسولوں کے بھیجنے کی وجہ کو بیان فرماتا ہے اور اس حکمت کو ظاہر فرماتا ہے کہ

اگر فرشتے رسالت کا کام انجام دیتے تو نہ ان کے پاس تم بیٹھ اٹھ سکتے نہ ان کی باتیں پوری طرح سے سمجھ سکتے۔ انسانی رسول چونکہ تمہارے ہی ہم جنس ہوتے ہیں، تم ان سے خلا ملا رکھ سکتے ہو، ان کی عادات واطوار دیکھ سکتے ہو اور مل جل کر ان سے اپنی زبان میں تعلیم حاصل کر سکتے ہو ان کا عمل دیکھ کر خود سیکھ سکتے ہو جیسے فرمان ہے لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ الخ اور آیت میں ہے لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ الخ اور آیت میں ہے كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ الخ مطلب سب کا یہی ہے کہ یہ تو اللہ کا زبردست احسان ہے کہ اس نے تم میں سے ہی اپنے رسول بھیجے کہ وہ آیات الٰہی تمہیں پڑھ کر سنائیں، تمہارے اخلاق پاکیزہ کریں اور تمہیں کتاب وحکمت سکھائیں اور جن چیزوں سے تم بے علم تھے، وہ تمہیں عالم بنا دیں۔ پس تمہیں میری یاد کی کثرت کرنی چاہیے تاکہ میں بھی تمہیں یاد کروں، تمہیں میری شکرگزاری کرنی چاہئے اور ناشکری سے بچنا چاہئے۔ یہاں فرماتا ہے کہ اگر زمین کی آبادی فرشتوں کی ہوتی تو بے شک ہم کسی آسمانی فرشتے کو ان میں رسول بنا کر بھیجتے۔ چونکہ تم خود انسان ہو، ہم نے اسی مصلحت سے انسانوں میں سے ہی اپنے رسول بنا کر تم میں بھیجے۔

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ۝ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰي وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ۭ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ۝

کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کا گواہ ہونا بس ہے، وہ اپنے بندوں سے خوب آگاہ اور بخوبی دیکھنے والا ہے ○ اللہ جس کی رہنمائی کر دے وہ تو راہ یاب ہے اور جسے وہ راہ سے کھو دے ناممکن ہے کہ تو اس کا رفیق اس کے سوا کسی اور کو پائے، ایسے لوگوں کا ہم بروز قیامت اوندھے منہ حشر کریں گے درآنحالیکہ وہ اندھے، گونگے اور بہرے ہوں گے، ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا، جب کبھی وہ ہلکی ہونے لگے گی، ہم ان پر اسے بھڑکا دیں گے ○

---

صداقت رسالت پر اللہ کی گواہی: ☆☆ (آیت:۹۶) میری سچائی پر میں اور گواہ کیوں ڈھونڈوں؟ اللہ کی گواہی کافی ہے۔ میں اگر اس کی پاک ذات پر تہمت باندھتا ہوں تو وہ آپ مجھ سے انتقام لے گا۔ چنانچہ قرآن کی سورہ الحاقہ میں بیان ہے کہ اگر یہ پیغمبر زبردستی کوئی بات ہمارے سر چپکا دیتا تو ہم اس کا داہنا ہاتھ تھام کر اس کی گردن اڑا دیتے اور ہمیں اس سے کوئی نہ روک سکتا۔ پھر فرمایا کہ کسی بندے کا حال اللہ سے مخفی نہیں، وہ انعام واحسان، ہدایت ولطف کے قابل لوگوں کو اور گمراہی اور بدبختی کے قابل لوگوں کو بخوبی جانتا ہے۔

میدان حشر کا ایک ہولناک منظر: ☆☆ (آیت:۹۷) اللہ تعالیٰ اس بات کو بیان فرماتا ہے کہ تمام مخلوق میں تصرف صرف اسی کا ہے، اس کا کوئی حکم ٹل نہیں سکتا، اس کے راہ دکھائے ہوئے کو کوئی بہکا نہیں سکتا، نہ اس کے بہکائے ہوئے کی کوئی دستگیری کر سکتا ہے، اس کا ولی اور مرشد کوئی نہیں بن سکتا۔ ہم انہیں اوندھے منہ میدان قیامت (محشر کے مجمع) میں لائیں گے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ سے سوال ہوا، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا، جس نے پیروں پر چلایا ہے، وہ سر کے بل بھی چلا سکتا ہے۔ یہ حدیث بخاری ومسلم میں بھی ہے۔

مسند میں ہے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے بنی غفار قبیلے کے لوگو! سچ کہو اور قسمیں نہ کھاؤ، صادق مصدوق پیغمبر نے مجھے یہ حدیث سنائی ہے کہ لوگ تین قسم کے بنا کر حشر میں لائے جائیں گے ایک فوج تو کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے والی،

ایک چلنے اور دوڑنے والی' ایک وہ جنہیں فرشتے اوندھے منہ گھسیٹ کر جہنم کے سامنے جمع کریں گے - لوگوں نے کہا' دو قسمیں تو سمجھ میں آ گئیں لیکن یہ چلنے اور دوڑنے والے سمجھ میں نہیں آئے آپ نے فرمایا' سواریوں پر آفت آ جائے گی یہاں تک کہ ایک انسان اپنا ہرا ابھرا باغ دے کر پالان والی اونٹنی خریدنا چاہے گا لیکن نہ مل سکے گی - یہ اس وقت نابینا ہوں گے' بے زبان ہوں گے' کچھ بھی نہ سن سکیں گے غرض مختلف حال ہوں گے اور گناہوں کی شامت میں گناہوں کے مطابق گرفتار کئے جائیں گے - دنیا میں حق سے اندھے' بہرے اور گونگے بنے رہے آج سخت احتیاج والے دن سچ مچ اندھے' بہرے گونگے بنا دیئے گئے - ان کا اصلی ٹھکانا' گھوم پھر کر آنے اور رہنے سہنے بسنے ٹھہرنے کی جگہ جہنم قرار دی گئی - وہاں کی آگ جہاں مدھم پڑنے کو آئی اور بھڑکا دی گئی' سخت تیز کر دی گئی - جیسے فرمایا فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا یعنی اب سزا برداشت کرو - سوائے عذاب کے کوئی چیز تمہیں زیادہ نہ دی جائے گی -

ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۹۸﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۹۹﴾

یہ سب ہماری آیتوں سے کفر کرنے اور اس کہنے کا بدلہ ہے کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزے ہو جائیں گے' پھر ہم نئی پیدائش میں اٹھا کھڑے کئے جائیں گے ○ کیا انہوں نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ جس اللہ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے' وہ ان جیسوں کی پیدائش پر پورا قادر ہے؟ اسی نے ان کے لئے ایسا ایک وقت مقرر کر رکھا ہے جو شک و شبہ سے یکسر خالی ہے' لیکن ناانصاف لوگ ناشکرے بنے بغیر رہتے ہی نہیں ○

---

**بوسیدہ ہڈیاں پھر توانا ہوں گی:** ☆☆ (آیت: ۹۸-۹۹) فرمان ہے کہ اوپر جن منکروں کو جس سزا کا ذکر ہوا ہے' وہ اسی کے قابل تھے' وہ ہماری دلیلوں کو جھوٹ سمجھتے تھے اور قیامت کے قائل ہی نہ تھے اور صاف کہتے تھے کہ بوسیدہ ہڈیاں ہو جانے کے بعد' مٹی کے ریزوں سے مل جانے کے بعد' ہلاک اور برباد ہو چکنے کے بعد کا دوبارہ جی اٹھنا تو عقل کے باہر ہے -

پس ان کے جواب میں قرآن نے اس کی ایک یہ دلیل پیش کی کہ اس زبردست قدرت کے مالک نے آسمان و زمین کو بغیر کسی چیز کے اول بار بلا نمونہ پیدا کیا جس کی قدرت ان بلند و بالا' وسیع اور سخت مخلوق کی ابتدائی پیدائش سے عاجز نہیں - کیا وہ تمہیں دوبارہ پیدا کرنے سے عاجز ہو جائے گا؟ آسمان و زمین کی پیدائش تو تمہاری پیدائش سے بہت بڑی ہے - وہ ان کے پیدا کرنے میں نہیں تھکا' کیا وہ مردوں کو زندہ کرنے سے بے اختیار ہو جائے گا؟ کیا آسمان و زمین کا خالق انسانوں جیسے اور پیدا نہیں کر سکتا؟ بے شک کر سکتا ہے' اس کا وصف ہے کہ وہ خلاق ہے' وہ علیم ہے' وہ قدرتوں والا ہے' جس چیز کی نسبت فرما دے کہ ہو جا' وہ اسی وقت ہو جاتی ہے اس کا حکم ہی چیز کے وجود کے لئے کافی وافی ہے - وہ انہیں قیامت کے دن دوبارہ کی نئی پیدائش میں ضرور اور قطعاً پیدا کرے گا - اس نے ان کے اعادہ کی' ان کے قبروں سے نکل کھڑے ہونے کی' مدت مقرر کر رکھی ہے - اس وقت یہ سب کچھ ہو کر رہے گا - یہاں کی قدرے تاخیر صرف معینہ وقت کو پورا کرنے کے لئے ہے - افسوس کس قدر واضح دلائل کے بعد بھی لوگ کفر و ضلالت کو نہیں چھوڑتے -

کہہ دے کہ اگر بالفرض تم میرے رب کی رحمتوں کے خزانوں کے مالک بن جاؤ تو تم تو اس وقت بھی اس کے خرچ ہو جانے کے خوف سے اس میں بخیلی کرتے' انسان ہے ہی تنگ دل ○ ہم نے موسیٰ کو نو معجزے بالکل صاف صاف عطا فرمائے۔ تو آپ ہی بنی اسرائیل سے پوچھ لے کہ جب وہ ان کے پاس پہنچا تو فرعون بولا کہ اے موسیٰ میرے خیال میں تو تجھ پر جادو کر دیا گیا ہے ○

انسانی فطرت کا نفسیاتی تجزیہ: ☆☆ (آیت: ۱۰۰) انسانی طبیعت کا خاصہ بیان ہو رہا ہے کہ رحمت الٰہی جیسی نہ کم ہونے والی چیزوں پر بھی اگر یہ قابض ہو جائے تو وہاں بھی اپنی بخیلی اور تنگ دلی نہ چھوڑے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ اگر ملک کے کسی حصے کے یہ مالک ہو جائیں تو کسی کو ایک کوڑی پر کھنے کو نہ دیں۔ پس یہ انسانی طبیعت ہے۔ ہاں جو اللہ کی طرف سے ہدایت کئے جائیں اور توفیق خیر دیئے جائیں' وہ اس بدخصلت سے نفرت کرتے ہیں' وہ سخی اور دوسروں کا بھلا کرنے والے ہوتے ہیں۔ انسان بڑا ہی جلد باز ہے' تکلیف کے وقت لڑکھڑا جاتا ہے اور راحت کے وقت پھول جاتا ہے اور دوسروں کے فائدہ سے اپنے ہاتھ روکنے لگتا ہے' ہاں نمازی لوگ اس سے بری ہیں الخ۔ ایسی آیتیں قرآن میں اور بھی بہت سی ہیں۔ اس سے اللہ کے فضل و کرم' اس کی بخشش و رحم کا پتہ بھی چلتا ہے۔ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ دن رات کا خرچ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس میں کوئی کمی نہیں لاتا۔ ابتدا سے اب تک کے خرچ نے بھی اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں کی۔

نو معجزے: ☆☆ (آیت: ۱۰۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نو ایسے معجزے ملے جو آپ کی نبوت کی صداقت اور نبوت پر کھلی دلیل تھی۔ لکڑی' ہاتھ' قحط سالی' دریا' طوفان' ٹڈیاں' جوئیں' مینڈک اور خون۔ یہ تھیں تفصیل وار آیتیں۔ محمد بن کعب کا قول ہے کہ یہ معجزے یہ ہیں: ہاتھ کا چمکیلا بن جانا۔ لکڑی کا سانپ ہو جانا اور پانچ وہ جن کا بیان سورہ اعراف میں ہے اور مالوں کا مٹ جانا اور پتھر۔ ابن عباسؓ وغیرہ سے مروی ہے کہ یہ معجزے آپ کا ہاتھ' آپ کی لکڑی' قحط سالیاں' پھلوں کی کمی' طوفان' ٹڈیاں' جوئیں' مینڈک اور خون ہیں۔ یہ قول زیادہ ظاہر' بہت صاف' بہتر اور قوی ہے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ان میں سے قحط سالی اور پھلوں کی کمی کو ایک گن کر نواں معجزہ آپ کی لکڑی کا جادوگروں کے سانپوں کو کھا جانا بیان کیا ہے۔ لیکن ان تمام معجزوں کے باوجود فرعونیوں نے تکبر کیا اور اپنی گنہگاری پر اڑے رہے باوجودیکہ دل یقین لا چکا تھا مگر ظلم و زیادتی کر کے کفر و انکار پر جم گئے۔ اگلی آیتوں سے ان آیتوں کا ربط یہ ہے کہ جیسے آپ کی قوم آپ سے معجزے طلب کرتی ہے' ایسے ہی فرعونیوں نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے معجزے طلب کئے جو ظاہر ہوئے لیکن انہیں ایمان نصیب نہ ہوا آخرش ہلاک کر دیئے گئے۔

اسی طرح اگر آپ کی قوم بھی معجزوں کے آ جانے کے بعد کافر رہی تو پھر مہلت نہ ملے گی اور معاً تباہ و برباد کر دی جائے گی۔ خود فرعون نے معجزے دیکھنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر کہہ کر اپنا پیچھا چھڑا لیا۔ پس یہاں جن نو نشانیوں کا بیان ہے یہ وہی ہیں اور ان ہی کا بیان وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ سے قَوْمًا فٰسِقِيْنَ تک میں ہے ان آیتوں میں لکڑی کا اور ہاتھ کا ذکر موجود ہے اور باقی آیتوں کا بیان سورہ

اعراف میں ہے۔ ان کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بہت سے معجزے دیئے تھے مثلاً آپ کی لکڑی کے لگنے سے ایک پتھر میں سے بارہ چشموں کا جاری ہو جانا' بادل کا سایہ کرنا' من وسلوی کا اترنا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب نعمتیں بنی اسرائیل کو مصر کے شہر چھوڑنے کے بعد ملیں پس ان معجزوں کو یہاں اس لئے بیان نہیں فرمایا کہ وہ فرعونیوں نے نہیں دیکھے تھے یہاں صرف ان نو معجزوں کا ذکر کیا جو فرعونیوں نے دیکھے تھے اور انہیں جھٹلایا تھا۔

مسند احمد میں ہے کہ ایک یہودی نے اپنے ساتھی سے کہا' چل تو ذرا۔ اس نبی سے ان کے قرآن کی اس آیت کے بارے میں پوچھ لیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہ نو آیات کیا ملی تھیں؟ دوسرے نے کہا' نبی نہ کہہ' سن لیا تو اس کی چار آنکھیں ہو جائیں گی۔ اب دونوں نے حضور ﷺ سے سوال کیا' آپ نے فرمایا' یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو' چوری نہ کرو' زنا نہ کرو' کسی جان کو ناحق قتل نہ کرو' جادو نہ کرو' سود نہ کھاؤ' بے گناہ لوگوں کو پکڑ کر بادشاہ کے دربار میں نہ لے جاؤ کہ اسے قتل کرا دو اور پاک دامن عورتوں پر بہتان نہ باندھو یا فرمایا جہاد سے نہ بھاگو۔ اور اے یہودیو! تم پر خاص کر یہ حکم بھی تھا کہ ہفتے کے دن زیادتی نہ کرو اب تو وہ بے ساختہ آپ کے ہاتھ پاؤں چومنے لگے اور کہنے لگے ہماری گواہی ہے کہ آپ اللہ کے نبی ہیں۔ آپ نے فرمایا' پھر تم میری تابعداری کیوں نہیں کرتے؟ کہنے لگے حضرت داؤد علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ میری نسل میں نبی ضرور ہیں اور ہمیں خوف ہے کہ آپ کی تابعداری کے بعد یہود ہمیں زندہ نہ چھوڑیں گے۔ ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے۔ امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ اسے حسن صحیح بتلاتے ہیں لیکن ہے ذرا مشکل کام اس لئے کہ اس کے راوی عبداللہ بن سلمہ کے حافظے میں قدرے قصور ہے اور ان پر جرح بھی ہے' ممکن ہے نو کلمات کا شبہ نو آیات سے انہیں ہو گیا ہو اس لئے کہ یہ تورات کے احکام ہیں فرعون پر حجت قائم کرنے والی یہ چیزیں نہیں واللہ اعلم۔

قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ۞ فَاَرَادَ اَنْ یَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِیْعًا ۞ وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِیْفًا ۞

موسیٰ نے جواب دیا کہ یہ تو تجھے علم ہو چکا ہے کہ آسمان و زمین کے پروردگار ہی نے یہ معجزے دکھانے سمجھانے کو نازل فرمائے ہیں اے فرعون میں تو سمجھ رہا ہوں کہ تو یقیناً برباد و ہلاک کیا گیا ہے ○ آخر فرعون نے پختہ ارادہ کر لیا کہ انہیں اس سرزمین سے ہی اکھیڑ دے تو ہم نے خود اسے اور اس کے تمام ساتھیوں کو غرق کر دیا ○ ازاں بعد ہم نے بنی اسرائیل سے فرمادیا کہ اس سرزمین پر تم رہو سہو۔ ہاں جب آخرت کا وعدہ آئے گا' ہم تم سب کو سمیٹ اور لپیٹ کر لے آئیں گے ○

---

(آیت:۱۰۲-۱۰۴) اسی لئے فرعون سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے فرعون یہ تو تجھے بھی معلوم ہے کہ یہ سب معجزے سچے ہیں اور ان میں سے ایک ایک میری سچائی کی جیتی جاگتی دلیل ہے میرا خیال ہے کہ تو ہلاک ہونا چاہتا ہے' اللہ کی لعنت تجھ پر اترا ہی چاہتی ہے' تو مغلوب ہو گا اور تباہی کو پہنچے گا مثبور کے معنی ہلاک ہونے کے اس شعر میں بھی ہیں۔

اذا جار الشیطان فی سنن الغی و من مال میله مثبور

یعنی شیطان کے دوست ہلاک شدہ ہیں- عَلِمْتَ کی دوسری قرات عَلِمْتُ تے کے زبر کے بدلے تے کے پیش سے بھی ہے لیکن جمہور کی قرات تے کے زبر سے ہی ہے- اور اسی معنی کو وضاحت سے اس آیت میں بیان فرماتا ہے وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ الخ یعنی جب ان کے پاس ہماری ظاہر اور بصیرت افروز نشانیاں پہنچ چکیں تو وہ بولے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے- یہ کہہ کر منکرین انکار کر بیٹھے حالانکہ ان کے دلوں میں یقین آ چکا تھا لیکن صرف ظلم و زیادتی کی راہ سے نہ مانے الخ- الغرض یہ صاف بات ہے کہ جن نو نشانیوں کا ذکر ہوا ہے' یہ عصا' ہاتھ' قحط سالی' پھلوں کی کم پیداواری' ٹڈیاں' جوئیں' مینڈک اور دم (خون) تھیں- جو فرعون اور اس کی قوم کے لئے اللہ کی طرف سے دلیل و برہان تھیں اور آپ کے معجزے تھے جو آپ کی سچائی اور اللہ کے وجود پر دلائل تھے' ان نو نشانیوں سے مراد وہ احکام نہیں جو اوپر کی حدیث میں بیان ہوئے کیونکہ وہ فرعون اور فرعونیوں پر حجت نہ تھے بلکہ ان پر حجت ہونے اور ان احکام کے بیان ہونے کے درمیان کوئی مناسبت ہی نہیں- یہ وہم صرف عبداللہ بن سلمہ راوی حدیث کی وجہ سے لوگوں کو پیدا ہوا اس کی بعض باتیں واقعی قابل انکار ہیں واللہ اعلم-

بہت ممکن ہے کہ ان دونوں یہودیوں نے دس کلمات کا سوال کیا ہو اور راوی کو نو آیتوں کا وہم رہ گیا ہو- فرعون نے ارادہ کیا کہ انہیں جلاوطن کر دیا جائے- پس ہم نے خود اسے مچھلیوں کا لقمہ بنایا اور اس کے تمام ساتھیوں کو بھی- اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے فرمادیا کہ اب زمین تمہاری ہے رہو سہو' کھاؤ پیو- اس آیت میں حضور ﷺ کو بھی زبردست بشارت ہے کہ مکہ آپ کے ہاتھوں فتح ہوگا- حالانکہ سورت مکیہ ہے ہجرت سے پہلے نازل ہوئی واقع میں ہوا بھی اسی طرح کہ اہل مکہ نے آپ کو مکہ شریف سے نکال دینا چاہا جیسے قرآن نے آیت وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ الخ میں بیان فرمایا ہے- پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو غالب کیا اور مکے کا مالک بنا دیا اور فاتحانہ حیثیت سے آپ بعد از جنگ مکے میں آئے اور یہاں اپنا قبضہ کیا اور پھر اپنے حلم و کرم سے کام لے کر مکے کے مجرموں کو اور اپنے جانی دشمنوں کو عام طور پر معافی عطا فرما دی' (صلی اللہ علیہ وسلم)- اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بنی اسرائیل جیسی ضعیف قوم کو زمین کے مشرق و مغرب کا وارث بنا دیا تھا اور فرعون جیسے سخت اور متکبر بادشاہ کے مال' زمین' پھل' کھیتی اور خزانوں کا مالک کر دیا- جیسے آیت وَ اَوْرَثْنٰهَا بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ الخ میں بیان ہوا ہے- یہاں بھی فرماتا ہے کہ فرعون کی ہلاکت کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ اب تم یہاں رہو سہو' قیامت کے وعدے کے دن تم اور تمہارے دشمن سب ہمارے سامنے اکٹھے لائے جاؤ گے' ہم تم سب کو جمع کر لائیں گے-

وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ؕ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ۝ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۙ ۝ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۝ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ۝

ہم نے اس قرآن کو راستی سے اتارا اور یہ بھی راستی سے اترا' ہم نے تجھے صرف خوشخبری سنانے والا اور دھمکانے والا بنا کر بھیجا ہے ۝ قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے اس لئے اتارا ہے کہ تم اسے بہ مہلت لوگوں کو سناؤ اور ہم نے خود بھی اسے بتدریج نازل فرمایا ۝ کہہ دے کہ تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ' جنہیں اس سے پہلے علم دیا گیا ہے' ان

کے پاس تو جب بھی اس کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں ○ اور کہتے ہیں کہ ہمارا رب پاک ہے ہمارے رب کا وعدہ بلاشک وشبہ پورا ہو کر رہنے والا ہی ہے ○ وہ اپنی ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے سجدے میں گر پڑتے ہیں اور یہ قرآن ان کی عاجزی اور خشوع وخضوع اور بڑھا دیتا ہے ○

**قرآن کریم کی صفات عالیہ:** ☆☆ (آیت:۱۰۵-۱۰۶) ارشاد ہے کہ قرآن حق کے ساتھ نازل ہوا' یہ سراسر حق ہی ہے- اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے ساتھ اسے نازل فرمایا ہے- اس کی حقانیت پر وہ خود شاہد ہے اور فرشتے بھی گواہ ہیں' اس میں وہی ہے جو اس نے آپ اپنی دانست کے ساتھ اتارا ہے' اس کے تمام حکم احکام اور نہی وممانعت اسی کی طرف سے ہے' حق والے نے حق کے ساتھ اسے اتارا اور یہ حق کے ساتھ ہی تجھ تک پہنچا' نہ راستے میں کوئی باطل اس میں ملا نہ باطل کی یہ شان کہ اس سے مخلوط ہو سکے- یہ بالکل محفوظ ہے' کمی زیادتی سے یکسر پاک ہے' پوری طاقت والے امانتدار فرشتے کی معرفت نازل ہوا ہے جو آسمانوں میں ذی عزت اور وہاں کا سردار ہے- تیرا کام مومنوں کو خوشی سنانا اور کافروں کو ڈرانا ہے- اس قرآن کو ہم نے لوح محفوظ سے بیت العزۃ پر نازل فرمایا جو آسمان اول میں ہے- وہاں سے متفرق تھوڑا تھوڑا کر کے واقعات کے مطابق تیئس برس میں دنیا پر نازل ہوا- اس کی دوسری قرات فَرَّقْنَاہُ ہے یعنی ایک ایک آیت کر کے تفسیر اور تفصیل اور تبیین کے ساتھ اتارا ہے کہ تو اسے لوگوں کو بہ سہولت پہنچا دے اور آہستہ آہستہ انہیں سنا دے' ہم نے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل فرمایا ہے-

**سماعت قرآن عظیم کے بعد:** ☆☆ (آیت:۱۰۷-۱۰۹) فرمان ہے کہ تمہارے ایمان پر صداقت قرآن موقوف نہیں' تم مانو یا نہ مانو- قرآن فی نفسہ کلام اللہ اور بے شک برحق ہے- اس کا ذکر تو ہمیشہ سے قدیم کتابوں میں چلا آ رہا ہے- جو اہل کتاب صالح اور عامل کتاب اللہ ہیں' جنہوں نے اگلی کتابوں میں کوئی تحریف وتبدیلی نہیں کی' وہ تو اس قرآن کو سنتے ہی بے چین ہو کر شکریہ کا سجدہ کرتے ہیں کہ اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے ہماری موجودگی میں اس رسول کو بھیجا اور اس کلام کو نازل فرمایا- اپنے رب کی قدرت کاملہ پر اس کی تعظیم وتوقیر کرتے ہیں- جانتے تھے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے' غلط نہیں ہوتا- آج وہ وعدہ پورا دیکھ کر خوش ہوتے ہیں' اپنے رب کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور اس کے وعدے کی سچائی کا اقرار کرتے ہیں- خشوع وخضوع' فروتنی اور عاجزی کے ساتھ روتے' گڑگڑاتے' اللہ کے سامنے اپنی ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں- ایمان وتصدیق اور کلام اللہ اور رسول اللہ کی وجہ سے وہ ایمان واسلام میں' ہدایت وتقویٰ میں' ڈر اور خوف میں اور بڑھ جاتے ہیں- یہ عطف صفت کا صفت پر ہے- سجدے کا سجدے پر نہیں-

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ۭ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ۚ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۱۰﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ﴿۱۱۱﴾

ع ۱۲

کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ کو اللہ کہہ کر پکارو یا رحمان کہہ کر' جس نام سے بھی پکارو' تمام اچھے نام اسی کے ہیں' نہ تو تو اپنی نماز بہت بلند آواز سے پڑھ اور نہ بالکل پوشیدہ بلکہ اس کے درمیان کا راستہ تلاش کر لے ○ اور یہ کہتا رہ کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو نہ اولاد رکھتا ہے نہ اپنی بادشاہت میں کسی کو شریک وساجھی رکھتا ہے- نہ وہ ایسا حقیر کہ اس کا کوئی حمایتی ہو اور تو اس کی پوری پوری بڑائی بیان کرتا رہ ○

رحمٰن یا رحیم؟ : ☆☆ (آیت: ۱۱۰-۱۱۱) کفار اللہ کی رحمت کی صفت کے منکر تھے' اس کا نام رحمان نہیں سمجھتے تھے تو جناب باری تعالیٰ اپنے نفس کے لئے اس نام کو ثابت کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ یہی نہیں کہ اللہ کا نام اللہ ہو' رحمٰن ہو یا رحیم اور بس ان کے سوا بھی بہت سے بہترین اور احسن نام اس کے ہیں- جس پاک نام سے چاہو' اس سے دعائیں کرو- سورہ حشر کے آخر میں بھی اپنے بہت سے نام اس کے بیان فرمائے ہیں- ایک مشرک نے حضور علیہ السلام سے سجدے کی حالت میں یا رحمٰن یا رحیم سن کر کہا کہ لیجئے یہ موحد ہیں- دو معبودوں کو پکارتے ہیں- اس پر یہ آیت اتری- پھر فرماتا ہے اپنی نماز کو بہت اونچی آواز سے نہ پڑھو- اس آیت کے نزول کے وقت حضور علیہ السلام مکے میں پوشیدہ تھے جب صحابہؓ کو نماز پڑھاتے اور بلند آواز سے اس میں قرأت پڑھتے تو مشرکین قرآن کو' اللہ کو' رسول کو گالیاں دیتے اس لئے حکم ہوا کہ اس قدر بلند آواز سے پڑھنے کی ضرورت نہیں کہ مشرکین سنیں اور گالیاں بکیں- ہاں ایسا آہستہ بھی نہ پڑھنا کہ آپ کے ساتھی بھی نہ سن سکیں بلکہ درمیانی آواز سے قرات کیا کرو- پھر جب آپ ہجرت کر کے مدینے پہنچے تو یہ تکلیف جاتی رہی اب جس طرح چاہیں پڑھیں- مشرکین جہاں قرآن کی تلاوت شروع ہوتی تو بھاگ کھڑے ہوتے- اگر کوئی سننا چاہتا تو ان کے خوف کے مارے چھپ چھپا کر' بچ بچا کر کچھ سن لیتا- لیکن جہاں مشرکوں کو معلوم ہوا تو انہوں نے انہیں سخت ایذا دہی شروع کی اب اگر بہت بلند آواز کریں تو ان کی چڑ اور ان کی گالیوں کا خیال اور اگر بہت پست کر لیں تو وہ جو چھپے لگے کان لگائے بیٹھے ہیں وہ محروم' اس لئے درمیانی آواز سے قرات کرنے کا حکم ہوا-

الغرض نماز کی قرات کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے- مروی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنی نماز میں پست آواز سے قرات پڑھتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ با آواز بلند قرات پڑھا کرتے تھے- حضرت الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ آہستہ کیوں پڑھتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ اپنے رب سے سرگوشی ہے وہ میری حاجات کا علم رکھتا ہے تو فرمایا کہ یہ بہت اچھا ہے- حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ بلند آواز سے کیوں پڑھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا شیطان کو بھگاتا ہوں اور سوتوں کو جگاتا ہوں تو آپ سے بھی فرمایا گیا' بہت اچھا ہے لیکن جب یہ آیت اتری تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قدرے بلند آواز کرنے کو اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قدرے پست آواز کرنے کو فرمایا گیا- ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' یہ آیت دعا کے بارے میں نازل ہوئی ہے' اسی طرح ثوری اور مالک ہشام بن عروہ سے' وہ اپنے باپ سے' وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں' آپؓ فرماتی ہیں کہ یہ آیت دعا کے بارے میں نازل ہوئی ہے یہی قول حضرت مجاہد حضرت سعید بن جبیر' حضرت ابو عیاض' حضرت مکحول' حضرت عروہ بن زبیر رحمہم اللہ کا بھی ہے- مروی ہے کہ بنو تمیم قبیلے کا ایک اعرابی جب بھی حضور علیہ السلام نماز سے سلام پھیرتے' یہ دعا کرتا کہ الٰہی مجھے اونٹ عطا فرما مجھے اولاد دے پس یہ آیت اتری-

ایک دوسرا قول یہ بھی ہے کہ یہ آیت تشہد کے بارے میں نازل ہوئی ہے- یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ نہ تو ریا کاری کرو نہ عمل چھوڑو- یہ بھی نہ کرو کہ علانیہ تو عمدہ کر کے پڑھو اور خفیہ برا کر کے پڑھو- اہل کتاب پوشیدہ پڑھتے اور اسی درمیان کوئی فقرہ بہت بلند آواز سے چیخ کر زبان سے نکالتے اس پر سب ساتھ مل کر شور مچا دیتے تو ان کی موافقت سے ممانعت ہوئی اور جس طرح اور لوگ چھپاتے تھے' اس سے بھی روکا گیا پھر اس کے درمیان کا راستہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتلایا جو حضور علیہ السلام نے مسنون فرمایا ہے- اللہ کی حمد کرو جس میں تمام تر کمالات اور پاکیزگی کی صفتیں ہیں- جس کے تمام تر بہترین نام ہیں جو تمام تر نقصانات سے پاک ہے- اس کی اولاد نہیں' اس کا شریک نہیں' وہ واحد ہے' احد ہے' صمد ہے' نہ اس کے ماں باپ نہ اولاد' نہ اس کی جنس کا کوئی اور' نہ وہ ایسا حقیر کہ کسی کی حمایت کا محتاج ہو یا وزیر و مشیر کی

اسے حاجت ہو بلکہ تمام چیزوں کا خالق مالک صرف وہی ہے سب کا مدبر مقدر وہی ہے اسی کی مشیت تمام مخلوق میں چلتی ہے وہ وحدہ لاشریک لہ ہے نہ اس کی کسی سے بھائی بندی ہے نہ وہ کسی کی مدد کا طالب ہے۔ تو ہر وقت اس کی عظمت' جلالت' کبریائی' بڑائی اور بزرگی بیان کرتا رہ۔ اور مشرکین جو تہمتیں اس پر باندھتے ہیں' تو ان سے اس کی ذات کی بزرگی بڑائی اور پاکیزگی بیان کرتا رہ۔ یہود و نصاریٰ تو کہتے تھے کہ اللہ کی اولاد ہے مشرکین کہتے تھے لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ اِلَّا شَرِیْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِکُهٗ وَ مَا مَلَكَ یعنی ہم حاضر باش غلام ہیں۔ الٰہی تیرا کوئی شریک نہیں لیکن جو خود تیری ملکیت میں ہیں' تو ہی ان کا اور ان کی ملکیت کا مالک ہے۔ صابی اور مجوسی کہتے تھے کہ اگر اولیاء اللہ نہ ہوں تو اللہ سارے انتظام آپ نہیں کر سکتا۔ اس پر یہ آیت اتری اور ان سب باطل پرستوں کی تردید کر دی گئی۔

نبی کریم ﷺ اپنے گھر کے تمام چھوٹے بڑے لوگوں کو یہ آیت سکھایا کرتے تھے۔ آپ نے اس آیت کا نام آیت العز یعنی عزت والی آیت رکھا ہے۔ بعض آثار میں ہے کہ جس گھر میں رات کو یہ آیت پڑھی جاوے' اس گھر میں کوئی آفت یا چوری نہیں ہو سکتی واللہ اعلم۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ نکلا میرا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں تھا یا آپ کا ہاتھ میرے ہاتھ میں تھا۔ راہ چلتے ایک شخص کو آپ نے دیکھا' نہایت ردی حالت میں ہے' اس سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا حضور ﷺ بیماریوں اور نقصانات نے میری یہ درگت کر رکھی ہے آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں کچھ وظیفہ بتا دوں کہ یہ دکھ بیماری سب کچھ جاتی رہے؟ اس نے کہا ہاں ہاں یا رسول اللہ ﷺ ضرور بتلایئے احد اور بدر میں آپ کے ساتھ نہ ہونے کا افسوس میرا جاتا رہے گا اس پر آپ ہنس پڑے اور فرمایا تو بدری اور احدی صحابہؓ کے مرتبے کو کہاں سے پا سکتا ہے تو ان کے مقابلے میں محض خالی ہاتھ اور بے سرمایہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا' یا رسول اللہ ﷺ انہیں جانے دیجئے آپ مجھے بتلا دیجئے۔ آپ نے فرمایا' ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یوں کہو تَوَکَّلْتُ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا الخ میں نے یہ وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا' چند دن گزرے تھے کہ میری حالت بہت ہی سنور گئی حضور ﷺ نے مجھے دیکھا اور پوچھا' ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کیا ہے؟ میں نے کہا' ان کلمات کی وجہ سے اللہ کی طرف سے برکت ہے جو آپ نے مجھے سکھائے تھے۔ اس کی سند ضعیف ہے اور اس کے متن میں بھی نکارت ہے۔ اسے حافظ ابو یعلیٰ اپنی کتاب میں لائے ہیں واللہ اعلم۔

# تفسیر سورۃ کہف

(تفسیر سورۃ کہف) اس سورت کی فضیلت کا بیان خصوصاً اس کی اول آخر کی دس آیتوں کی فضیلت کا بیان اور یہ کہ یہ سورت فتنہ دجال سے محفوظ رکھنے والی ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک صحابی نے اس سورت کی تلاوت شروع کی ان کے گھر میں ایک جانور تھا اس نے اچھلنا بدکنا شروع کر دیا صحابیؓ نے جو غور سے دیکھا تو انہیں سائبان کی طرح کا ایک بادل نظر پڑا جس نے ان پر سایہ کر رکھا تھا انہوں نے آنحضرت ﷺ سے ذکر کیا آپؐ نے فرمایا پڑھتے رہو یہ ہے وہ سکینہ جو اللہ کی طرف سے قرآن کی تلاوت پر نازل ہوتا ہے۔ صحیحین میں بھی یہ روایت ہے یہ صحابی حضرت اسید بن حضیر تھے رضی اللہ عنہ۔ جیسے کہ سورہ بقرہ کی تفسیر میں ہم بیان کر چکے ہیں۔

مسند احمد میں ہے کہ جس شخص نے سورہ کہف کے شروع کی دس آیتیں حفظ کر لیں' وہ فتنہ دجال سے بچا لیا گیا۔ ترمذی میں تین آیتوں کا بیان ہے۔ مسلم میں آخری دس آیتوں کا ذکر ہے' نسائی میں دس آیتوں کو مطلق بیان کیا گیا ہے۔ مسند احمد میں ہے' جو شخص اس سورہ کہف کا اول و آخر پڑھ لے' اس کے لئے اس کے پاؤں سے سر تک نور ہو گا اور ساری سورت کو پڑھے' اسے زمین سے آسمان تک کا نور ملے

گا- ایک غریب سند سے ابن مردویہ میں ہے کہ جمعہ کے دن جو شخص سورہ کہف پڑھ لے اس کے پیر کے تلووں سے لے کر آسمان کی بلندی تک کا نور ملے گا جو قیامت کے دن خوب روشن ہوگا اور دوسرے جمعہ تک کے اس کے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے- اس حدیث کے مرفوع ہونے میں نظر ہے زیادہ اچھا تو اس کا موقوف ہونا ہی ہے- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس نے سورۂ کہف جمعہ کے دن پڑھ لی اس کے پاس سے لے کر بیت اللہ شریف تک نورانیت ہو جاتی ہے- مستدرک حاکم میں مرفوعاً مروی ہے کہ جس نے سورہ کہف جمعہ کے دن پڑھی اس کے لئے وہ جمعہ کے درمیان تک نور کی روشنی رہتی ہے- بیہقی میں ہے کہ جس نے سورۂ کہف اسی طرح پڑھی جس طرح نازل ہوئی ہے اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگا- حافظ ضیاء مقدسی کی کتاب المختارہ میں ہے جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف کی تلاوت کر لے گا وہ آٹھ دن تک ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ رہے گا یہاں تک کہ اگر دجال بھی اس عرصہ میں نکلے تو وہ اس سے بھی بچا دیا جائے گا-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰي عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۝۱ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۝۲ مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ۝۳ وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۝۴ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَاۗىِٕهِمْ ۭ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۭ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ۝۵

اللہ مہربان رحم والے کے نام سے شروع ○

تمام تعریفیں اسی اللہ کے لئے سزاوار ہیں جس نے اپنے بندے پر یہ قرآن اتارا اور اس میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی ○ بلکہ تمام ٹھیک ٹھاک رکھا تا کہ اپنے پاس کی سخت سزا سے ہوشیار کر دے اور ایمان لانے اور نیک عمل کرنے والوں کو خوشخبریاں سنا دے کہ ان کے لئے بہترین بدلے ہیں ○ جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے ○ اور ان لوگوں کو بھی ڈرا دے جو کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے ○ درحقیقت نہ تو خود انہیں اس کا علم ہے نہ ان کے باپ دادوں کو یہ تہمت بڑی بری ہے جو ان کے منہ نکل رہی ہے نرا جھوٹ بک رہے ہیں ○

---

**مستحق تعریف قرآن مجید:** ☆☆ (آیت: ۱-۵) ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اللہ ہر امر کے شروع اور اس کے خاتمے پر اپنی تعریف وحمد کرتا ہے- ہر حال میں وہ قابل حمد اور لائق ثنا اور سزاوار تعریف ہے اول آخر مستحق حمد فقط اسی کی ذات والا صفات ہے- اس نے اپنے نبی کریم ﷺ پر قرآن کریم نازل فرمایا جو اس کی بہت بڑی نعمت ہے جس سے اللہ کے تمام بندے اندھیروں سے نکل کر نور کی طرف آ سکتے ہیں اس نے اس کتاب کو ٹھیک ٹھاک اور سیدھی اور راست رکھا ہے جس میں کوئی کجی کوئی کسر کوئی کمی نہیں صراط مستقیم کی رہبر واضح جلی صاف اور واضح ہے- بدکاروں کو ڈرانے والی نیک کاروں کو خوشخبریاں سنانے والی معتدل سیدھی مخالفوں منکروں کو خوفناک عذابوں کی خبر دینے والی یہ کتاب ہے جو عذاب اللہ کی طرف کے ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ایسے عذاب کہ نہ اس کے سے عذاب کسی کے نہ اس کی سی پکڑ کسی کی- ہاں جو اس پر یقین کرے ایمان لائے نیک عمل کرے اسے یہ کتاب اجر عظیم کی خوشی سناتی ہے- جس ثواب کو پائندگی اور دوام ہے وہ جنت انہیں

ملے گی جس میں کبھی فنا نہیں جس کی نعمتیں غیر فانی ہیں۔ اور انہیں بھی یہ عذابوں سے آگاہ کرتا ہے جو اللہ کی اولاد ٹھہراتے ہیں جیسے مشرکین مکہ کہ وہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بتاتے تھے۔

مشرکین کے سوالات: ☆☆ بے علمی اور جہالت کے ساتھ منہ سے بول پڑتے ہیں یہ تو یہ ان کے بڑے بھی ایسی باتیں بے علمی سے کہتے رہے۔ کلمتہ کا نصب تمیز کی بنا پر ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے کَبُرَتْ کَلِمَتُھُمْ ھٰذِہٖ کَلِمَۃً اور کہا گیا ہے کہ یہ تعجب کے طور پر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے اَعْظِمْ بِکَلِمَتِھِمْ کَلِمَۃً جیسے کہا جاتا ہے اَکْرِمْ بِزَیْدٍ رَجُلاً بعض بصریوں کا یہی قول ہے۔ مکہ کے بعض قاریوں نے اسے کلمتہ پڑھا ہے جیسے کہا جاتا ہے عَظُمَ قَوْلُکَ وَ کَبُرَ شَانُکَ جمہور کی قرات پر تو معنی بالکل ظاہر ہیں کہ ان کے اس کلمے کی برائی اور اس کا نہایت ہی برا کلمہ ہونا بیان ہو رہا ہے جو محض بے دلیل ہے' صرف کذب وافترا ہے اسی لئے فرمایا کہ محض جھوٹ بکتے ہیں۔ اس سورت کا شان نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ قریشیوں نے نضر بن حارث اور عقبہ بن ابومحیط کو مدینے کے یہودی علماء کے پاس بھیجا کہ تم جا کر محمد (ﷺ) کی بابت کل حالات ان سے بیان کر وان کے پاس اگلے انبیاء کا علم ہے ان سے پوچھو ان کی آپ کی بابت کیا رائے ہے؟ یہ دونوں مدینے گئے احبار مدینہ سے ملے حضور ﷺ کے حالات واوصاف بیان کئے آپ کی تعلیم کا ذکر کیا اور کہا کہ تم ذی علم ہو بتاؤ ان کی نسبت کیا خیال ہے؟ انہوں نے کہا دیکھو ہم تمہیں ایک فیصلہ کن بات بتاتے ہیں تم جا کر ان سے تین سوالات کرو اگر جواب دے دیں تو ان کے سچے ہونے میں کچھ شک نہیں بے شک وہ اللہ کے نبی اور رسول ہیں اور اگر جواب نہ دے سکیں تو ان کے جھوٹا ہونے میں بھی کوئی شک نہیں پھر جو تم چاہو کرو۔ ان سے پوچھو' اگلے زمانے میں جو نوجوان چلے گئے تھے' ان کا واقعہ بیان کرو۔ وہ ایک عجیب واقعہ ہے۔ اور اس شخص کے حالات دریافت کرو جس نے تمام زمین کا گشت لگایا تھا مشرق مغرب ہو آیا تھا۔ اور روح کی ماہیت دریافت کرو اگر بتا دے تو اسے نبی مان کر اس کی اتباع کرو اور اگر نہ بتا سکے تو وہ شخص جھوٹا ہے جو چاہو کرو۔ یہ دونوں وہاں سے واپس آئے اور قریشیوں سے کہا' لو بھئی آخری اور انتہائی فیصلے کی بات انہوں نے بتا دی ہے۔ اب چلو حضرت ﷺ سے سوالات کریں چنانچہ یہ سب آپؐ کے پاس آئے اور تینوں سوالات کئے۔ آپؐ نے فرمایا' تم کل آؤ' میں تمہیں جواب دوں گا لیکن ان شاء اللہ کہنا بھول گئے پندرہ دن گزر گئے نہ آپؐ پر وحی آئی نہ اللہ کی طرف سے ان باتوں کا جواب معلوم کرایا گیا۔ اہل مکہ جوش میں آ گئے اور کہنے لگے کہ لیجئے صاحب کل کا وعدہ تھا' آج پندرھواں دن ہے لیکن وہ بتا نہیں سکے ادھر آپ کو دوہرا غم ستانے لگا قریشیوں کو جواب نہ ملنے پر ان کی باتیں سننے کا اور وحی کے بند ہو جانے کا پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے سورہ کہف نازل ہوئی اسی میں ان شاء اللہ نہ کہنے پر آپ کو ڈانٹا گیا ان نوجوانوں کا قصہ بیان کیا گیا' اس سیاح کا ذکر کیا گیا اور آیت وَ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ الخ میں روح کی بابت جواب دیا گیا۔

فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ عَلٰٓی اٰثَارِھِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِھٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا ﴿۶﴾ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَی الْاَرْضِ زِیْنَۃً لَّھَا لِنَبْلُوَھُمْ اَیُّھُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ﴿۷﴾ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَیْھَا صَعِیْدًا جُرُزًا ﴿۸﴾ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَھْفِ وَالرَّقِیْمِ کَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا ﴿۹﴾

پس اگر یہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائیں تو کیا تو ان کے پیچھے اسی رنج میں اپنی جان ہلاک کر ڈالے گا؟ ○ روئے زمین پر جو کچھ ہے' ہم نے اسے زمین کی رونق کا

باعث بنایا ہے کہ ہم انہیں آزمالیں کہ ان میں سے کون نیک اعمال والا ہے ○ اس پر جو کچھ ہے ہم اسے ایک ہموار صاف میدان کر ڈالنے والے ہیں ○ کیا تو اپنے خیال میں غار اور کتبے والوں کو ہماری نشانیوں میں سے کوئی بہت عجیب نشانی سمجھ رہا ہے؟ ○

مشرکین کی گمراہی پر افسوس نہ کرو: ☆☆ (آیت: ۶-۸) مشرکین جو آپ سے دور بھاگتے تھے ایمان نہ لاتے تھے اس پر جو رنج وافسوس آپ کو ہوتا تھا' اس پر اللہ تعالیٰ آپ کی تسلی کر رہا ہے جیسے اور آیت میں ہے کہ ان پر اتنا رنج نہ کر' اور جگہ ہے ان پر اتنے غمگین نہ ہو' اور جگہ ہے' ان کے ایمان نہ لانے سے اپنے کو ہلاک نہ کر۔ یہاں بھی یہی فرمایا کہ یہ اس قرآن پر ایمان نہ لائیں تو تو اپنی جان کو روگ نہ لگا لے' اس قدر غم وغصہ' رنج وافسوس نہ کر' نہ گھبرا' نہ دل تنگ ہو اپنا کام کئے جا۔ تبلیغ میں کوتاہی نہ کر۔ راہ یافتہ اپنا بھلا کریں گے۔ گمراہ اپنا برا کریں گے۔ ہر ایک کا عمل اس کے ساتھ ہے۔ پھر فرماتا ہے' دنیا فانی ہے اس کی زینت زوال والی ہے' آخرت باقی ہے' اس کی نعمت دوامی ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' دنیا میٹھی اور سبز رنگ ہے' اللہ تعالیٰ اس میں تمہیں خلیفہ بنا کر دیکھنا چاہتا ہے کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو؟ پس دنیا سے اور عورتوں سے بچو' بنو اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورتوں کا ہی تھا۔ یہ دنیا ختم ہونے والی اور خراب ہونے والی ہے' اجڑنے والی اور غارت ہونے والی ہے' زمین ہموار صاف رہ جائے گی جس پر کسی قسم کی روئیدگی بھی نہ ہوگی۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ کیا لوگ دیکھتے نہیں کہ ہم غیر آباد بنجر زمین کی طرف پانی کو لے چلتے ہیں اور اس میں سے کھیتی پیدا کرتے ہیں جسے وہ خود کھاتے ہیں اور ان کے چوپائے بھی۔ کیا پھر بھی ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں۔ زمین اور زمین پر جو ہیں' سب فنا ہونے والے اور اپنے مالک حقیقی کے سامنے پیش ہونے والے ہیں۔ پس تو کچھ بھی ان سے سنے' انہیں کیسے ہی حال میں دیکھے' مطلق افسوس اور رنج نہ کر۔

اصحاب کہف: ☆☆ (آیت: ۹) اصحاب کہف کا قصہ اجمال کے ساتھ بیان ہو رہا ہے پھر تفصیل کے ساتھ بیان ہوگا فرماتا ہے کہ وہ واقعہ ہماری قدرت کے بے شمار واقعات میں سے ایک نہایت معمولی واقعہ ہے۔ اس سے بڑے بڑے نشان روزمرہ تمہارے سامنے ہیں آسمان وزمین کی پیدائش' رات دن کا آنا جانا' سورج چاند کی اطاعت گزاری وغیرہ قدرت کی ان گنت نشانیاں ہیں جو بتلا رہی ہیں کہ اللہ کی قدرت بے انداز ہے' وہ ہر چیز پر قادر ہے' اس پر کوئی کام مشکل نہیں' اصحاب کہف سے تو کہیں زیادہ تعجب خیز اور اہم نشان قدرت تمہارے سامنے دن رات موجود ہیں' کتاب وسنت کا جو علم میں نے تجھے عطا فرمایا ہے' وہ اصحاب کہف کی شان سے کہیں زیادہ ہے۔ بہت سی حجتیں میں نے اپنے بندوں پر اصحاب کہف سے زیادہ واضح کر دی ہیں۔ کہف کہتے ہیں پہاڑی غار کو۔ وہیں یہ نوجوان چھپ گئے تھے۔

اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ﴿۱۰﴾ فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ﴿۱۱﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَىُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ﴿۱۲﴾ ع

ان چند نوجوانوں نے جب غار میں آرام کیا تو دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما اور ہمارے کام میں ہمارے لئے راہ یابی کو آسان کر دے ○ پس ہم نے ان کے کانوں پر گنتی کے کئی سال تک اسی غار میں پردے ڈال دیئے ○ پھر ہم نے انہیں اٹھا کھڑا کیا کہ ہم یہ معلوم کر لیں کہ دونوں گروہ میں سے اس انتہائی مدت کو جو انہوں نے گزاری' کس نے زیادہ یاد رکھی ہے؟ ○

''رقیم'' یا تو ایلہ کے پاس کی وادی کا نام ہے یا ان کی اس جگہ کی عمارت کا نام ہے یا کسی آبادی کا نام ہے یا اس پہاڑ کا نام ہے اس پہاڑ کا نام نجلوس بھی آیا ہے غار کا نام حیزوم کہا گیا ہے اور ان کے کتے کا نام حمران بتایا گیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' سارے قرآن کو میں جانتا ہوں لیکن لفظ حنان اور لفظ اواہ اور لفظ رقیم کو۔ مجھے نہیں معلوم کہ رقیم کتاب کا نام ہے یا کسی بنا کا۔ اور روایت میں آپ سے مروی ہے کہ وہ کتاب ہے۔ سعید کہتے ہیں کہ یہ پتھر کی ایک لوح تھی جس پر اصحاب کہف کا قصہ لکھ کر غار کے دروازے پر اسے لگا دیا گیا تھا۔ عبدالرحمٰن کہتے ہیں' قرآن میں ہے کِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ پس آیت کے ظاہری الفاظ تو اس کی تائید کرتے ہیں اور یہی امام ابن جریرؒ کا مختار قول ہے کہ رقیم فعیل کے وزن پر مرقوم کے معنی میں ہے جیسے مقتول قتیل اور مجروح جریح واللہ اعلم۔

یہ نوجوان اپنے دین کے بچاؤ کے لئے اپنی قوم سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے کہ کہیں وہ انہیں دین سے بہکا نہ دیں ایک پہاڑ کے غار میں گھس گئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ الٰہی ہمیں اپنی جانب سے رحمت عطا فرما' ہمیں اپنی قوم سے چھپائے رکھ' ہمارے اس کام میں اچھائی کا انجام کر۔ حدیث کی ایک دعا میں ہے کہ الٰہی جو فیصلہ تو ہمارے حق میں کرے' اسے انجام کے لحاظ سے بھلا کر۔ مسند میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی دعا میں عرض کرتے کہ اے اللہ ہمارے تمام کاموں کا انجام اچھا کر اور ہمیں دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذابوں سے بچا لے۔ یہ غار میں جا کر جو پڑ کر سوئے تو برسوں گزر گئے پھر ہم نے انہیں بیدار کیا ایک صاحب درہم لے کر بازار سے سودا خریدنے چلے' جیسے کہ آگے آ رہا ہے۔ یہ اس لئے کہ انہیں وہاں کتنی مدت گزری' اسے دونوں گروہوں میں سے کون زیادہ یاد رکھنے والا ہے؟ اسے ہم بھی معلوم کریں۔ امد کے معنی عدد یعنی گنتی کے ہیں اور کہا گیا ہے کہ غایت کے معنی میں بھی یہ لفظ آیا ہے جیسے کہ عرب کے شاعروں نے اپنے شعروں میں اسے غایت کے معنی میں باندھا ہے۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ۝۱۳ وَّرَبَطْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا۟ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰـهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا ۝۱۴

ہم ان کا صحیح واقعہ تیرے سامنے بیان فرما رہے ہیں' یہ چند نوجوان اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کی ہدایت میں ترقی دی تھی ○ ہم نے ان کے دل مضبوط کر دیئے تھے جب کہ یہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ ہمارا پروردگار تو وہی ہے جو آسمان و زمین کا پروردگار ہے ناممکن ہے کہ ہم اس کے سوا کسی اور معبود کو پکاریں اگر ایسا ہو تو ہم نے نہایت ہی غلط بات کہی ○

---

اصحاب کہف کا قصہ : ☆☆ (آیت:۱۳-۱۴) یہاں سے تفصیل کے ساتھ اصحاب کہف کا قصہ شروع ہوتا ہے کہ یہ چند نوجوان تھے جو دین حق کی طرف مائل ہوئے اور ہدایت پر آ گئے قریش میں بھی یہی ہوا تھا کہ جوانوں نے تو حق کی آواز پر لبیک کہی تھی لیکن بجز چند کے اور بوڑھے لوگ اسلام کی طرف جرات سے مائل نہ ہوئے۔ کہتے ہیں کہ ان میں سے بعض کے کانوں میں بالے تھے یہ متقی' مومن اور راہ یافتہ نوجوانوں کی جماعت تھی اپنے رب کی وحدانیت کو مانتے تھے' اس کی توحید کے قائل ہو گئے تھے اور روز بروز ایمان و ہدایت میں بڑھ رہے تھے۔ یہ اور اس جیسی اور آیتوں اور حدیثوں سے استدلال کر کے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ محدثین کرام کا مذہب ہے کہ ایمان میں زیادتی

ہوتی ہے۔ اس میں مرتبے ہیں یہ کم وبیش ہوتا رہتا ہے۔ یہاں ہے ہم نے انہیں ہدایت میں بڑھا دیا اور جگہ ہے وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى الخ ہدایت والوں کی ہدایت بڑھ جاتی ہے الخ اور آیت میں ہے فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا الخ ایمان والوں کے ایمان کو بڑھاتی ہے الخ۔ اور جگہ ارشاد ہے لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ تاکہ وہ اپنے ایمان کے ساتھ ہی ایمان میں اور بڑھ جائیں۔ اسی مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں۔

مذکور ہے کہ یہ لوگ مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے دین پر تھے واللہ اعلم۔ لیکن بہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسیح علیہ السلام کے زمانے سے پہلے کا واقعہ ہے اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اگر یہ لوگ نصرانی ہوتے تو یہود اس قدر توجہ سے نہ ان کے حالات معلوم کرتے نہ معلوم کرنے کی ہدایت کرتے۔ حالانکہ یہ بیان گزر چکا ہے قریشیوں نے اپنا وفد مدینے کے یہود کے علماء کے پاس بھیجا تھا کہ تم ہمیں کچھ ایسی باتیں بتلاؤ کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی آزمائش کرلیں تو انہوں نے کہا کہ تم اصحاب کہف کا اور ذوالقرنین کا واقعہ آپؐ سے دریافت کرو اور روح کے متعلق سوال کرو پس معلوم ہوتا ہے کہ یہود کی کتاب میں ان کا ذکر تھا اور انہیں اس واقعہ کا علم تھا جب یہ ثابت ہوا تو یہ ظاہر ہے کہ یہود کی کتاب نصرانیت سے پہلے کی ہے واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے انہیں قوم کی مخالفت پر صبر عطا فرمایا اور انہوں نے قوم کی کچھ پرواہ نہ کی بلکہ وطن اور راحت و آرام کو بھی چھوڑ دیا۔ بعض سلف کا بیان ہے کہ یہ لوگ رومی بادشاہ کی اولاد اور روم کے سردار تھے۔ ایک مرتبہ قوم کے ساتھ عید منانے گئے تھے اس زمانے کے بادشاہ کا نام دقیانوس تھا بڑا سخت اور سرکش شخص تھا۔ سب کو شرک کی تعلیم کرتا اور سب سے بت پرستی کراتا تھا۔

هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۢ بَيِّنٍ ۭ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴿۱۵﴾ وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ﴿۱۶﴾

یہ ہے ہماری قوم جس نے اس کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں۔ ان کی الوہیت کی یہ کوئی صاف دلیل کیوں پیش نہیں کرتے اللہ پر جھوٹ افترا باندھنے والے سے زیادہ ظالم کون ہے؟ ○ جب کہ تم ان سے اور اللہ کے سوا ان کے اور معبودوں سے کنارہ کش ہو گئے تو اب تم کسی غار میں جا بیٹھو تمہارا رب تم پر اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے لئے تمہارے کام میں سہولت مہیا کر دے گا ○

---

(آیت: ۱۵-۱۶) یہ نوجوان جو اپنے باپ دادوں کے ساتھ اس میلے میں گئے تھے انہوں نے جب وہاں یہ تماشا دیکھا تو ان کے دل میں خیال آیا کہ بت پرستی محض لغو اور باطل چیز ہے عبادتیں اور ذبیحے صرف اللہ کے نام پر ہونے چاہئیں جو آسمان و زمین کا خالق مالک ہے پس یہ لوگ ایک ایک کر کے یہاں سے سرکنے لگے ایک درخت تلے جا کر ان میں سے ایک صاحب بیٹھ گئے دوسرے بھی یہیں آ گئے اور بیٹھ گئے تیسرے بھی آئے چوتھے بھی آئے غرض ایک ایک کر کے سب یہیں جمع ہو گئے حالانکہ ایک دوسرے میں تعارف نہ تھا لیکن ایمان کی روشنی نے ایک دوسرے کو ملا دیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ روحیں بھی ایک جمع شدہ لشکر ہیں جو روز ازل میں تعارف والی ہیں وہ یہاں مل جل کر رہتی ہیں اور جو وہیں انجان رہیں ان کا یہاں بھی ان میں اختلاف رہتا ہے (بخاری ومسلم)

عرب کہا کرتے ہیں کہ جنسیت ہی میل جول کی علت ہے۔ اب سب خاموش تھے ایک کو ایک سے ڈر تھا کہ اگر میں اپنے مافی الضمیر

کو بتادوں گا تو یہ دشمن ہو جائیں گے کسی کو دوسرے کی نسبت اطلاع نہ تھی کہ وہ بھی اس کی طرح قوم کی اس احمقانہ اور مشرکانہ رسم سے بے زار ہے- آخر ایک دانا اور جری نوجوان نے کہا کہ دوستو کوئی نہ کوئی بات تو ضرور ہے کہ لوگوں کے اس عام شغل کو چھوڑ کر تم ان سے یکسو ہو کر یہاں آ بیٹھے ہو میرا تو جی چاہتا ہے کہ ہر شخص اس بات کو ظاہر کر دے جس کی وجہ سے اس نے قوم کو چھوڑا ہے- اس پر ایک نے کہا' بھائی بات یہ ہے کہ مجھے تو اپنی قوم کی یہ رسم ایک آنکھ نہیں بھاتی جب کہ آسمان و زمین کا اور ہمارا تمہارا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے تو پھر ہم اس کے سوا دوسرے کی عبادت کیوں کریں؟ یہ سن کر دوسرے نے کہا اللہ کی قسم یہی نفرت مجھے یہاں لائی ہے تیسرے نے بھی یہی کہا جب ہر ایک نے یہی وجہ بیان کی تو سب کے دل میں محبت کی ایک لہر دوڑ گئی اور یہ سب روشن خیال موحد آپس میں سچے دوست اور ماں جائے بھائیوں سے بھی زیادہ ایک دوسرے کے خیر خواہ بن گئے- آپس میں اتحاد و اتفاق ہو گیا-

اب انہوں نے ایک جگہ مقرر کر لی وہیں اللہ واحد کی عبادت کرنے لگے رفتہ رفتہ قوم کو بھی پتہ چل گیا وہ ان سب کو پکڑ کر اس ظالم مشرک بادشاہ کے پاس لے گئے اور شکایت پیش کی بادشاہ نے ان سے پوچھا' انہوں نے نہایت دلیری سے اپنی توحید اور اپنا مسلک بیان کیا بلکہ بادشاہ اور اہل دربار اور کل دنیا کو اس کی دعوت دی' دل مضبوط کر لیا اور صاف کہہ دیا کہ ہمارا رب وہی ہے جو آسمان و زمین کا مالک وخالق ہے- ناممکن ہے کہ ہم اس کے سوا کسی اور کو معبود بنائیں ہم سے یہ کبھی نہ ہو سکے گا کہ اس کے سوا کسی اور کو پکاریں اس لئے کہ شرک نہایت باطل چیز ہے ہم اس کام کو کبھی نہیں کرنے کے- یہ نہایت ہی بے جابات اور لغو حرکت اور جھوٹی راہ ہے- یہ ہماری قوم مشرک ہے اللہ کے سوا دوسروں کی پکار اور ان کی عبادت میں مشغول ہے جس کی کوئی دلیل یہ پیش نہیں کر سکتے' پس یہ ظالم اور کاذب ہیں- کہتے ہیں کہ ان کی اس صاف گوئی اور حق گوئی سے بادشاہ بہت بگڑا انہیں دھمکایا ڈرایا اور حکم دیا کہ ان کے لباس اتار لو اور اگر یہ باز نہ آئیں گے تو میں انہیں سخت سزا دوں گا- اب ان لوگوں کے دل اور مضبوط ہو گئے لیکن یہ انہیں معلوم ہو گیا کہ یہاں رہ کر ہم دینداری پر قائم نہیں رہ سکتے اس لئے انہوں نے قوم' وطن' دیس اور رشتے کنبے کو چھوڑنے کا ارادہ پختہ کر لیا- یہی حکم بھی ہے کہ جب انسان دین کا خطرہ محسوس کرے' اس وقت ہجرت کر جائے- حدیث میں ہے کہ انسان کا بہترین مال ممکن ہے کہ بکریاں ہوں جنہیں لے کر دامن کوہ میں اور مرغزاروں میں رہے سہے اور اپنے دین کے بچاؤ کی خاطر بھاگتا پھرے- پس ایسے حال میں لوگوں سے الگ تھلگ ہو جانا امر مشروع ہے- ہاں اگر ایسی حالت نہ ہو' دین کی بربادی کا خوف نہ ہو تو پھر جنگلوں میں نکل جانا مشروع نہیں کیونکہ جمعہ جماعت کی فضیلت ہاتھ سے جاتی رہتی ہے- جب یہ لوگ دین کے بچاؤ کے لئے اتنی اہم قربانی پر آمادہ ہو گئے تو ان پر رب کی رحمت نازل ہوئی- فرمادیا گیا کہ ٹھیک ہے جب تم ان کے دین سے الگ ہو گئے تو بہتر ہے کہ جسموں سے بھی ان سے جدا ہو جاؤ- جاؤ تم کسی غار میں پناہ حاصل کرو تم پر تمہارے رب کی رحمت کی چھاؤں ہوگی وہ تمہیں تمہارے دشمن کی نگاہوں سے چھپالے گا اور تمہارے کام میں آسانی اور راحت مہیا فرمائے گا- پس یہ لوگ موقعہ پا کر یہاں سے بھاگ نکلے اور پہاڑ کے غار میں چھپ رہے-

بادشاہ اور قوم نے ہر چند ان کی تلاش کی لیکن کوئی پتہ نہ چلا اللہ نے ان کے غار کو اندھیرے میں چھپا دیا- دیکھئے یہی بلکہ اس سے بہت زیادہ تعجب خیز واقعہ ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ پیش آیا- آپ مع اپنے رفیق خاص یار غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غار ثور میں جا چھپے مشرکین نے بہت کچھ دوڑ دھوپ کی' تگ و دو میں کوئی کمی نہ کی لیکن حضرت ﷺ انہیں باوجود پوری تلاش اور سخت کوشش کے نہ ملے اللہ نے ان کی بینائی چھین لی' آس پاس سے گزرتے تھے' آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے تھے' حضرت ﷺ موجود ہیں اور انہیں دکھائی نہیں دیتے- صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پریشان حال ہو کر عرض کرتے ہیں کہ حضور ﷺ اگر کسی نے اپنے پیر کی

طرف بھی نظر ڈال لی تو ہم دیکھ لئے جائیں گے - آپ نے نہایت اطمینان سے جواب دیا کہ ابوبکران دو کے ساتھ تیرا کیا خیال ہے جن کا تیسرا خود اللہ تعالیٰ ہے - قرآن فرماتا ہے کہ اگر تم میرے نبی کی امداد نہ کرو تو کیا ہوا؟ جب کافروں نے اسے نکال دیا' میں نے خود اس کی امداد کی جب کہ وہ دو میں کا دوسرا تھا جب وہ دونوں غار میں تھے جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ غمگین نہ ہو اللہ ہمارے ساتھ ہے - پس اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے سکون اس پر نازل فرمایا اور ایسے لشکر سے اس کی مدد کی جسے تم نہ دیکھ سکتے تھے آخر اس نے کافروں کی بات پست کر دی اور اپنا کلمہ بلند فرمایا - اللہ عزت و حکمت والا ہے - سچ تو یہ ہے کہ یہ واقعہ اصحاب کہف کے واقعہ سے بھی عجیب تر اور انوکھا ہے - ایک قول یہ بھی ہے کہ ان نوجوانوں کو قوم اور بادشاہ نے پالیا - جب غار میں انہیں دیکھ لیا تو کہا' بس ہم تو خود ہی یہی چاہتے تھے چنانچہ انہوں نے اس کا منہ ایک دیوار سے بند کر دیا کہ یہیں مر جائیں لیکن یہ قول تامل طلب ہے - قرآن کا فرمان ہے کہ صبح شام ان پر دھوپ آتی جاتی ہے وغیرہ واللہ اعلم -

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَت تَّزَاوَرُ عَن كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَت تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۚ ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ ۗ مَن يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۖ وَمَن يُضْلِلْ فَلَن تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿١٧﴾ ع

تو دیکھے گا کہ آفتاب بوقت طلوع ان کے غار سے دائیں جانب کو جھک جاتا ہے اور بوقت غروب ان کی بائیں جانب سے کترا جاتا ہے اور وہ اس غار کی کشادہ جگہ میں ہیں یہ ہے قدرت اللہ کی نشانیوں میں سے اللہ تعالیٰ جس کی رہبری فرمائے' وہ راہ راست پر ہے اور جسے گمراہ کر دے ناممکن ہے کہ تو اس کا کوئی کارساز رہنما پا سکے ○

**غار اور سورج کی شعاعیں:** ☆☆ (آیت: ۱۷) یہ دلیل ہے اس امر کی کہ اس غار کا منہ شمال رخ ہے - سورج کے طلوع کے وقت ان کے دائیں جانب دھوپ کی چھاؤں جھک جاتی ہے - پس دوپہر کے وقت وہاں بالکل دھوپ نہیں رہتی - سورج کی بلندی کے ساتھ ہی ایسی جگہ سے شعاعیں دھوپ کی کم ہوتی جاتی ہیں اور سورج کے ڈوبنے کے وقت دھوپ ان کے غار کی طرف اس کے دروازے کے شمال رخ سے جاتی ہے مشرق کی جانب سے - علم ہیئت کے جاننے والے اسے خوب سمجھ سکتے ہیں - جنہیں سورج چاند اور ستاروں کی چال کا علم ہے - اگر غار کا دروازہ مشرق رخ ہوتا تو سورج کے غروب کے وقت وہاں دھوپ بالکل نہ جاتی اور اگر قبلہ رخ ہوتا تو سورج کے طلوع کے وقت دھوپ نہ پہنچتی اور نہ غروب کے وقت پہنچتی اور نہ سایہ دائیں بائیں جھکتا اور اگر دروازہ مغرب رخ ہوتا تو بھی سورج نکلنے کے وقت اندر دھوپ نہ جا سکتی بلکہ زوال کے بعد اندر پہنچتی اور پھر برابر مغرب تک رہتی - پس ٹھیک بات وہی ہے جو ہم نے بیان کی فللہ الحمد - تقرضھم کے معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ترک کرنے اور چھوڑ دینے کے کئے ہیں -

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں یہ تو بتا دیا تا کہ ہم اسے سوچیں سمجھیں اور یہ نہیں بتایا کہ وہ غار کس شہر کے کس پہاڑ میں ہے اس لئے کہ ہمیں اس سے کوئی فائدہ نہیں' نہ اس سے کسی شرعی مقصد کا حصول ہوتا ہے - پھر بھی بعض مفسرین نے اس میں تکلیف اٹھائی ہے کوئی کہتا ہے وہ ایلہ کے قریب ہے' کوئی کہتا ہے نینویٰ کے پاس ہے' کوئی کہتا ہے روم میں ہے' کوئی کہتا ہے بلقا میں ہے - اصل علم اللہ ہی کو ہے - وہ کہاں ہے اگر اس میں کوئی دینی مصلحت یا ہمارا کوئی مذہبی فائدہ ہوتا تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیں بتا دیتا اپنے رسول ﷺ کی زبانی بیان کرا دیتا - حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ تمہیں جو جو کام اور چیزیں جنت سے قریب اور جہنم سے دور کرنے والی تھیں' ان میں سے ایک بھی ترک کئے بغیر میں نے بتا دی ہیں پس

اللہ تعالیٰ نے اس کی صفت بیان فرما دی اور اس کی جگہ نہیں بتائی - فرمادیا کہ سورج کے طلوع کے وقت ان کے غار سے وہ دائیں جانب جھک جاتا ہے اور غروب کے وقت انہیں بائیں طرف چھوڑ دیتا ہے وہ اس سے فراخی میں ہیں' انہیں دھوپ کی تپش نہیں پہنچتی ورنہ ان کے بدن اور کپڑے جل جاتے - یہ اللہ کی ایک نشانی ہے کہ رب نے انہیں اس غار میں پہنچایا جہاں انہیں زندہ رکھا' دھوپ بھی پہنچے' ہوا بھی جائے' چاندنی بھی رہے تا کہ نہ نیند میں خلل آئے نہ نقصان پہنچے- فی الواقع اللہ کی طرف سے یہ بھی کامل نشان قدرت ہے- ان نوجوانوں موحدوں کی ہدایت خود اللہ نے کی تھی' یہ راہ راست پا چکے تھے' کسی کے بس میں نہ تھا کہ انہیں گمراہ کر سکے اور اس کے برعکس جسے وہ راہ نہ دکھائے اس کا ہادی کوئی نہیں-

وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۖ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ۚ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿۱۸﴾

تو خیال کرے گا کہ وہ بیدار ہیں حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں- خود ہم ہی انہیں دائیں بائیں کروٹیں دلا دیا کرتے ہیں' ان کا کتا بھی چوکھٹ پر اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہے' اگر تو جھانک کر انہیں دیکھنا چاہے تو ضرور الٹے پاؤں بھاگ کھڑا ہو اور ان کی دہشت و رعب سے تو پر کر دیا جائے ○

---

**ایک آنکھ بند ایک کھلی:** ☆☆ (آیت:۱۸) یہ سو رہے ہیں لیکن دیکھنے والا انہیں بیدار سمجھتا ہے کیونکہ ان کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں- مذکور ہے کہ بھیڑیا جب سوتا ہے تو ایک آنکھ بند رکھتا ہے' ایک کھلی ہوتی ہے- پھر اسے بند کر کے اسے کھول دیتا ہے چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے

يَنَام باحُدى مُقْلَتَيهِ وَ يَتَّقِى بِاُخرَى الرَّزَايَا فَهُوَ يَقْظَانٌ نَائِم

جانوروں اور کیڑوں مکوڑوں اور دشمنوں سے بچانے کے لئے تو اللہ نے نیند میں بھی ان کی آنکھیں کھلی رکھی ہیں اور زمین نہ کھا جائے' کروٹیں گل نہ جائیں اس لئے اللہ تعالیٰ انہیں کروٹیں بدلوا دیتا ہے' کہتے ہیں سال بھر میں دو مرتبہ کروٹ بدلتے ہیں- ان کا کتا بھی انگنائی میں دروازے کے پاس مٹی میں چوکھٹ کے قریب بطور پہریدار کے بازو زمین پر ٹکائے ہوئے بیٹھا ہوا ہے دروازے کے باہر اس لئے ہے کہ جس گھر میں کتا' تصویر' جنبی اور کافر شخص ہو' اس گھر میں فرشتے نہیں جاتے- جیسے کہ ایک حسن حدیث میں وارد ہوا ہے- اس کتے کو بھی اسی حالت میں نیند آ گئی ہے- سچ ہے بھلے لوگوں کی صحبت بھی بھلائی پیدا کرتی ہے دیکھئے نا اس کتے کی کتنی شان ہو گئی کہ کلام اللہ میں اس کا ذکر آیا- کہتے ہیں کہ ان میں سے کسی کا یہ شکاری کتا پلا ہوا تھا- ایک قول یہ بھی ہے کہ بادشاہ کے باورچی کا یہ کتا تھا- چونکہ وہ بھی ان کے ہم مسلک تھے' ان کے ساتھ ہجرت میں تھے' ان کا کتا ان کے پیچھے لگ گیا تھا واللہ اعلم-

کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں حضرت ذبیح اللہ کے بدلے جو مینڈھا ذبح ہوا اس کا نام جریر تھا- حضرت سلیمان علیہ السلام کو جس ہدہد نے ملکہ سبا کی خبر دی تھی' اس کا نام عنفز تھا اور اصحاب کہف کے اس کتے کا نام قطیر تھا اور بنی اسرائیل نے جس بچھڑے کی پوجا شروع کی تھی اس کا نام مہموت تھا- حضرت آدم علیہ السلام بہشت بریں سے ہند میں اترے تھے' حضرت حوا جدہ میں' ابلیس دشت بیسان میں اور سانپ اصفہان میں- ایک قول ہے کہ اس کتے کا نام حمران تھا- نیز اس کتے کے رنگ میں بھی بہت سے اقوال ہیں لیکن ہمیں حیرت ہے کہ اس سے کیا نتیجہ؟ کیا فائدہ؟ کیا ضرورت؟ بلکہ عجب نہیں کہ ایسی بحثیں ممنوع ہوں- اس لئے کہ یہ تو آنکھیں بند کر کے پتھر پھینکنا ہے' بے دلیل زبان کھولنا ہے- پھر فرماتا ہے کہ ہم نے انہیں وہ رعب دیا ہے کہ کوئی انہیں دیکھ ہی نہیں سکتا- یہ اس لئے کہ لوگ ان کا تماشہ نہ بنا لیں' کوئی

جرات کر کے ان کے پاس نہ چلا جائے' کوئی انہیں ہاتھ نہ لگا سکے وہ آرام اور چین سے جب تک حکمت الٰہی مقتضی ہے' باآرام سوتے رہیں- جو انہیں دیکھتا ہے' مارے رعب کے کلیجہ تھرتھرا جاتا ہے- اسی وقت الٹے پیروں واپس لوٹتا ہے' انہیں نظر بھر کر دیکھنا بھی ہر ایک کے لئے محال ہے-

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ۭ قَالَ قَاۗىِٕلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۭ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۭ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۭ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ﴿۱۹﴾ اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿۲۰﴾

اسی طرح ہم نے انہیں جگا کر اٹھا دیا کہ آپس میں پوچھ گچھ کر لیں' ایک کہنے والے نے کہا کہ کیوں بھئی تم کتنی دیر ٹھہرے رہے' انہوں نے جواب دیا کہ ایک دن یا ایک دن سے بھی کم' کہنے لگے تمہارے ٹھہرے رہنے کی مدت کا بخوبی علم اللہ تعالیٰ کو ہی ہے' اب تو تم اپنے میں سے کسی کو اپنی یہ چاندی دے کر شہر بھیجو- وہ خوب دیکھ بھال لے کہ شہر کا کون سا کھانا پاکیزہ تر ہے- پھر اسی میں سے تمہارے کھانے کے لئے لے آئے اسے چاہئے کہ بہت احتیاط اور نرمی برتے اور کسی کو تمہاری خبر نہ ہونے دے ○ اگر یہ کافر تم پر غلبہ پا لیں گے تو تمہیں سنگسار کر دیں گے یا تمہیں پھر اپنے دین میں لوٹا لیں گے اور پھر تو تمہیں ہرگز فلاح نہیں ہونے کی ○

---

موت کے بعد زندگی: ☆☆ (آیت:۱۹-۲۰) ارشاد ہوتا ہے کہ جیسے ہم نے اپنی قدرت کاملہ سے انہیں سلا دیا تھا' اسی طرح اپنی قدرت سے انہیں جگا دیا- تین سو نو سال تک سوتے رہے لیکن جب جاگے بالکل ویسے ہی تھے جیسے سوتے وقت تھے' بدن بال کھال سب اصلی حالت میں تھے- بس جیسے سوتے وقت تھے' ویسے ہی اب بھی تھے- کسی قسم کا کوئی تغیر نہ تھا آپس میں کہنے لگے کہ کیوں جی ہم کتنی مدت سوتے رہے؟ تو جواب ملا کہ ایک دن بلکہ اس سے بھی کم کیونکہ صبح کے وقت یہ سو گئے تھے اور اس وقت شام کا وقت تھا اس لئے انہیں یہی خیال ہوا- لیکن پھر خود انہیں خیال ہوا کہ ایسا تو نہیں اس لئے انہوں نے ذہن لڑانا چھوڑ دیا اور فیصلہ کن بات کہہ دی کہ اس کا صحیح علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہے- اب چونکہ بھوک پیاس معلوم ہو رہی تھی' اس لئے انہوں نے بازار سے سودا منگوانے کی تجویز کی- دام ان کے پاس تھے- جن میں سے کچھ راہ اللہ خرچ کئے تھے کچھ موجود تھے- کہنے لگے کہ اسی شہر میں کسی کو دام دے کر بھیج دو وہ وہاں سے کوئی پاکیزہ چیز کھانے پینے کی لائے یعنی عمدہ اور بہتر چیز جیسے آیت وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا یعنی اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تم پر نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی پاک نہ ہوتا اور آیت میں ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وہ فلاح پا گیا جس نے پاکیزگی کی- زکوٰۃ کو بھی زکوٰۃ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ مال کو طیب و طاہر کر دیتی ہے- دوسرا قول یہ ہے کہ مراد بہت سارا کھانا لانے سے ہے جیسے کھیتی کے بڑھ جانے کے وقت عرب کہتے ہیں زکا الزرع اور جیسے شاعر کا قول ہے۔

قَبَائِلُنَا سَبْعٌ وَّ اَنْتُمْ ثَلَاثَةٌ وَالسَّبْعُ اَزْكٰى مِنْ ثَلَاثٍ وَّ اَطْيَبُ

پس یہاں بھی یہ لفظ زیادتی اور کثرت کے معنی میں ہے لیکن پہلا قول ہی صحیح ہے اس لئے کہ اصحاب کہف کا مقصد اس قول سے حلال چیز کا لانا تھا- خواہ وہ زیادہ ہو یا کم- کہتے ہیں کہ جانے والے کو بہت احتیاط برتنی چاہئے' آنے جانے اور سودا خریدنے میں ہوشیاری سے کام لے

جہاں تک ہو سکے لوگوں کی نگاہوں میں نہ چڑھے دیکھو ایسا نہ ہو کوئی معلوم کر لے۔ اگر انہیں علم ہو گیا تو پھر خیر نہیں۔ دقیانوس کے آدمی اگر تمہاری جگہ کی خبر پا گئے تو وہ طرح طرح کی سخت سزائیں تمہیں دیں گے کہ یا تو تم ان سے گھبرا کر دین حق چھوڑ کر پھر سے کافر بن جاؤ یا یہ کہ وہ انہی سزاؤں میں تمہارا کام ہی ختم کر دیں۔ اگر تم ان کے دین میں جا ملے تو سمجھ لو کہ تم نجات سے دست بردار ہو گئے پھر تو اللہ کے ہاں کا چھٹکارا تمہارے لئے محال ہو جائے گا۔

وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۭ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓي اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ﴿۲۱﴾

ہم نے اسی طرح لوگوں کو ان کے حال سے آگاہ کر دیا کہ وہ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ بالکل سچا ہے اور قیامت میں کوئی شک وشبہ نہیں، جب کہ وہ اپنے امر میں آپس میں اختلاف کر رہے تھے۔ کہنے لگے ان کے غار پر ایک عمارت بنا لو ان کا رب ہی ان کے حال کا زیادہ عالم ہے، جن لوگوں نے ان کے بارے میں غلبہ پایا، وہ کہنے لگے کہ ہم تو ان کے آس پاس مسجد بنا لیں گے ۞

---

دوبارہ جینے کی حجت: ☆☆ (آیت:۲۱) ارشاد ہے کہ اسی طرح ہم نے اپنی قدرت سے لوگوں کو ان کے حال پر آگاہ کر دیا تا کہ اللہ کے وعدے اور قیامت کے آنے کی سچائی کا انہیں علم ہو جائے۔ کہتے ہیں کہ اس زمانے کے وہاں موجود لوگوں کو قیامت کے آنے میں کچھ شکوک پیدا ہو چلے تھے۔ ایک جماعت تو کہتی تھی کہ فقط روحیں دوبارہ جی اٹھیں گی۔ جسم کا اعادہ نہ ہو گا پس اللہ تعالیٰ نے صدیوں بعد اصحاب کہف کو جگا کر قیامت کے ہونے اور جسموں کے دوبارہ جینے کی حجت واضح کر دی ہے اور عینی دلیل دے دی۔

مذکور ہے کہ جب ان میں سے ایک صاحب دام لے کر سودا خریدنے کو غار سے باہر نکلے تو دیکھا کہ ان کی دیکھی ہوئی ایک چیز نہیں، سارا نقشہ بدلا ہوا ہے اس شہر کا نام افسوس تھا۔ زمانے گزر چکے تھے، بستیاں بدل چکی تھیں، صدیاں بیت گئی تھیں اور یہ تو اپنے نزدیک یہی سمجھے ہوئے تھے کہ ہمیں یہاں پہنچے ایک آدھ دن گزرا ہے۔ یہاں انقلاب زمانہ اور کا اور ہو چکا تھا جیسے کسی نے کہا ہے ؎

اَمَّا الدِّيَارُ فَاِنَّهَا كَدِيَا رِهِمْ وَاَرٰى رِجَالَ الْحَيِّ غَيْرَ رِجَالِهٖ

گھر گو انہی جیسے ہیں لیکن قبیلے کے لوگ تو سب اور ہی ہیں اس نے دیکھا کہ نہ تو شہر کی کوئی چیز اپنے حال پر ہے نہ شہر کا کوئی بھی رہنے والا جان پہچان کا ہے، نہ یہ کسی کو جانیں نہ انہیں اور کوئی پہچانے۔ تمام عام خاص اور ہی ہیں۔ یہ اپنے دل میں حیران تھا۔ دماغ چکرا رہا تھا کہ کل شام ہم اس شہر کو چھوڑ کر گئے ہیں یہ دفعتاً ہو کیا گیا؟ ہر چند سوچتا تھا کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تھی۔ آخر خیال کرنے لگا کہ شاید میں مجنوں ہو گیا ہوں یا میرے حواس ٹھکانے نہیں رہے یا مجھے کوئی مرض لگ گیا ہے یا میں خواب میں ہوں۔ لیکن فوراً ہی یہ خیالات ہٹ گئے مگر کسی بات پر تسلی نہ ہو سکی اس لئے ارادہ کر لیا کہ مجھے سودا لے کر اس شہر کو جلد چھوڑ دینا چاہیے۔ ایک دکان پر جا کر اسے دام دیئے اور سودا کھانے پینے کا طلب کیا۔ اس نے اس سکے کو دیکھ کر سخت تر تعجب کا اظہار کیا اپنے پڑوسی کو دیا کہ دیکھنا یہ سکہ کیا ہے؟ کب کا ہے؟ کس زمانے کا ہے؟ اس نے دوسرے کو دیا اس سے کسی اور نے دیکھنے کو مانگ لیا۔ الغرض وہ تو ایک تماشہ بن گیا ہر زبان سے یہی نکلنے لگا کہ اس نے کسی پرانے زمانے کا خزانہ پایا ہے، اس میں سے یہ لایا ہے اس سے پوچھو یہ کہاں کا ہے؟ کون ہے؟ یہ سکہ کہاں سے پایا؟

چنانچہ لوگوں نے اسے گھیر لیا مجمع لگا کر کھڑے ہو گئے اور اوپر تلے ٹیڑھے ترچھے سوالات شروع کر دیئے اس نے کہا میں تو اسی شہر کے رہنے والوں میں سے ہوں' کل شام کو میں یہاں سے گیا ہوں' یہاں کا بادشاہ دقیانوس ہے- اب تو سب نے قہقہہ لگا کر کہا' بھئی یہ تو کوئی پاگل آدمی ہے- آخر اسے بادشاہ کے سامنے پیش کیا اس سے سوالات ہوئے اس نے تمام حال کہہ سنایا اب ایک طرف بادشاہ اور دوسرے سب لوگ متحیر' ایک طرف سے خود ششدر و حیران- آخر سب لوگ ان کے ساتھ ہوئے- اچھا ہمیں اپنے اور ساتھی دکھاؤ اور اپنا غار بھی دکھا دو- یہ انہیں لے کر چلے غار کے پاس پہنچ کر کہا تم ذرا ٹھہرو میں پہلے انہیں جا کر خبر کر دوں- ان کے الگ ہٹتے ہی اللہ تعالیٰ نے ان پر بے خبری کے پردے ڈال دیئے- انہیں نہ معلوم ہو سکا کہ وہ کہاں گیا؟ اللہ نے پھر اس راز کو مخفی کر لیا- ایک روایت یہ بھی آئی ہے کہ یہ لوگ مع بادشاہ کے گئے- ان سے ملے' سلام علیک ہوئی' بغل گیر ہوئے' یہ بادشاہ خود مسلمان تھا' اس کا نام تندوسیس تھا' اصحاب کہف ان سے مل کر بہت خوش ہوئے اور محبت و انسیت سے ملے جلے' باتیں کیں' پھر واپس جا کر اپنی اپنی جگہ جا لیٹے پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں فوت کر لیا رحمہم اللہ اجمعین واللہ اعلم- کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حبیب بن مسلمہ کے ساتھ ایک غزوے میں تھے' وہاں انہوں نے روم کے شہروں میں ایک غار دیکھا جس میں ہڈیاں تھیں' لوگوں نے کہا یہ ہڈیاں اصحاب کہف کی ہیں آپ نے فرمایا تین سو سال گزر چکے کہ ان کی ہڈیاں کھوکھلی ہو کر مٹی ہو گئیں (ابن جریر) پس فرماتا ہے کہ جیسے ہم نے انہیں انوکھی طرز پر سلایا اور بالکل انوکھے طور پر جگایا' اسی طرح بالکل نرالے طرز پر اہل شہر کو ان کے حالات سے مطلع فرمایا تا کہ انہیں اللہ کے وعدوں کی حقانیت کا علم ہو جائے اور قیامت کے ہونے میں اور اس کے برحق ہونے میں انہیں کوئی شک نہ رہے- اس وقت وہ آپس میں سخت مختلف تھے' لڑ جھگڑ رہے تھے' بعض قیامت کے قائل تھے' بعض منکر تھے پس اصحاب کہف کا ظہور منکروں پر حجت اور ماننے والوں کے لئے دلیل بن گیا- اب اس بستی والوں کا ارادہ ہوا کہ ان کے غار کا منہ بند کر دیا جائے اور انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے- جنہیں سرداری حاصل تھی' انہوں نے ارادہ کیا کہ ہم تو ان کے اردگرد مسجد بنالیں گے- امام ابن جریر ان لوگوں کے بارے میں دو قول نقل کرتے ہیں- ایک یہ کہ ان میں سے مسلمانوں نے یہ کہا تھا' دوسرے یہ کہ یہ قول کفار کا تھا واللہ اعلم- لیکن بہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس کے قائل کلمہ گو تھے ہاں یہ اور بات ہے کہ ان کا یہ کہنا اچھا تھا یا برا؟ تو اس بارے میں صاف حدیث موجود ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ یہود و نصاری پر لعنت فرمائے کہ انہوں نے اپنے انبیاء اور اولیا کی قبروں کو مسجدیں بنالیا جو انہوں نے کیا' اس سے آپ اپنی امت کو بچانا چاہتے تھے- اسی لئے امیرالمومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانے میں جب حضرت دانیال کی قبر عراق میں پائی تو حکم فرمایا کہ اسے پوشیدہ کر دیا جائے اور جو رقعہ ملا ہے جس میں بعض لڑائیوں وغیرہ کا ذکر ہے' اسے دفن کر دیا جائے-

سَيَقُولُونَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ﴿۲۲﴾

ع ۵ ۱۵

کچھ لوگ تو کہیں گے کہ اصحاب کہف تین تھے اور چوتھا ان کا کتا تھا' کچھ کہیں گے کہ پانچ تھے اور چھٹا ان کا کتا تھا- نشانہ دیکھے بغیر پتھر چلا دینے کی طرح' کچھ کہیں

گے کہ وہ سات ہیں اور ان کا کتا آٹھواں ہے' تو کہہ دے کہ میرا پروردگار ان کی تعداد کو بخوبی جاننے والا ہے۔ انہیں بہت ہی کم لوگ جانتے ہیں۔ پس تو ان کے مقدمے میں صرف سرسری گفتگو ہی کر اور ان میں سے کسی سے ان کے بارے میں پوچھ گچھ بھی نہ کر ۞

---

**اصحاب کہف کی تعداد:** ☆☆ (آیت:۲۲) لوگ اصحاب کہف کی گنتی میں کچھ کا کچھ کہا کرتے تھے۔ تین قسم کے لوگ تھے۔ چوتھی گنتی بیان نہیں فرمائی۔ دو پہلے کے اقوال کو تو ضعیف کر دیا کہ یہ اٹکل کے تکے ہیں' بے نشانے کے پتھر ہیں کہ اگر کہیں لگ جائیں تو کمال' نہیں' نہ لگیں تو زوال نہیں۔ ہاں تیسرا قول بیان فرما کر سکوت اختیار فرمایا۔ تردید نہیں کی یعنی سات وہ آٹھواں ان کا کتا اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہی بات صحیح اور واقع میں یونہی ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ایسے موقع پر بہتر یہی ہے کہ علم الٰہی کی طرف اسے لوٹا دیا جائے ایسی باتوں میں باوجود کوئی صحیح علم نہ ہونے کے غور و خوض کرنا عبث ہے۔ جس بات کا علم ہو جائے' منہ سے نکالے ورنہ خاموش رہے۔

اس گنتی کا صحیح علم بہت کم لوگوں کو ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' میں انہیں میں سے ہوں۔ میں جانتا ہوں وہ سات تھے حضرت عطا خراسانی رحمتہ اللہ علیہ کا قول بھی یہی ہے اور یہی ہم نے پہلے لکھا تھا۔ ان میں کے بعض تو بہت ہی کم عمر تھے۔ عنفوان شباب میں تھے۔ یہ لوگ دن رات اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے تھے' روتے رہتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے رہتے تھے۔ مروی ہے کہ یہ نو تھے۔ ان میں سے جو سب سے بڑے تھے ان کا نام مکسلمین تھا۔ اسی نے بادشاہ سے باتیں کی تھیں اور اسے اللہ واحد کی عبادت کی دعوت دی تھی۔ باقی کے نام یہ ہیں فشلمین' تملیخ' مطونس' کشطونس' بیرونس' دنیموس' بطونس اور قابوس۔ ہاں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحیح روایت یہی ہے کہ یہ سات شخص تھے آیت کے ظاہری الفاظ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ شعیب جبائی کہتے ہیں' ان کے کتے کا نام حمران تھا لیکن ان ناموں کی صحت میں نظر ہے واللہ اعلم۔ ان میں کی بہت سی چیزیں اہل کتاب سے لی ہوئی ہیں۔ پھر اپنے نبی ﷺ کو ارشاد فرمایا کہ آپ ان کے بارے میں زیادہ بحث مباحثہ نہ کریں۔ یہ ایک نہایت ہی ہلکا کام ہے جس میں کوئی بڑا فائدہ نہیں اور نہ ان کے بارے میں کسی سے دریافت کیجئے کیونکہ عموماً وہ اپنے دل سے جوڑ کر کہتے ہیں کوئی صحیح اور سچی دلیل ان کے ہاتھوں میں نہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آپ کے سامنے بیان فرمایا ہے' یہ جھوٹ سے پاک ہے' شک و شبہ سے دور ہے' قابل ایمان و یقین ہے بس یہی حق ہے اور سب سے مقدم ہے۔

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿۲۳﴾ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۡ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ وَقُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴿۲۴﴾

ہرگز ہرگز کسی کام پر یوں نہ کہنا کہ میں اسے کل کروں گا ۞ مگر ساتھ ہی ان شاءاللہ کہہ لینا' اور جب بھی بھولے اپنے پروردگار کی یاد کر لیا کرنا اور کہتے رہنا کہ مجھے پوری امید ہے کہ میرا رب مجھے اس سے بھی زیادہ ہدایت کے قریب کی بات کی رہبری کرے ۞

---

**ان شاءاللہ کہنے کا حکم:** ☆☆ (آیت:۲۴) اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے ختم المرسلین نبی کو ارشاد فرماتا ہے کہ جس کسی کام کو کل کرنا چاہو تو یوں نہ کہہ دیا کرو کہ کل کروں گا بلکہ اس کے ساتھ ہی ان شاءاللہ کہہ لیا کرو کیونکہ کل کیا ہو گا۔ اس کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔ علام الغیوب اور تمام چیزوں پر قادر صرف وہی ہے۔ اس کی مدد طلب کر لیا کرو۔ صحیحین میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی نوے بیویاں تھیں۔ ایک روایت میں ہے سو تھیں۔ ایک میں ہے بہتر تھیں تو آپؑ نے ایک بار کہا کہ آج رات میں ان سب کے پاس جاؤں گا ہر عورت کو بچہ ہو گا تو سب اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اس وقت فرشتے نے کہا ان شاءاللہ کہہ مگر حضرت سلیمان علیہ السلام نے نہ کہا اپنے

ارادے کے مطابق وہ سب بیویوں کے پاس گئے مگر سوائے ایک بیوی کے کسی کے ہاں بچہ نہ ہوا اور جس ایک کے ہاں ہوا بھی' وہ بھی آدھے جسم کا تھا۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں' اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر وہ ان شاء اللہ کہہ لیتے تو یہ ارادہ ان کا پورا ہوتا اور ان کی حاجت روائی ہو جاتی۔ اور یہ سب بچے جوان ہو کر اللہ کی راہ کے مجاہد بنتے۔

اسی سورت کی تفسیر کے شروع میں اس آیت کا شان نزول بیان ہو چکا ہے کہ جب آپ سے اصحاب کہف کا قصہ دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں کل تمہیں جواب دوں گا ان شاء اللہ نہ کہا اس بنا پر پندرہ دن تک وحی نازل نہ ہوئی۔ اس حدیث کو پوری طرح ہم نے اس سورت کی تفسیر کے شروع میں بیان کر دیا ہے یہاں دوبارہ بیان کرنے کی حاجت نہیں۔ پھر بیان فرماتا ہے کہ جب بھول جائے تب اپنے رب کو یاد کر یعنی ان شاء اللہ کہنا اگر موقعہ پر یاد نہ آیا تو جب یاد آئے کہہ لیا کر۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس شخص کے بارے میں فرماتے ہیں جو حلف کھائے کہ اسے پھر بھی انشاء اللہ کہنے کا حق ہے گو سال بھر گزر چکا ہو۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے کلام میں یا قسم میں ان شاء اللہ کہنا بھول گیا تو جب بھی یاد آئے کہہ لے گو کتنی ہی مدت گزر چکی ہو اور گو اس کا خلاف بھی ہو چکا ہو۔ اس سے یہ مطلب نہیں کہ اب اس پر قسم کا کفارہ نہیں رہے گا اور اسے قسم توڑنے کا اختیار ہے۔ یہی مطلب اس قول کا امام بن جریر رحمتہ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے اور یہی بالکل ٹھیک ہے اسی پر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلام محمول کیا جا سکتا ہے ان سے اور حضرت مجاہد رحمتہ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ مراد ان شاء اللہ کہنا بھول جانا ہے۔ اور روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ یہ مخصوص ہے۔ آنحضرت ﷺ کے ساتھ' دوسرا کوئی تو اپنی قسم کے ساتھ ہی متصل طور پر انشاء اللہ کہے تو معتبر ہے۔ یہ بھی ایک مطلب ہے کہ جب کوئی بات بھول جاؤ تو اللہ کا ذکر کرو کیونکہ بھول شیطانی حرکت ہے اور ذکر الٰہی یاد کا ذریعہ ہے۔ پھر فرمایا کہ تجھ سے کسی ایسی بات کا سوال کیا جائے کہ تجھے اس کا علم نہ ہو تو اللہ تعالیٰ سے دریافت لیا کر اور اس کی طرف توجہ کرتا کہ وہ تجھے ٹھیک بات اور ہدایت والی راہ بتا اور دکھا دے۔ اور بھی اقوال اس بارے میں مروی ہیں واللہ اعلم۔

وَلَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ ۫ وَّلَا یُشْرِكُ فِیْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾

وہ لوگ اپنے غار میں تین سو سال تک رہے بلکہ نو سال اور زیادہ گزارے ○ تو کہہ دے کہ اللہ ہی کو ان کے ٹھہرے رہنے کی مدت کا بخوبی علم ہے' آسمانوں اور زمینوں کا غیب صرف اسی کو حاصل ہے' وہ کیا ہی اچھا دیکھنے سننے والا ہے۔ سوائے اللہ کے ان کا کوئی مددگار نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا ○

---

**اصحاب کہف کتنا سوئے؟:** ☆☆ (آیت: ۲۵-۲۶) اللہ تعالیٰ اپنے نبی علیہ السلام کو اس مدت کی خبر دیتا ہے جو اصحاب کہف نے اپنے سونے کے زمانے میں گزاری کہ وہ مدت سورج کے حساب سے تین سو سال کی تھی اور چاند کے حساب سے تین سو نو سال کی تھی۔ فی الواقع شمسی اور قمری سال میں سو سال پر تین سال کا فرق پڑتا ہے اسی لئے تین سو الگ بیان کر کے پھر نو الگ بیان کئے۔

پھر فرماتا ہے کہ جب تجھ سے ان کے سونے کی مدت دریافت کی جائے اور تیرے پاس اس کا کچھ علم نہ ہو اور نہ اللہ نے تجھے واقف

کیا ہوتو تو آگے نہ بڑھ اور ایسے امور میں یہ جواب دیا کر کہ اللہ ہی کو صحیح علم ہے' آسمان اور زمین کا غیب وہی جانتا ہے ہاں جسے وہ جو بات بتا دے' وہ جان لیتا ہے۔ قتادہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ تین سو سال ٹھہرے تھے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید کی ہے اور فرمایا ہے' اللہ ہی کو اس کا پورا علم ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اسی معنی کی قرات مروی ہے۔ لیکن قتادہ رحمتہ اللہ علیہ کا یہ قول تامل طلب ہے اس لئے کہ اہل کتاب کے ہاں شمسی سال کا رواج ہے اور وہ تین سو سال مانتے ہیں تین سو نو کا ان کا قول نہیں اگر ان ہی کا قول نقل ہوتا تو پھر اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا کہ اور نو سال زیادہ کئے۔ بظاہر تو یہی ٹھیک معلوم ہوتا ہے کہ خود اللہ تبارک وتعالیٰ اس بات کی خبر دے رہا ہے نہ کہ کسی کا قول بیان فرماتا ہے' یہی اختیار امام ابن جریر رحمتہ اللہ علیہ کا ہے۔ قتادہ رحمتہ اللہ علیہ کی روایت اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرات دونوں منقطع ہیں۔ پھر شاذ بھی ہیں' جمہور کی قرأت وہی ہے جو قرآن میں ہے۔ پس وہ شاذ دلیل کے قابل نہیں واللہ اعلم۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوب دیکھ رہا ہے۔ اور ان کی آواز کو خوب سن رہا ہے' ان الفاظ میں تعریف کا مبالغہ ہے' ان دونوں لفظوں میں مدح کا مبالغہ ہے یعنی وہ خوب دیکھنے سننے والا ہے۔ ہر موجود چیز کو دیکھ رہا ہے اور ہر آواز کو سن رہا ہے' کوئی کام' کوئی کلام اس سے مخفی نہیں' کوئی اس سے زیادہ سننے دیکھنے والا نہیں۔ سب کے عمل دیکھ رہا ہے' سب کی باتیں سن رہا ہے' خلق کا خالق' امر کا مالک وہی ہے۔ کوئی اس کے فرمان کو رد نہیں کر سکتا۔ اس کا کوئی وزیر اور مددگار نہیں' نہ کوئی شریک اور مشیر ہے۔ وہ ان تمام کمیوں سے پاک ہے' تمام نقصانات سے دور ہے۔

وَاتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾

تیری جانب جو تیرے رب کی کتاب کی وحی کی گئی ہے' اسے پڑھتا رہ' اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں' تو اس کے سوا ہرگز ہرگز کوئی پناہ کی جگہ نہ پائے گا ○ اپنے تئیں انہی کے ساتھ رکھا کر جو اپنے پروردگار کو صبح وشام پکارتے رہتے ہیں اور اسی کے چہرے کے ارادہ رکھتے ہیں۔ خبردار تیری نگاہیں ان سے نہ ہٹنے پائیں کہ دنیوی زندگی کے ٹھاٹھ کے ارادے میں لگ جا' دیکھ اس کا کہنا نہ ماننا۔ جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور جس کا کام حد سے گزر چکا ہے ○

---

تلاوت وتبلیغ: ☆☆ (آیت: ۲۷-۲۸) اللہ کریم اپنے رسول ﷺ کو اپنے کلام کی تلاوت اور اس کی تبلیغ کی ہدایت کرتا ہے' اس کے کلمات کو نہ کوئی بدل سکے نہ ٹال سکے نہ ادھر ادھر کر سکے' سمجھ لے کہ اس کے سوائے جائے پناہ نہیں' اگر تلاوت وتبلیغ چھوڑ دی تو پھر بچاؤ کی کوئی صورت نہیں۔ جیسے اور جگہ ہے کہ اے رسولؐ جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے اترا ہے' اس کی تبلیغ کرتا رہا اگر نہ کی تو تو نے حق رسالت ادا نہیں کیا لوگوں کے شر سے اللہ تجھے بچائے رکھے گا۔ اور آیت میں ہے اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ الخ یعنی اللہ تعالیٰ تجھ سے تیرے منصب کی بابت قیامت کے دن ضرور سوال کرے گا۔ اللہ کا ذکر' اس کی تسبیح' حمد' بڑائی اور بزرگی بیان کرنے والوں کے پاس بیٹھا رہا کر جو صبح شام یاد الٰہی میں

لگے رہتے ہیں خواہ وہ فقیر ہوں خواہ امیر' خواہ رزیل ہوں خواہ شریف' خواہ قوی ہوں خواہ ضعیف-

قریش نے حضور ﷺ سے درخواست کی تھی کہ آپ چھوٹے لوگوں کی مجلس میں نہ بیٹھا کریں جیسے بلالؓ عمارؓ صہیبؓ خبابؓ ابن مسعودؓ وغیرہ- اور ہماری مجلسوں میں بیٹھا کریں- پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کی درخواست رد کرنے کا حکم فرمایا جیسے اور آیت میں ہے وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ الخ یعنی صبح شام یادالٰہی کرنے والوں کو اپنی مجلس سے نہ ہٹا- صحیح مسلم میں ہے کہ ہم چھ شخص غریب غرباء حضور ﷺ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے سعد بن ابی وقاص' ابن مسعود' قبیلہ ہذیل کا ایک شخص' بلال اور دو آدمی اور اتنے میں معزز مشرکین آئے اور کہنے لگے انہیں اپنی مجلس میں اس جرات کے ساتھ نہ بیٹھنے دو- اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ حضور ﷺ کے جی میں کیا آیا؟ جو اس وقت آیت وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ اتری- مسند احمد میں ہے کہ ایک واعظ قصہ گوئی کر رہا تھا جو حضور ﷺ تشریف لائے وہ خاموش ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا' تم بیان کئے چلے جاؤ- میں تو صبح کی نماز سے لے کر آفتاب کے نکلنے تک اسی مجلس میں بیٹھا رہوں تو اپنے لئے چار غلام آزاد کرنے سے بہتر سمجھتا ہوں- اور حدیث میں ہے' آپؐ فرماتے ہیں کہ میں ایسی مجلس میں بیٹھ جاؤں' یہ مجھے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے- ابوداؤد طیالسی میں ہے کہ ذکر اللہ کرنے والوں کے ساتھ صبح کی نماز سے سورج نکلنے تک بیٹھ جانا مجھے تو تمام دنیا سے زیادہ پیارا ہے اور نماز عصر کے بعد سے سورج کے غروب ہوتے تک اللہ کا ذکر کرنا مجھے آٹھ غلاموں کے آزاد کرنے سے زیادہ پیارا ہے گو وہ غلام اولاد اسماعیل سے گراں قدر اور قیمتی کیوں نہ ہوں گو ان میں سے ایک ایک کی دیت بارہ بارہ ہزار کی ہو تو مجموعی قیمت چھیانوے ہزار کی ہوئی- بعض لوگ چار غلام بتاتے ہیں لیکن حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' واللہ حضور ﷺ نے آٹھ غلام فرمائے ہیں- بزار میں ہے کہ حضور ﷺ آئے ایک صاحب سورہ کہف کی قرات کر رہے تھے آپؐ کو دیکھ کر خاموش ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا' یہی ان لوگوں کی مجلس ہے جہاں اپنے نفس کو روک کر رکھنے کا مجھے حکم الٰہی ہوا ہے- اور روایت میں ہے کہ یا تو سورہ حج کی وہ تلاوت کر رہے تھے یا سورہ کہف کی- مسند احمد میں ہے' فرماتے ہیں' ذکر اللہ کے لئے جو مجلس جمع ہو' نیت بھی ان کی بخیر ہو تو آسمان سے منادی ندا کرتا ہے کہ اٹھو اللہ نے تمہیں بخش دیا' تمہاری برائیاں بھلائیوں سے بدل گئیں- طبرانی میں ہے کہ جب یہ آیت اتری' آپ اپنے کسی گھر میں تھے' اسی وقت ایسے لوگوں کی تلاش میں نکلے- کچھ لوگوں کو ذکر اللہ میں پایا جن کے بال بکھرے ہوئے تھے' کھالیں خشک تھیں' بمشکل ایک ایک کپڑا انہیں حاصل تھا فوراً ان کی مجلس میں بیٹھ گئے اور کہنے لگے' اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میری امت میں ایسے لوگ رکھے ہیں جن کے ساتھ بیٹھنے کا مجھے حکم ہوا ہے- پھر فرماتا ہے ان سے تیری آنکھیں تجاوز نہ کریں' ان یادالٰہی کرنے والوں کو چھوڑ کر مالداروں کی تلاش میں نہ لگ جانا جو دین سے برگشتہ ہیں' جو عبادت سے دور ہیں' جن کی برائیاں بڑھ گئی ہیں جن کے اعمال حماقت کے ہیں' تو ان کی پیروی نہ کرنا' ان کے طریقے کو پسند نہ کرنا' ان پر رشک بھری نگاہیں نہ ڈالنا' ان کی نعمتیں للچائی ہوئی نظروں سے نہ دیکھنا- جیسے فرمان ہے وَلَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ الخ ہم نے انہیں جو دنیوی عیش و عشرت دے رکھی ہے' یہ صرف ان کی آزمائش کے لئے ہے- تو للچائی ہوئی نگاہوں سے انہیں نہ دیکھنا' دراصل تیرے رب کے پاس کی روزی بہتر اور بہت باقی ہے-

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۭ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۭ بِئْسَ الشَّرَابُ ۭ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ۝۲۹

اعلان کر دے کہ یہ سراسر برحق قرآن تمہارے رب کی طرف کا ہے- اب جو چاہے ایمان لائے- جو چاہے کفر کرے' ظالموں کے لئے ہم نے وہ آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں انہیں گھیر لیں گی' اگر وہ فریاد رسی چاہیں گے تو ان کی فریاد رسی اس پانی سے کی جائے گی جو پگھلے ہوئے تانبے جیسا ہوگا- جو چہرے بھون دے گا' بڑا ہی برا پانی ہے' اور بڑی بری آرام گاہ (دوزخ) ہے ○

جہنم کی دیواریں: ☆☆ (آیت:۲۹) جو کچھ میں اپنے رب کے پاس سے لایا ہوں وہی حق صدق اور سچائی ہے- شک وشبہ سے بالکل خالی- اب جس کا جی چاہے مانے نہ چاہے نہ مانے- نہ ماننے والوں کے لئے آگ جہنم تیار ہے جس کی چار دیواری کے جیل خانے میں یہ بے بس ہوں گے- حدیث میں ہے کہ جہنم کی چار دیواری کی وسعت چالیس چالیس سال کی راہ کی ہے (مسند احمد) اور خود وہ دیواریں بھی آگ کی ہیں اور روایت میں ہے' سمندر بھی جہنم ہے پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی اور فرمایا' واللہ نہ اس میں جاؤں جب تک بھی زندہ رہوں اور نہ اس کا کوئی قطرہ مجھے پہنچے- مھل کہتے ہیں غلیظ پانی کو جیسے زیتون کے تیل کی تلچھٹ اور جیسے خون اور پیپ جو بے حد گرم ہو- حضرت ابن مسعودؓ نے ایک مرتبہ سونا پگھلایا جب وہ پانی جیسا ہو گیا اور جوش مارنے لگا فرمایا مہل کی مشابہت اس میں ہے- جہنم کا پانی بھی سیاہ ہے وہ خود بھی سیاہ ہے' جہنمی بھی سیاہ ہیں- مہل سیاہ رنگ' بدبودار' غلیظ' گندی' سخت گرم چیز ہے چہرے کے پاس جاتے ہی کھال جھلس دیتی ہے' منہ جلا دیتی ہے-

مسند احمد میں ہے' کافر کے منہ کے پاس جاتے ہی اس کے چہرے کی کھال جھلس کر اس میں آ پڑے گی- قرآن میں ہے' وہ پیپ پلائے جائیں گے بمشکل ان کے حلق سے اترے گی- چہرے کے پاس آتے ہی کھال جل کر گر پڑے گی' پیتے ہی آنتیں کٹ جائیں گی ان کی ہائے وائے شور غل پر یہ پانی ان کو پینے کو دیا جائے گا- بھوک کی شکایت پر زقوم کا درخت دیا جائے گا جس سے ان کی کھالیں اس طرح جسم چھوڑ کر اتر جائیں گی کہ ان کا پہچاننے والا ان کھالوں کو دیکھ کر بھی پہچان لے پھر پیاس کی شکایت پر سخت گرم کھولتا ہوا پانی ملے گا جو منہ کے پاس پہنچتے ہی تمام گوشت کو بھون ڈالے گا- ہائے کیا برا پانی ہے- یہ وہ گرم پانی پلایا جائے گا' ان کا ٹھکانہ' ان کی منزل' ان کا گھر' ان کی آرام گاہ بھی نہایت بری ہے- جیسے اور آیت میں اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا وہ بڑی بری جگہ اور بے حد کٹھن منزل ہے-

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ۝۳۰ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۭ نِعْمَ الثَّوَابُ ۭ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ۝۳۱

یقیناً جو لوگ ایمان لائیں' نیک اعمال کریں ہم تو کسی نیک عمل کرنے والے کا ثواب ضائع نہیں کرتے ○ ان کے لئے ہمیشگی والی جنتیں ہیں- ان کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی- وہاں یہ سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور سبز رنگ نرم وباریک اور موٹے ریشم کے لباس پہنیں گے- وہاں تختوں کے اوپر تکیے لگائے ہوئے ہوں گے' کیا خوب بدلہ ہے' اور کس قدر عمدہ آرام گاہ ہے ○

سونے کے کنگن اور ریشمی لباس: ☆☆ (آیت:۳۰-۳۱) اوپر برے لوگوں کا حال اور انجام بیان فرمایا اب نیکوں کا آغاز وانجام بیان

ہو رہا ہے یہ اللہ رسول اور کتاب کے ماننے والے نیک عمل کرنے والے ہوتے ہیں' ان کے لئے ہمیشگی والی دائمی جنتیں ہیں' ان کے بالا خانوں کے اور باغات کے نیچے نہریں لہریں لے رہی ہیں- انہیں زیورات خصوصاً سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے- ان کا لباس وہاں خالص ریشم کا ہوگا نرم باریک اور نرم موٹے ریشم کا لباس ہوگا' یہ باآرام شاہانہ شان سے مسندوں پر جو تختوں پر ہوں گے' تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے ہوں گے- کہا گیا ہے کہ لیٹنے اور چارزانوں بیٹھنے کا نام بھی اتکا ہے' ممکن ہے یہی مراد یہاں بھی ہو چنانچہ حدیث میں ہے' میں اتکا کر کے کھانا نہیں کھاتا- اس میں بھی یہی دو قول ہیں اَرَآئِك جمع ہے اَرِيكَة کی' تخت' چھپر کھٹ وغیرہ کو کہتے ہیں- کیا ہی اچھا بدلہ ہے اور کتنی ہی اچھی اور آرام دہ جگہ ہے برخلاف دوزخیوں کے کہ ان کے لیے بری سزا اور بری جگہ ہے- سورہ فرقان میں بھی انہیں دونوں گروہ کا اسی طرح مقابلہ کا بیان ہے-

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ﴿٣٢﴾ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ﴿٣٣﴾ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ﴿٣٤﴾ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا ﴿٣٥﴾ وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿٣٦﴾

انہیں ان دو شخصوں کی مثال بھی سنا دے جن میں سے ایک کو ہم نے دو باغ انگوروں کے دے رکھے تھے جنہیں کھجوروں کے درختوں سے ہم نے گھیر رکھا تھا اور دونوں کے درمیان کھیتی پیدا کر دی تھی ○ دونوں باغ اپنا پھل خوب لاتے تھے اس میں کوئی کمی نہ تھی ہم نے ان باغوں کے درمیان نہر جاری کر رکھی تھی ○ الغرض اس کے پاس میوے تھے' ایک دن اس نے باتوں ہی باتوں میں اپنے ساتھی سے کہا کہ میں تجھ سے زیادہ مالدار ہوں اور جتھے کے اعتبار سے بھی زیادہ عزت والا ہوں ○ یہ اپنے باغ میں گیا اور تھا اپنی جان پر ظلم کرنے والا' کہنے لگا کہ میں خیال نہیں کر سکتا کہ کسی وقت بھی یہ برباد ہو جائے ○ اور نہ میں قیامت کو قائم ہونے والی خیال کرتا ہوں اور اگر بالفرض میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو یقیناً میں اس لوٹنے کی جگہ اس سے بھی زیادہ بہتر پاؤں گا ○

فخر و غرور: ☆☆ (آیت: ۳۲-۳۶) چونکہ اوپر مسکین مسلمانوں اور مالدار کافروں کا ذکر ہوا تھا' یہاں ان کی ایک مثال بیان کی جاتی ہے کہ دو شخص تھے جن میں سے ایک مالدار تھا' انگوروں کے باغ' ارد گرد کھجوروں کے درخت' درمیان میں کھیتی' درخت پھلدار' بیلیں ہری' کھیتی سرسبز' پھل پھول بھرپور' نقصان کسی قسم کا نہیں' ادھر ادھر نہریں جاری تھیں- اس کے پاس ہر وقت طرح طرح کی پیداوار موجود' مالدار شخص- اس کی دوسری قرات ثمر بھی ہے یہ جمع ہے ثُمْرَة کی جیسے خَشْبَة کی جمع خُشُبٌ- الغرض اس نے ایک دن اپنے ایک دوست سے فخر و غرور کرتے ہوئے کہا کہ میں مال میں' عزت و اولاد میں' جاہ و حشم میں' نوکر چاکر میں تجھ سے زیادہ حیثیت والا ہوں' ایک فاجر شخص کی تمنا یہی ہوتی ہے کہ دنیا کی یہ چیزیں اس کے پاس بکثرت ہوں- یہ اپنے باغ میں گیا اپنی جان پر ظلم کرتا ہوا یعنی تکبر' اکڑ' انکار قیامت اور کفر کرتا ہوا- اس قدر مست تھا

کہ اس کی زبان سے نکلا کہ ناممکن ہے میری یہ لہلہاتی کھیتیاں' یہ پھلدار درخت' یہ جاری نہریں' یہ سرسبز بیلیں کبھی فنا ہو جائیں۔ حقیقت میں یہ اس کی کم عقلی' بے ایمانی اور دنیا کی حرستی اور اللہ کے ساتھ کفر کی وجہ تھی۔ اسی لئے کہہ رہا ہے کہ میرے خیال سے تو قیامت آنے والی نہیں۔ اور اگر بالفرض آئی بھی تو ظاہر ہے کہ اللہ کا میں پیارا ہوں ورنہ وہ مجھے اس قدر مال ومتاع کیسے دے دیتا؟ تو وہاں بھی وہ مجھے اس سے بھی بہتر عطا فرمائے گا۔ جیسے اور آیت میں ہے وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰی رَبِّیْٓ اِنَّ لِیْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰی اگر میں لوٹایا گیا تو وہاں میرے لئے اور اچھائی ہو گی۔ اور آیت میں ارشاد ہے' اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ کَفَرَ بِاٰیٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَیَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا یعنی تو نے اسے بھی دیکھا جو تو کر رہا ہے' ہماری آیتوں سے کفر اور باوجود اس کے اس کی تمنا یہ ہے کہ مجھے قیامت کے دن بھی بکثرت مال واولاد ملے گی' یہ اللہ کے سامنے دلیری کرتا ہے اور اللہ پر باتیں بناتا ہے۔ اس آیت کا شان نزول عاص بن وائل ہے جیسے کہ اپنے موقعہ پر آئے گا ان شاء اللہ۔

قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ یُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ بِالَّذِیْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ﴿۳۷﴾ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّیْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّیْٓ اَحَدًا ﴿۳۸﴾ وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۳۹﴾ فَعَسٰى رَبِّیْٓ اَنْ یُّؤْتِیَنِ خَیْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَیُرْسِلَ عَلَیْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِیْدًا زَلَقًا ﴿۴۰﴾ اَوْ یُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِیْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿۴۱﴾

اس کے ساتھی نے اس سے باتیں کرتے ہوئے کہا کہ کیا تو اس اللہ سے کفر کرتا ہے؟ جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا' پھر نطفے سے' پھر تجھے پورا آدمی بنا دیا ○ لیکن میں تو عقیدہ رکھتا ہوں کہ وہی اللہ میرا پروردگار ہے۔ میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کروں گا ○ تو اپنے باغ میں جاتے وقت کیوں نہیں کہتا کہ اللہ کا چاہا ہونے والا ہے۔ کوئی طاقت نہیں مگر اللہ کی مدد سے' اگر چہ تو مجھے مال واولاد میں اپنے سے کم دیکھ رہا ہے ○ مگر بہت ممکن ہے کہ میرا رب مجھے تیرے اس باغ سے بھی بہتر دے اور اس پر آسمانی عذاب بھیج دے تو یہ چٹیل اور پھسلنا میدان بن جائے ○ یا اس کا پانی خشک ہو جائے اور تیرے بس میں نہ رہے کہ تو اسے ڈھونڈ لائے ○

---

احسان فراموشی مترادف کفر ہے: ☆☆ (آیت: ۳۷-۴۱) اس کافر مالدار کو جو جواب اس مومن مفلس نے دیا اس کا بیان ہو رہا ہے کہ کس طرح اس نے وعظ وپند کی' ایمان ویقین کی ہدایت کی اور گمراہی اور غرور سے ہٹانا چاہا فرمایا کہ تو اللہ کے ساتھ کفر کرتا ہے جس نے انسانی پیدائش مٹی سے شروع کی پھر اس کی نسل ملے جلے پانی سے جاری رکھی جیسے آیت کَیْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ الخ میں ہے کہ تم اللہ کے ساتھ کیسے کفر کرتے ہو؟ تم تو مردہ تھے اس نے تمہیں زندہ کیا۔ تم اس کی ذات کا' اس کی نعمتوں کا انکار کیسے کر سکتے ہو؟ اس کی نعمتوں کے' اس کی قدرتوں کے بے شمار نمونے خود تم میں اور تم پر موجود ہیں۔ کون نادان ایسا ہے جو نہ جانتا ہو کہ وہ پہلے کچھ نہ تھا اللہ نے اسے موجود کر دیا۔ وہ خود بخود اپنے ہونے پر قادر نہ تھا اللہ نے اس کا وجود پیدا کیا۔ پھر وہ انکار کے لائق کیسے ہو گیا؟ اس کی توحید الوہیت سے کون انکار کر سکتا ہے۔

میں تو تیرے مقابلے میں کھلے الفاظ میں کہہ رہا ہوں کہ میرا رب وہی اللہ وحدہ لاشریک لہ ہے میں اپنے رب کے ساتھ مشرک بننا ناپسند کرتا ہوں۔ پھر اپنے ساتھی کو نیک رغبت دلانے کے لئے کہتا ہے کہ اپنی لہلہاتی ہوئی کھیتی اور ہرے بھرے میووں سے لدے باغ کو دیکھ کر تو اللہ کا شکر کیوں نہیں کرتا؟ کیوں مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ نہیں کہتا؟ اسی آیت کو سامنے رکھ کر بعض سلف کا مقولہ ہے کہ جسے اپنی اولاد یا مال یا حال پسند آئے' اسے یہ کلمہ پڑھ لینا چاہئے۔ ابو یعلی موصلی میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں' جس بندے پر اللہ اپنی کوئی نعمت انعام فرمائے' اہل وعیال ہوں' دولتمندی ہو' فرزند ہوں' پھر وہ اس کلمہ کو کہہ لے تو اس میں کوئی آنچ نہ آئے گی سوائے موت کے پھر آپ اس آیت کی تلاوت کرتے۔ حافظ ابوالفتح کہتے ہیں' یہ حدیث صحیح نہیں۔

مسند احمد میں ہے' حضور ﷺ نے فرمایا' کیا میں تمہیں جنت کا ایک خزانہ بتادوں؟ وہ خزانہ لا حول و لا قوة الا بالله کہنا ہے۔ اور روایت میں ہے کہ اللہ فرماتا ہے میرے اس بندے نے مان لیا اور اپنا معاملہ میرے سپرد کر دیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پھر پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا' صرف لاحول نہیں بلکہ وہ جو سورہ کہف میں ہے یعنی مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پھر فرمایا کہ اس نیک شخص نے کہا کہ مجھے اللہ سے امید ہے کہ وہ مجھے آخرت کے دن اس سے بہتر نعمتیں عطا فرمائے اور تیرے اس باغ کو جسے تو ہمیشگی والا سمجھے بیٹھا ہے' تباہ کر دے۔ آسمان سے اس پر عذاب بھیج دے۔ زور کی بارش آندھی کے ساتھ آئے۔ تمام کھیت اور باغ اجڑ جائیں۔ سوکھی صاف زمین رہ جائے گویا کہ کبھی یہاں کوئی چیز اگی ہی نہ تھی۔ یا اس کی نہروں کا پانی دھنسا دے۔ غور مصدر ہے معنی میں غائر کے بطور مبالغے کے لایا گیا ہے۔

وَ اُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَا اَنْفَقَ فِيْهَا وَ هِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴿۴۲﴾ وَ لَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ مَا كَانَ مُنْتَصِرًا ﴿۴۳﴾ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ عُقْبًا ﴿۴۴﴾

ع ۱۲ ۱۷

اس کے سارے پھل گھیر لئے گئے۔ پس وہ اپنے اس خرچ پر جو اس نے اس میں کیا تھا' اپنے ہاتھ ملنے لگا اور وہ باغ تو اوندھا الٹا پڑا ہوا تھا اور یہ کہہ رہا تھا کہ کاش کہ میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرتا ○ اس کی حمایت میں کوئی جماعت نہ اٹھی کہ اللہ سے اس کا کوئی بچاؤ کرتی اور نہ وہ خود ہی بدلہ لینے والا بن سکا ○ یہیں سے ثابت ہے کہ اختیارات اس اللہ تعالیٰ ہمیشگی والے کے ہی ہیں۔ وہ ثواب دینے کے اور انجام کے اعتبار سے بہت ہی بہتر ہے ○

---

کف افسوس: ☆☆ (آیت: ۴۲-۴۴) اس کا کل مال' کل پھل غارت ہو گیا۔ وہ مومن اسے جس بات سے ڈرا رہا تھا' وہی ہو کر رہی۔ اب تو وہ اپنے مال کی بربادی پر کف افسوس ملنے لگا اور آرزو کرنے لگا کہ کاش کہ میں اللہ کے ساتھ مشرک نہ بنتا۔ جن پر فخر کرتا تھا' ان میں سے کوئی اس وقت کام نہ آیا' فرزند قبیلہ سب رہ گیا۔ فخر وغرور سب مٹ گیا نہ اور کوئی کھڑا ہوا نہ خود میں ہی کوئی ہمت ہوئی۔ بعض لوگ هُنَالِكَ پر وقف کرتے ہیں اور اسے پہلے جملے کے ساتھ ملا لیتے ہیں یعنی وہاں وہ اپنا انتقام نہ لے سکا اور بعض مُنْتَصِرًا پر آیت کر کے آگے سے نئے جملے کی ابتدا کرتے ہیں وَلَايَةُ کی دوسری قرات وِلَايَةُ بھی ہے۔ پہلی قرات پر مطلب یہ ہوا کہ ہر مومن و کافر اللہ ہی کی طرف رجوع کرنے والا ہے' اس کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں' عذاب کے وقت کوئی بھی سوائے اس کے کام نہیں آسکتا جیسے فرمان ہے فَلَمَّا

رَاَوۡا بَاۡسَنَا قَالُوۡٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحۡدَهٗ الخ یعنی ہمارے عذاب دیکھ کر کہنے لگے کہ ہم اللہ واحد پر ایمان لاتے ہیں اور اس سے پہلے جنہیں ہم اللہ کے شریک ٹھہرایا کرتے تھے ان سے انکار کرتے ہیں- اور جیسے کہ فرعون نے ڈوبتے وقت کہا تھا کہ میں اس اللہ پر ایمان لاتا ہوں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں مسلمانوں میں شامل ہوتا ہوں اس وقت جواب ملا کہ اب ایمان قبول کرتا ہے؟ اس سے پہلے تو نافرمان رہا اور مفسدوں میں شامل رہا- واؤ کے کسر کی قرأت پر یہ معنی ہوئے کہ وہاں حکم صحیح طور پر اللہ ہی کے لئے ہے- لِلّٰهِ الۡحَقِّ کی دوسری قرات قاف کے پیش سے بھی ہے کیونکہ یہ اَلۡوَلَایَةُ کی صفت ہے جیسے فرمان ہے اَلۡمُلۡكُ يَوۡمَئِذِ نِ الۡحَقُّ لِلرَّحۡمٰنِ الخ میں ہے بعض لوگ قاف کا زیر پڑھتے ہیں ان کے نزدیک یہ صفت ہے حق تعالیٰ کی- جیسے اور آیت میں ہے ثُمَّ رُدُّوۡٓا اِلَى اللّٰهِ مَوۡلٰهُمُ الۡحَقِّ الخ اسی لئے پھر فرماتا ہے کہ جو اعمال صرف اللہ ہی کے لئے ہوں ان کا ثواب بہت ہوتا ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی وہ بہت بہتر ہیں-

وَاضۡرِبۡ لَهُمۡ مَّثَلَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا كَمَآءٍ اَنۡزَلۡنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخۡتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الۡاَرۡضِ فَاَصۡبَحَ هَشِيۡمًا تَذۡرُوۡهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ مُّقۡتَدِرًا ﴿۴۵﴾ اَلۡمَالُ وَالۡبَنُوۡنَ زِيۡنَةُ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ۚ وَالۡبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيۡرٌ عِنۡدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيۡرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾

ان کے سامنے دنیا کی زندگی کی مثال بھی بیان کر جیسے کہ پانی جسے ہم آسمان سے اتارتے ہیں اس سے زمین کو روئیدگی ملتی ہے ○ پھر آخر کار وہ چورا ہو جاتی ہے جسے ہوائیں اڑائے لئے پھرتی ہیں' اللہ ہر چیز پر قادر ہے ○ مال و اولاد تو دنیا کی زندگی کی ہی زینت ہے ○ ہاں البتہ باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے نزدیک از روئے ثواب کے اور آئندہ کی اچھی توقع کے بہت ہی عمدہ ہیں ○

**حیات وموت کا نقشہ :** ☆☆ (آیت: ۴۵-۴۶) دنیا اپنے زوال' فنا' خاتمے اور بربادی کے لحاظ سے مثل آسمانی بارش کے ہے جو زمین کے دانوں وغیرہ سے ملتی ہے اور ہزارہا پودے لہلہانے لگتے ہیں- تروتازگی اور زندگی کے آثار ہر چیز پر ظاہر ہونے لگتے ہیں لیکن کچھ دنوں کے گزرتے ہی وہ سوکھ ساکھ کر چورا چورا ہو جاتے ہیں اور ہوائیں انہیں دائیں بائیں اڑائے پھرتی ہیں- اس حالت پر جو اللہ قادر تھا' وہ اس حالت پر بھی قادر ہے- عموماً دنیا کی مثال بارش سے بیان فرمائی جاتی ہے جیسے سورہ یونس کی آیت اِنَّمَا مَثَلُ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا الخ میں اور جیسے سورہ زمر کی آیت اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً الخ میں- اور جیسے سورہ حدید کی آیت اِعۡلَمُوۡٓا اَنَّمَا الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا الخ میں صحیح حدیث میں بھی ہے- دنیا سبز رنگ میٹھی ہے الخ- پھر فرماتا ہے کہ مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں- جیسے فرمایا ہے زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ الخ انسان کے لئے خواہشوں کی محبت مثلاً عورتیں' بیٹے' خزانے وغیرہ مزین کر دی گئی ہے- اور آیت میں ہے اِنَّمَآ اَمۡوَالُكُمۡ وَاَوۡلَادُكُمۡ فِتۡنَةٌ الخ تمہارے مال' تمہاری اولادیں فتنہ ہیں اور اللہ کے پاس اجر عظیم ہے- یعنی اس کی طرف جھکنا' اس کی عبادت میں مشغول رہنا دنیا طلبی سے بہتر ہے- اسی لئے یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ باقیات صالحات ہر لحاظ سے عمدہ چیز ہے- مثلاً پانچوں وقت کی نمازیں اور سبحان اللہ و الحمدللہ ولا الہ الا اللہ و اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ اور الحمدللہ اور اللہ اکبر اور لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم-

مسند احمد میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ ایک مرتبہ اپنے ساتھیوں میں بیٹھے ہوئے

تھے جو موذن پہنچا آپ نے پانی منگوایا ایک برتن میں قریب تین پاؤ کے پانی آیا آپ نے وضو کر کے فرمایا حضور علیہ السلام نے اسی طرح وضو کر کے فرمایا' جو میرے اس وضو جیسا وضو کر کے ظہر کی نماز ادا کرے تو صبح سے لے کر ظہر تک کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ پھر عصر میں بھی اسی طرح نماز پڑھ لی تو ظہر سے عصر تک کے تمام گناہ معاف' پھر مغرب کی نماز پڑھی تو عصر سے مغرب تک کے گناہ معاف۔ پھر عشا کی نماز پڑھی تو مغرب سے عشا تک کے گناہ معاف پھر رات کو وہ سو رہا صبح اٹھ کر نماز فجر ادا کی تو عشا سے لے کے صبح تک کے گناہ معاف۔ یہی وہ نیکیاں ہیں جو برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ لوگوں نے پوچھا یہ تو ہوئیں نیکیاں اب اے عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ بتلایئے کہ باقیات صالحات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

حضرت سعید بن میسب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' باقیات صالحات یہ ہیں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ حضرت سعید بن میسب رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے شاگرد عمارہ رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا کہ بتاؤ باقیات صالحات کیا ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ نماز اور روزہ۔ آپ نے فرمایا' تم نے صحیح جواب نہیں دیا انہوں نے کہا' زکوٰۃ اور حج' فرمایا ابھی جواب ٹھیک نہیں ہوا۔ سنو! وہ پانچ کلمے ہیں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال ہوا تو آپ نے بجز الحمدللہ کے اور چار کلمات بتلائے۔ حضرت مجاہد رحمتہ اللہ علیہ بجز لاحول کے اور چاروں کلمات بتلاتے ہیں۔

حسن رحمتہ اللہ علیہ اور قتادہ رحمتہ اللہ علیہ بھی ان ہی چاروں کلمات کو باقیات صالحات بتلاتے ہیں۔ ابن جریر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' رسول ﷺ نے فرمایا سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ یہ ہیں باقیات صالحات۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں' قیات صالحات کی کثرت کرو پوچھا گیا وہ کیا ہیں؟ فرمایا ملت' پوچھا گیا وہ کیا ہے یارسولؐ اللہ؟ آپؐ نے فرمایا' تکبیر تہلیل' تسبیح اور الحمدللہ اور لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ (احمد) سالم بن عبداللہ کے مولی عبداللہ بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ مجھے حضرت سالم رحمتہ اللہ علیہ نے محمد بن کعب قرظی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس کسی کام کے لئے بھیجا تو انہوں نے کہا سالم سے کہہ دینا کہ فلاں قبر کے پاس کے کونے میں مجھ سے ملاقات کریں مجھے ان سے کچھ کام ہے چنانچہ دونوں کی وہاں ملاقات ہوئی سلام علیک ہوا تو سالم نے پوچھا' کچھ کے نزدیک باقیات صالحات کیا ہیں؟ انہوں نے فرمایا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ اور سُبْحَانَ اللّٰہِ اور لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ سالم نے کہا' یہ آخری کلمہ آپ نے اس میں کب سے بڑھایا؟ قرظی نے کہا' میں تو ہمیشہ سے اس کلمے کو شمار کرتا ہوں دو تین بار یہی سوال جواب ہوا تو حضرت محمد بن کعب نے فرمایا' کیا تمہیں اس کلمے سے انکار ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں انکار ہے۔ کہا' سنو میں نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے انہوں نے رسول کریم ﷺ سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے' جب مجھے معراج کرائی گئی' میں نے آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا' آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ محمد ﷺ ہیں۔ انہوں نے مجھے مرحبا اور خوش آمدید کہا اور فرمایا آپ اپنی امت سے فرما دیجئے کہ وہ جنت میں اپنے لئے بہت کچھ باغات لگالیں' اس کی مٹی پاک ہے' اس کی زمین کشادہ ہے' میں نے پوچھا' وہاں باغات لگانے کی کیا صورت ہے؟ فرمایا لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ بکثرت پڑھیں۔

مسند احمد میں نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات عشا کی نماز کے بعد حضور ﷺ ہمارے پاس آئے آسمان کی طرف دیکھ کر نظریں نیچی کر لیں ہمیں خیال ہوا کہ شاید آسمان میں کوئی نئی بات ہوئی ہے پھر آپ نے فرمایا میرے بعد جھوٹ بولنے اور ظلم کرنے والے بادشاہ ہوں گے جو ان کے جھوٹ کو تسلیم کرے اور ان کے ظلم میں ان کی طرفداری کرے' وہ مجھ سے نہیں اور نہ میں اس کا

ہوں۔ اور جوان کے جھوٹ کو نہ بچائے اور ان کے ظلم میں ان کی طرفداری نہ کرے وہ میرا ہے اور میں اس کا ہوں۔ لوگو! سن رکھو سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُلِلّٰهِ وَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ یہ باقیات صالحات یعنی باقی رہنے والی نیکیاں ہیں۔ مسند میں ہے آپؐ نے فرمایا واہ واہ پانچ کلمات ہیں اور نیکی کے ترازو میں بے حد وزنی ہیں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ اور وہ بچہ جس کے انتقال پر اس کا باپ طلب اجر کے لیے صبر کرے۔ واہ واہ پانچ چیزیں ہیں' جوان کا یقین رکھتا ہوا اللہ سے ملاقات کرے' وہ قطعاً جنتی ہے۔ اللہ پر' قیامت کے دن پر' جنت و دوزخ پر' مرنے کے بعد کے جی اٹھنے پر اور حساب پر ایمان رکھے۔

مسند احمد میں ہے کہ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک سفر میں تھے کسی جگہ اترے اور اپنے غلام سے فرمایا کہ چھری لاؤ کھیلیں۔ حسان بن عطیہ کہتے ہیں' میں نے اس وقت کہا کہ یہ آپ نے کیا کہا؟ آپ نے فرمایا واقعی میں نے غلطی کی سنو اسلام لانے کے بعد سے لے کر آج تک میں نے کوئی کلمہ اپنی زبان سے ایسا نہیں نکالا جو میرے لئے لگام بن جائے بجز اس ایک کلمے کے پس تم لوگ اسے یاد سے بھلا دو اور اب جو میں کہہ رہا ہوں' اسے یاد رکھو' میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جب لوگ سونے چاندی کے جمع کرنے میں لگ جائیں' تم اس وقت ان کلمات کو بکثرت پڑھا کرو۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الثُّبَاتَ فِی الْاَمْرِ وَ الْعَزِیْمَةَ عَلَی الرُّشْدِ وَ اَسْئَلُكَ شُكْرَ نِعْمَتِكَ وَ اَسْئَلُكَ حُسْنَ عِبَادَتِكَ وَ اَسْئَلُكَ قَلْبًا سَلِیْمًا وَ اَسْئَلُكَ لِسَانًا صَادِقًا وَ اَسْئَلُكَ مِنْ خَیْرِ مَا تَعْلَمُ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ وَ اَسْتَغْفِرُكَ لِمَا تَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ یعنی اے اللہ میں تجھ سے اپنے کام کی ثابت قدمی اور نیکی کے کام کا پورا قصد اور تیری نعمتوں کی شکر گزاری کی توفیق طلب کرتا ہوں اور تجھ سے دعا ہے کہ تو مجھے سلامتی والا دل اور سچی زبان عطا فرما' تیرے علم میں جو بھلائی ہے' میں اس کا خواستگار ہوں اور تیرے علم میں جو برائی ہے' میں اس سے تیری پناہ چاہتا ہوں' پروردگار ہر اس برائی سے میری توبہ ہے جو تیرے علم میں ہو بے شک غیب داں صرف تو ہی ہے۔ حضرت سعید بن جنادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل طائف میں سے سب سے پہلے میں نبی اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں اپنے گھر سے صبح ہی صبح چل کھڑا ہوا' اور عصر کے وقت منیٰ میں پہنچ گیا پہاڑ پر چڑھا پھر اترا پھر آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچا' اسلام قبول کیا' آپ نے مجھے سورہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور سورہ اِذَا زُلْزِلَتِ سکھائی اور یہ کلمات تعلیم فرمائے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُلِلّٰهِ وَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ فرمایا' یہ ہیں باقی رہنے والی نیکیاں۔

اس سند سے مروی ہے کہ جو شخص رات کو اٹھے' وضو کرے' کلی کرے پھر سو سو بار سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُلِلّٰهِ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھے اس کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں بجز قتل و خون کے کہ وہ معاف نہیں ہوتا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' باقیات صالحات ذکر اللہ ہے اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُلِلّٰهِ تَبَارَكَ اللّٰهُ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَ صَلَّی اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ہے اور روزہ' نماز' حج' صدقہ' غلاموں کی آزادی' جہاد' صلہ رحمی اور کل نیکیاں یہ سب باقیات صالحات ہیں جن کا ثواب جنت والوں کو جب تک آسمان و زمین ہیں' ملتا رہتا ہے۔ فرماتے ہیں پاکیزہ کلام بھی اسی میں داخل ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کل اعمال صالحہ اسی میں داخل ہیں۔ امام ابن جریر رحمتہ اللہ علیہ بھی اسے مختار بتلاتے ہیں۔

وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً وَحَشَرْنَاهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا ﴿٤٧﴾ وَعُرِضُوا عَلَىٰ رَبِّكَ صَفًّا لَّقَدْ جِئْتُمُونَا كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ بَلْ زَعَمْتُمْ أَلَّن نَّجْعَلَ لَكُم مَّوْعِدًا ﴿٤٨﴾

جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور زمین کو تو صاف کھلی ہوئی دیکھے گا اور تمام لوگوں کا ہم حشر کریں گے' ان میں سے ایک کو بھی باقی نہ چھوڑیں گے ○ سب کے سب تیرے رب کے سامنے صف بستہ حاضر کئے جائیں گے' یقیناً ہم تمہیں اسی طرح لائے جس طرح تمہیں اول مرتبہ ہم نے پیدا کیا تھا لیکن تم تو اسی خیال میں رہے کہ ہم تمہارے لئے کوئی وعدہ گاہ کرنے ہی کے نہیں ○

**سب کے سب میدان حشر میں:** ☆☆ (آیت: ۴۷-۴۸) اللہ تعالیٰ قیامت کی ہولناکیوں کا ذکر فرما رہا ہے اور جب تعجب خیز بڑے بڑے کام اس دن ہوں گے' ان کا ذکر کر رہا ہے کہ آسمان پھٹ جائے گا' پہاڑ اڑ جائیں گے گو تمہیں جمے ہوئے دکھائی دیتے ہیں لیکن اس دن تو بادلوں کی طرح تیزی سے چل رہے ہوں گے۔ آخر روئی کے گالوں کی طرح ہو جائیں گے' زمین صاف چٹیل میدان ہو جائے گی جس میں کوئی اونچ نیچ تک باقی نہ رہے گی' نہ اس میں کوئی مکان ہو گا نہ چھپر' ساری مخلوق بن آڑ کے اللہ کے بالکل سامنے روبرو ہو گی۔ کوئی بھی مالک سے کسی جگہ چھپ نہ سکے گا' کوئی جائے پناہ یا سر چھپانے کی جگہ نہ ہو گی۔ کوئی درخت' پتھر' گھانس پھونس دکھائی نہ دے گا۔ تمام اول و آخر کے لوگ جمع ہوں گے' کوئی چھوٹا بڑا غیر حاضر نہ ہو گا۔ تمام اگلے پچھلے اس مقرر دن جمع کئے جائیں گے۔ اس دن سب لوگ حاضر شدہ ہوں گے اور سب موجود ہوں گے۔ تمام لوگ اللہ کے سامنے صف بستہ پیش ہوں گے' روح اور فرشتے صفیں باندھے ہوئے کھڑے ہوں گے' کسی کو بات کرنے کی بھی تاب نہ ہو گی بجز ان کے جنہیں اللہ رحمان اجازت دے اور وہ بات بھی معقول کہیں پس یا تو سب کی ایک ہی صف ہو گی یا کئی صفوں میں ہوں گے جیسے ارشاد قرآن ہے' تیرا رب آئے گا اور فرشتے صف بہ صف۔ وہاں منکرین قیامت کو سب کے سامنے ڈانٹ ڈپٹ ہو گی کہ دیکھو جس طرح ہم نے تمہیں اول بار پیدا کیا تھا' اسی طرح دوسری بار پیدا کر کے اپنے سامنے کھڑا کر لیا اس سے پہلے تو تم اس کے قائل نہ تھے۔

وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۴۹ۧ

نامۂ اعمال درمیان میں رکھ دیئے جائیں گے پس تو دیکھے گا کہ گنہگار اس کی تحریر سے خوفزدہ ہو رہے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے ہائے ہماری خرابی یہ کیسی کتاب ہے؟ جس نے کوئی چھوٹا بڑا بغیر گھیرے باقی ہی نہیں چھوڑا' جو کچھ انہوں نے کیا تھا' سب موجود پائیں گے' تیرا رب کسی پر ظلم و ستم نہ کرے گا ○

(آیت: ۴۹) نامۂ اعمال سامنے کر دیئے جائیں گے جس میں ہر چھوٹا بڑا' کھلا چھپا عمل لکھا ہوا ہو گا اپنی بد اعمالیوں کو دیکھ دیکھ کر گنہگار خوف و حیرت زدہ ہو جائیں گے اور افسوس و رنج سے کہیں گے کہ ہائے ہم نے اپنی عمر کیسی غفلت میں بسر کی' افسوس بدکرداریوں میں لگے رہے اور دیکھو تو اس کتاب نے ایک معاملہ بھی ایسا نہیں چھوڑا جسے لکھا نہ ہو چھوٹے بڑے تمام گناہ اس میں لکھے ہوئے ہیں۔ طبرانی میں ہے کہ غزوۂ حنین سے فارغ ہو کر ہم چلے' ایک میدان میں منزل کی (ٹھہرے)۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ہم سے فرمایا' جاؤ جسے کوئی لکڑی' کوئی کوڑا' کوئی گھانس پھونس مل جائے' لے آؤ ہم سب ادھر ادھر ہو گئے چیٹیاں' چھال' لکڑی' پتے کانٹے' درخت جھاڑ جھنکاڑ جو ملا لے آئے۔ ڈھیر لگ گیا تو آپ ؐ نے فرمایا دیکھ رہے ہو؟ اسی طرح گناہ جمع ہو کر ڈھیر لگ جاتا ہے' اللہ سے ڈرتے رہو' چھوٹے بڑے گناہوں سے بچو کیونکہ سب لکھے جا رہے ہیں اور شمار کئے جا رہے ہیں جو خیر و شر' بھلائی برائی جس کسی نے کی ہو گی' اسے موجود پائے گا جیسے يَوْمَ تَجِدُ الخ اور آیت يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ الخ اور آیت يَوْمَ تُبْلَى الخ میں ہے تمام چھپی ہوئی باتیں ظاہر ہو جائیں گی۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' ہر بدعہد کے

لئے قیامت کے دن ایک جھنڈا ہوگا اس کی بدعہدی کے مطابق جس سے اس کی پہچان ہو جائے۔ اور حدیث میں ہے کہ یہ جھنڈا اس کی رانوں کے پاس ہوگا اور اعلان ہوگا کہ یہ فلاں بن فلاں کی بدعہدی ہے۔ تیرا رب ایسا نہیں کہ مخلوق میں سے کسی پر بھی ظلم کرے ہاں البتہ درگزر کرنا' معاف فرما دینا' عفو کرنا یہ اس کی صفت ہے۔ ہاں بدکاروں کو اپنی قدرت و حکمت اور عدل و انصاف سے وہ سزا بھی دیتا ہے' جہنم گنہگاروں اور نافرمانوں سے بھر جائے پھر کافروں اور مشرکوں کے سوا اور مومن گنہگار چھوٹ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ایک ذرے کے برابر بھی ناانصافی نہیں کرتا' نیکیوں کو بڑھاتا ہے' گناہوں کو برابر ہی رکھتا ہے۔ عدل کا ترازو اس دن سامنے ہوگا کسی کے ساتھ کوئی بدسلوکی نہ ہوگی الخ۔

مسند احمد میں ہے' حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' مجھے روایت پہنچی کہ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے ایک حدیث سنی ہے جو وہ بیان کرتے ہیں' میں نے اس حدیث کو خاص ان سے سننے کے لئے ایک اونٹ خریدا سامان کس کر سفر کیا مہینہ بھر کے بعد شام میں ان کے پاس پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں میں نے دربان سے کہا جاؤ خبر کرو کہ جابر دروازے پر ہے انہوں نے پوچھا کیا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ؟ میں نے کہا جی ہاں۔ یہ سنتے ہی جلدی کے مارے چادر سنبھالتے ہوئے جھٹ سے باہر آ گئے اور مجھے لپٹ گئے معانقہ سے فارغ ہو کر میں نے کہا' مجھے یہ روایت پہنچی کہ آپ نے قصاص کے بارے میں کوئی حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے تو میں نے چاہا کہ خود آپ سے میں وہ حدیث سن لوں اس لئے یہاں آیا اور سنتے ہی سفر شروع کر دیا اس خوف سے کہ کہیں اس حدیث کے سننے سے پہلے میں مر نہ جاؤں یا آپ کو موت نہ آ جائے' اب آپ سنائیے وہ حدیث کیا ہے؟ آپ نے فرمایا' میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ عزوجل قیامت کے دن اپنے تمام بندوں کا اپنے سامنے حشر کرے گا' ننگے بدن' بے ختنہ' بے سروسامان پھر انہیں ندا کرے گا جسے دور نزدیک والے سب یکساں سنیں گے فرمائے گا کہ میں مالک ہوں' میں بدلے دلوانے والا ہوں۔ کوئی جہنمی اس وقت تک جہنم میں نہ جائے گا جب تک اس کا جو حق کسی جنتی کے ذمہ ہو' میں نہ دلوا دوں اور نہ کوئی جنتی جنت میں داخل ہو سکتا ہے جب تک اس کا حق جو جہنمی پر ہے' میں نہ دلوا دوں گو ایک تھپڑ ہی ہو۔ ہم نے کہا حضور ﷺ یہ حق کیسے دلوائے جائیں گے حالانکہ ہم سب تو وہاں ننگے پاؤں' ننگے بدن بے مال و اسباب ہوں گے آپ نے فرمایا' ہاں اس دن حق نیکیوں اور برائیوں سے ادا کئے جائیں گے۔ اور حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ بے سینگ والی بکری کو اگر سینگ دار بکری نے مارا ہے تو اس سے بھی اس کو بدلہ دلوایا جائے گا اس کے اور بھی بہت سے شواہد ہیں جنہیں ہم نے بالتفصیل آیت وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ الخ کی تفسیر میں اور آیت اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ مَا فَرَّطْنَا الخ کی تفسیر میں بیان کئے ہیں۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴿۵۰﴾ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۪ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ﴿۵۱﴾

ہم نے سب فرشتوں کو حکم دیا کہ تم آدم کے سامنے سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کر لیا' یہ جنوں میں سے تھا۔ اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی' کیا پھر بھی تم

اسے اور اس کی اولاد کو مجھے چھوڑ کر اپنا دوست بنا رہے ہو؟ حالانکہ وہ تم سب کا دشمن ہے' ایسے ظالموں کا بہت برا بدلہ ہے ○ میں نے انہیں آسمان و زمین کی پیدائش کے وقت موجود نہیں رکھا تھا اور نہ خود ان کی اپنی پیدائش میں اور میں گمراہ کرنے والوں کو اپنا زور بازو بنانے والا بھی نہیں ○

**محسن کو چھوڑ کر دشمن سے دوستی:** ☆☆ (آیت: ۵۰-۵۱) بیان ہو رہا ہے کہ ابلیس تمہارا بلکہ تمہارے اصلی باپ حضرت آدم علیہ السلام کا بھی قدیمی دشمن رہا ہے اپنے خالق و مالک کو چھوڑ کر تمہیں اس کی بات نہ ماننی چاہئے۔ اللہ کے احسان و اکرام' اس کے لطف و کرم کو دیکھو کہ اسی نے تمہیں پیدا کیا' تمہیں پالا پوسا پھر اسے چھوڑ کر اس کے بلکہ اپنے بھی دشمن کو دوست بنانا کس قدر خطرناک غلطی ہے؟ اس کی پوری تفسیر سورہ بقرہ کے شروع میں گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے تمام فرشتوں کو بطور ان کی تعظیم اور تکریم کے ان کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ سب نے حکم برداری کی لیکن چونکہ ابلیس بد اصل تھا' آگ سے پیدا شدہ تھا' اس نے انکار کر دیا اور فاسق بن گیا۔ فرشتوں کی پیدائش نورانی تھی۔

صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں' ابلیس شعلے مارنے والی آگ سے اور آدم علیہ السلام اس سے جس کا بیان تمہارے سامنے کر دیا گیا ہے ظاہر ہے کہ ہر چیز اپنی اصلیت پر آ جاتی ہے اور وقت پر برتن میں جو ہو وہی ٹپکتا ہے۔ گو ابلیس فرشتوں کے سے اعمال کر رہا تھا' انہی کی مشابہت کرتا تھا اور اللہ کی رضامندی میں دن رات مشغول تھا' اسی لئے ان کے خطاب میں یہ بھی آ گیا لیکن یہ سنتے ہی وہ اپنی اصلیت پر آ گیا' تکبر اس کی طبیعت میں سما گیا اور صاف انکار کر بیٹھا اس کی پیدائش ہی آگ سے تھی جیسے اس نے خود کہا کہ تو نے مجھے آگ سے بنایا ہے اور اسے مٹی سے۔ ابلیس کبھی بھی فرشتوں میں سے نہ تھا وہ جنات کی اصل ہے جیسے کہ حضرت آدم علیہ السلام انسان کی اصل ہیں۔ یہ بھی منقول ہے کہ یہ جنات ایک قسم تھی فرشتوں کی جو تیز آگ سے پیدا کئے گئے تھے اس کا نام حارث تھا۔ جنت کا داروغہ تھا اس جماعت کے سوا اور فرشتے نوری تھے جنات کی پیدائش آگ کے شعلے سے تھی۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ابلیس شریف فرشتوں میں سے تھا اور بزرگ قبیلے کا تھا' جنتوں کا داروغہ تھا' آسمان دنیا کا بادشاہ تھا' زمین کا بھی سلطان تھا' اس سے کچھ اس کے دل میں گھمنڈ آ گیا تھا کہ وہ تمام اہل آسمان سے شریف ہے' وہ گھمنڈ بڑھتا جا رہا تھا اس کا صحیح اندازہ اللہ ہی کو تھا پس اس کے اظہار کے لئے حضرت آدمؑ کو سجدے کرنے کا حکم ہوا تو اس کا گھمنڈ ظاہر ہو گیا از روئے تکبر کے صاف انکار کر دیا اور کافروں میں جا ملا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' وہ جن تھا یعنی جنت کا خازن تھا جیسے لوگوں کو شہروں کی طرف نسبت کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں مکی' مدنی' بصری' کوفی۔ یہ جنت کا خازن آسمان دنیا کے کاموں کا مدبر تھا یہاں کے فرشتوں کا رئیس تھا۔ اس معصیت سے پہلے وہ ملائکہ میں داخل تھا لیکن زمین پر رہتا تھا۔ سب فرشتوں سے زیادہ کوشش سے عبادت کرنے والا اور سب سے زیادہ علم والا تھا اسی وجہ سے پھول گیا تھا۔ اس کے قبیلے کا نام جن تھا آسمان و زمین کے درمیان آمد و رفت رکھتا تھا۔ رب کی نافرمانی سے غضب میں آ گیا اور شیطان رجیم بن گیا اور ملعون ہو گیا۔ پس متکبر شخص سے توبہ کی امید نہیں ہو سکتی۔ ہاں تکبر نہ ہو اور کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس سے ناامید نہ ہونا چاہئے۔ کہتے ہیں کہ یہ تو جنت کے اندر کام کاج کرنے والوں میں تھا۔ سلف کے اور بھی اس بارے میں بہت سے آثار مروی ہیں لیکن یہ اکثر و بیشتر بنی اسرائیلی ہیں صرف اس لئے نقل کئے گئے ہیں کہ نگاہ سے گزر جائیں۔ اللہ ہی کو ان کے اکثر کا صحیح حال معلوم ہے۔ ہاں بنی اسرائیل کی روایتیں وہ تو قطعاً قابل تردید ہیں جو ہمارے ہاں کے دلائل کے خلاف ہوں۔ بات یہ ہے کہ ہمیں تو قرآن کافی وافی ہے' ہمیں اگلی کتابوں کی باتوں کی کوئی ضرورت نہیں ہم ان سے محض بے نیاز ہیں اس لئے کہ وہ تبدیلی' ترمیم' کمی بیشی سے خالی نہیں۔ بہت سی بناوٹی چیزیں ان میں داخل ہو گئی ہیں اور ایسے لوگ ان میں نہیں پائے جاتے

جو اعلیٰ درجہ کے حافظ ہوں کہ میل کچیل دور کر دیں کھرا کھوٹا پرکھ لیں' زیادتی اور باطل کے ملانے والوں کی دال نہ گلنے دیں۔ جیسے کہ اللہ رحمٰن نے اس امت میں اپنے فضل وکرم سے ایسے امام اور علماء اور سادات اور بزرگ اور متقی اور پاکباز اور حفاظ پیدا کئے ہیں جنہوں نے حدیثوں کو جمع کیا' تحریر کیا۔ صحیح' حسن' ضعیف منکر' متروک' موضوع سب کو الگ الگ کر دکھایا یا گھڑنے والوں' بنانے والوں' جھوٹ بولنے والوں کو چھانٹ کر الگ کھڑا کر دیا تاکہ ختم المرسلین سید العالمین ﷺ کا پاک اور متبرک کلام محفوظ رہ سکے اور باطل سے بچ سکے اور کسی کا بس نہ چلے کہ آپ کے نام سے جھوٹ کو رواج دے لے اور باطل کو حق میں ملا دے۔ پس ہماری دعا ہے کہ اس کل طبقہ پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت ورضامندی نازل فرمائے اور ان سب سے خوش رہے آمین! آمین! اللہ انہیں جنت الفردوس نصیب فرمائے اور یقیناً ان کا منصب اسی لائق ہے رضی اللہ عنہم وارضاہم۔ الغرض ابلیس اطاعت الٰہی سے نکل گیا۔ پس تمہیں چاہئے کہ اپنے دشمن سے دوستی نہ کرو اور مجھے چھوڑ کر اس سے تعلق نہ جوڑو۔ ظالموں کو بڑا برا بدلہ ملے گا۔ یہ مقام بھی بالکل ایسا ہی ہے جیسے سورہ یٰسین میں قیامت کا' اس کی ہولناکیوں کا اور نیک وبدلوگوں کے نتیجوں کا ذکر کر کے فرمایا کہ اے مجرمو! تم آج کے دن الگ ہو جاؤ۔ الخ۔

**اللہ کے سوا سب ہی بے اختیار ہیں:** ☆☆ جنہیں تم اللہ کے سوا الٰہ بنائے ہوئے ہو وہ سب تم جیسے ہی میرے غلام ہیں۔ کسی چیز کی ملکیت انہیں حاصل نہیں۔ زمین وآسمان کی پیدائش میں میں نے انہیں شامل نہیں رکھا تھا بلکہ اس وقت وہ موجود بھی نہ تھے۔ تمام چیزوں کو صرف میں نے ہی پیدا کیا ہے۔ سب کی تدبیر صرف میرے ہی ہاتھ ہے۔ میرا کوئی شریک' وزیر' مشیر' نظیر نہیں۔ جیسے اور آیت میں فرمایا قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ الخ' جن جن کو تم اپنے گمان میں کچھ سمجھ رہے ہو' سب کو ہی سوا اللہ کے پکار کر دیکھ لو۔ یاد رکھو انہیں آسمان وزمین میں کسی ایک ذرے کے برابر بھی اختیارات حاصل نہیں' نہ ان کا ان میں کوئی ساجھا ہے نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے۔ نہ ان میں سے کوئی شفاعت کر سکتا ہے' جب تک اللہ کی اجازت نہ ہو جائے الخ مجھے یہ لائق نہیں نہ اس کی ضرورت کہ کسی کو خصوصاً گمراہ کرنے والوں کو اپنا دست وبازو اور مددگار بناؤں۔

وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ﴿۵۲﴾ وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴿۵۳﴾ ع ۷

جس دن وہ فرمائے گا کہ تمہارے خیال میں جو جو میرے شریک تھے انہیں پکارو! یہ پکاریں گے لیکن ان میں سے کوئی بھی جواب نہ دے گا ہم ان کے درمیان ہلاکت کا سامان کر دیں گے ○ گنہگار جہنم کو دیکھ کر سمجھ لیں گے کہ وہ اسی میں جھونکے جانے والے ہیں لیکن اس سے بچنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے ○

**مشرک قیامت کو شرمندہ ہوں گے:** ☆☆ (آیت: ۵۲-۵۳) تمام مشرکوں کو قیامت کے دن شرمندہ کرنے کے لئے سب کے سامنے کہا جائے گا کہ اپنے شریکوں کو پکارو جنہیں تم دنیا میں پکارتے رہے تاکہ وہ تمہیں آج کے دن کی مصیبت سے بچالیں وہ پکاریں گے لیکن کہیں سے کوئی جواب نہ پائیں گے جیسے اور آیت میں ہے وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى الخ ہم تمہیں اسی طرح تنہا تنہا لائے جیسے کہ ہم نے تمہیں اول بار پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے تمہیں دنیا میں دے رکھا تھا تم وہ سب اپنے پیچھے چھوڑ آئے آج تو ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان شریکوں میں سے کسی ایک کو بھی نہیں دیکھتے جنہیں تم اللہ کے شریک ٹھہرائے ہوئے تھے اور جن کی شفاعت کا یقین کئے ہوئے تھے تمہارے اور ان کے

درمیان میں تعلقات ٹوٹ گئے اور تمہارے گمان باطل ثابت ہو چکے اور آیت میں ہے وَقِيلَ ادْعُوا شُرَكَآئَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ کہا جائے گا کہ اپنے شریکوں کو پکارو یہ پکاریں گے لیکن وہ جواب نہ دیں گے الخ اسی مضمون کو آیت وَمَنْ اَضَلُّ سے دو آیتوں تک بیان فرمایا ہے۔

سورہ مریم میں ارشاد ہے کہ انہوں نے اپنی عزت کے لئے اللہ کے سوا اور بہت سے معبود بنا رکھے ہیں لیکن ایسا ہرگز نہیں ہوگا وہ تو سب ان کی عبادت کے منکر ہو جائیں گے اور الٹے ان کے دشمن بن جائیں گے۔ ان میں اور ان کے معبودان باطل میں ہم آڑ، حجاب اور ہلاکت کا گڑھا بنا دیں گے تاکہ یہ ان سے اور وہ ان سے نہ مل سکیں۔ نیک راہ اور گمراہ الگ الگ رہیں، جہنم کی یہ وادی انہیں آپس میں ملنے نہ دے گی۔ کہتے ہیں یہ وادی لہو اور پیپ کی ہوگی، ان میں آپس میں اس دن دشمنی ہو جائے گی۔ بہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مراد اس سے ہلاکت ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جہنم کی کوئی وادی بھی ہو یا اور کوئی فاصلے کی وادی ہو۔ مقصود یہ ہے کہ ان عابدوں کو وہ معبود جواب تک نہ دیں گے نہ یہ آپس میں ایک دوسرے سے مل سکیں گے۔ کیونکہ ان کے درمیان ہلاکت ہوگی اور ہولناک امور ہوں گے۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے، مراد یہ ہے کہ مشرکوں اور مسلمانوں میں ہم آڑ کر دیں گے جیسے آیت وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَتَفَرَّقُونَ اور آیت يَوْمَئِذٍ يَصَّدَّعُونَ اور آیت وَامْتَازُوا الْيَوْمَ الخ اور آیت وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ اَشْرَكُوا الخ وغیرہ میں ہے۔ یہ گنہگار جہنم دیکھ لیں گے۔ ستر ہزار لگاموں میں وہ جکڑی ہوئی ہوگی ہر ایک لگام پر ستر ستر ہزار فرشتے ہوں گے دیکھتے ہی سمجھ لیں گے کہ ہمارا قید خانہ یہی ہے۔ داخلے کے بغیر داخلے سے بھی زیادہ رنج و غم اور مصیبت و الم شروع ہو جائے گا۔ عذاب کا یقین عذاب سے پہلے کا عذاب ہے لیکن کوئی چھٹکارے کی راہ نہ پائیں گے، کوئی نجات کی صورت نظر نہ آئے گی۔ حدیث میں ہے کہ پانچ ہزار سال تک کافر اسی تھرتھری میں رہے گا کہ جہنم اس کے سامنے اور اس کا کلیجہ قابو سے باہر ہے۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۚ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ۝

ہم نے تو اس قرآن میں ہر ہر طریقے سے تمام کی تمام مثالیں لوگوں کے لئے بیان کر دی ہیں، لیکن انسان تمام چیزوں سے زیادہ جھگڑالو ہے ۝

ہر بات صاف صاف کہہ دی گئی: ☆☆ (آیت: ۵۴) انسانوں کے لئے ہم نے اس اپنی کتاب میں ہر بات کا بیان خوب کھول کھول کر بیان کر دیا ہے تاکہ لوگ راہ حق سے نہ بہکیں، ہدایت کی راہ سے نہ بھٹکیں لیکن باوجود اس بیان، اس فرقان کے پھر بھی بجز راہ یافتہ لوگوں کے اور تمام کے تمام راہ نجات سے ہٹے ہوئے ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک رات کو رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ان کے مکان میں آئے اور فرمایا تم سوئے ہوئے ہو نماز میں نہیں ہو؟ اس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ یارسول اللہ ﷺ ہماری جانیں اللہ کے ہاتھ ہیں وہ جب ہمیں اٹھانا چاہتا ہے، اٹھا بٹھاتا ہے۔ آپ یہ سن کر بغیر کچھ فرمائے لوٹ گئے لیکن اپنے زانوں پر ہاتھ مارتے ہوئے یہ فرماتے ہوئے جا رہے تھے کہ انسان تمام چیزوں سے زیادہ جھگڑالو ہے۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوا رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ

قُبُلًا ﴿۵۵﴾ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿۵۶﴾

لوگوں کے پاس ہدایت آ چکنے کے بعد انہیں ایمان لانے اور اپنے رب سے استغفار کرنے سے صرف اسی چیز نے روکا کہ اگلے لوگوں کا سا معاملہ انہیں بھی پیش آئے یا ان کے سامنے کھلم کھلا عذاب آ موجود ہو جائے ○ ہم تو اپنے رسولوں کو صرف اس لئے ہی بھیجتے ہیں کہ وہ خوشخبریاں سنا دیں اور ڈرا دیں' کافر لوگ جھوٹی باتوں کو سند بنا کر جھگڑے کر کے چاہتے ہیں کہ اس سے حق کو لڑکھڑا دیں۔ وہ میری آیتوں اور جس چیز سے ڈرایا جائے' اسے مذاق میں اڑاتے ہیں ○

عذاب الٰہی کے منتظر کفار: ☆☆ (آیت: ۵۵-۵۶) اگلے زمانے کے اور اس وقت کے کافروں کی سرکشی بیان ہو رہی ہے کہ حق واضح ہو چکنے کے بعد بھی اس کی تابعداری سے رکے رہتے ہیں۔ چاہتے ہیں کہ اللہ کے عذابوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ کسی نے تمنا کی کہ آسمان ہم پر گر پڑے' کسی نے کہا کہ لا جو عذاب لا سکتا ہے لے آ۔ قریش نے بھی کہا الٰہی اگر یہ حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی اور دردناک عذاب ہمیں کر۔ انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ اے نبی ہم تو تجھے مجنوں جانتے ہیں اور اگر فی الواقع تو سچا نبی ہے تو ہمارے سامنے فرشتے کیوں نہیں لاتا؟ وغیرہ وغیرہ پس عذاب اللہ کے انتظار میں رہتے ہیں اور اس کے معائنہ کے درپے رہتے ہیں۔ رسولوں کا کام تو صرف مومنوں کو بشارتیں دینا اور کافروں کو ڈرا دینا ہے۔ کافر لوگ ناحق کی حجتیں کر کے حق کو اپنی جگہ سے پھسلا دینا چاہتے ہیں لیکن ان کی یہ چاہت کبھی پوری نہیں ہوگی حق ان کی باطل باتوں سے دبنے والا نہیں۔ یہ میری آیتوں اور ڈراوے کی باتوں کو خالی مذاق ہی سمجھ رہے ہیں اور اپنی بے ایمانی میں بڑھ رہے ہیں۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿۵۷﴾ وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۭ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىِٕلًا ﴿۵۸﴾ وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿۵۹﴾ ع ۶ ۸ ۲۰

اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہے جسے اس کے رب کی آیتوں سے نصیحت کی جائے۔ وہ پھر بھی منہ موڑے رہے اور جو کچھ اس کے ہاتھوں نے آگے بھیج رکھا ہے اسے بھول جائے' بے شک ہم نے ان کے دلوں پر اس کی سمجھ سے پردے ڈال رکھے ہیں اور ان کے کانوں میں گرانی ہے' گو تو انہیں ہدایت کی طرف بلاتا رہے لیکن یہ کبھی بھی ہدایت نہیں پانے کے ○ تیرا پروردگار بہت ہی بخشش والا اور مہربانی والا ہے' وہ اگر ان کے اعمال کی سزا میں پکڑے تو بے شک انہیں جلد ہی عذاب کرے' بلکہ ان کیلئے ایک وعدے کی گھڑی مقرر ہے جس سے وہ سرکنے کی جگہ ہی نہیں پائیں گے۔ یہ ہیں وہ بستیاں جو ہم نے ان کے مظالم کی بنا پر غارت کر دیں' ان کی تباہی کی

بھی ہم نے ایک معیاد مقرر کر رکھی تھی ○

بدترین شخص کون ہے؟: ☆☆ (آیت: ۵۷-۵۹) فی الحقیقت اس سے بڑھ کر پاپی کون ہے جس کے سامنے اس کے پالنے پوسنے والے کا کلام پڑھا جائے اور وہ اس کی طرف التفات تک نہ کرے' اس سے مانوس نہ ہو بلکہ منہ پھیر کر انکار کر جائے اور جو بدعملیاں اور سیاہ کاریاں اس سے پہلے کی ہیں' انہیں بھی فراموش کر جائے۔ اس ڈھٹائی کی سزا یہ ہوتی ہے کہ دلوں پر پردے پڑ جاتے ہیں پھر قرآن و بیان کا سمجھنا نصیب نہیں ہوتا' کانوں میں گرانی ہو جاتی ہے' بھلی بات کی طرف توجہ نہیں رہتی۔ اب لاکھ دعوت ہدایت دو لیکن راہ یابی مشکل و محال ہے۔ اے نبیؐ تیرا رب بڑا ہی مہربان بہت اعلیٰ رحمت والا ہے اگر وہ گنہگاروں کی سزا جلدی ہی کر ڈالا کرتا تو زمین پر کوئی جاندار باقی نہ بچتا وہ لوگوں کے ظلم سے درگزر کر رہا ہے لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ پکڑے گا ہی نہیں۔ یاد رکھو وہ سخت عذابوں والا ہے یہ تو اس کا حلم ہے' پردہ پوشی ہے' معافی ہے تاکہ گمراہی والے راہ راست پر آ جائیں' گناہوں والے توبہ کر لیں اور اس کے دامن رحمت کو تھام لیں۔ لیکن جس نے اس حلم سے فائدہ نہ اٹھایا اور اپنی سرکشی پر جما رہا تو اس کی پکڑ کا دن قریب ہے جو اتنا سخت دن ہو گا کہ بچے بوڑھے ہو جائیں گے' حمل گر جائیں گے اس دن کوئی جائے پناہ نہ ہو گی' کوئی چھٹکارے کی صورت نہ ہو گی۔ یہ ہیں تم سے پہلے کی امتیں کہ وہ بھی تمہاری طرح کفر و انکار میں پڑ گئیں اور آخرش مٹا دی گئیں۔ ان کی ہلاکت کا مقررہ وقت آ پہنچا اور وہ تباہ و برباد ہو گئیں۔ پس اے منکرو! تم بھی ڈرتے رہو تم اشرف الرسل اعظم ہی کو ستا رہے ہو اور انہیں جھٹلا رہے ہو حالانکہ اگلے کفار سے تم قوت و طاقت میں' سامان و اسباب میں بہت کم ہو۔ میرے عذابوں سے ڈرو' میری باتوں سے نصیحت پکڑو۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ۝۶۰ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ۝۶۱ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ۝۶۲

جب کہ موسیٰ نے اپنے جوان سے کہا' میں تو چلتا ہی رہوں گا یہاں تک کہ دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ پہنچوں' گو مجھے سالہا سال چلنا پڑے ○ جب وہ دونوں وہاں پہنچے جہاں دونوں دریا کے ملنے کی جگہ تھی' وہاں اپنی مچھلی بھول گئے جس نے دریا میں سرنگ جیسا اپنا راستہ بنا لیا ○ جب یہ دونوں وہاں سے آگے بڑھے تو موسیٰ نے اپنے نوجوان سے کہا کہ لا ہمارا ناشتہ دے۔ ہمیں تو اپنے اس سفر سے سخت تکلیف اٹھانی پڑی ○

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اللہ کا ایک بندہ: ☆☆ (آیت: ۶۰-۶۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ذکر کیا گیا کہ اللہ کا ایک بندہ دو دریا ملنے کی جگہ ہے اس کے پاس وہ علم ہے جو تمہیں حاصل نہیں آپ نے اسی وقت ان سے ملاقات کرنے کی ٹھان لی اب اپنے ساتھی سے فرماتے ہیں کہ میں تو وہاں پہنچے بغیر دم نہ لوں گا۔ کہتے ہیں' یہ دو سمندر ایک تو بحیرہ فارس مشرقی اور دوسرا بحیرہ روم مغربی ہے۔ یہ جگہ طنجہ کے پاس مغرب کے شہروں کے آخر میں ہے واللہ اعلم۔ تو فرماتے ہیں کہ گو مجھے قرنوں تک چلنا پڑے کوئی حرج نہیں۔ کہتے ہیں کہ قیس کے لغت میں برس کو حقب کہتے ہیں۔ عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں' حقب سے مراد اسی برس ہیں۔

مجاہد رحمتہ اللہ علیہ ستر برس کہتے ہیں اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمانہ بتلاتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ملا تھا کہ اپنے ساتھ نمک چڑھی ہوئی ایک مچھلی لے لیں جہاں وہ گم ہو جائے' وہیں ہمارا وہ بندہ ملے گا۔ یہ دونوں مچھلی کو ساتھ لئے چلے مجمع البحرین میں پہنچ

گئے وہاں نہر حیات تھی وہیں دونوں لیٹ گئے اس نہر کے پانی کے چھینٹے مچھلی پر پڑے مچھلی ہلنے جلنے لگ گئی - آپ کے ساتھی حضرت یوشع علیہ السلام کی زنبیل میں یہ مچھلی رکھی ہوئی تھی اور وہ سمندر کے کنارے تھا - مچھلی نے سمندر کے اندر کود جانے کے لئے جست لگائی اور حضرت یوشع کی آنکھ کھل گئی مچھلی ان کے دیکھتے ہوئے پانی میں گئی اور پانی میں سیدھا سوراخ ہوتا چلا گیا - پس جس طرح زمین میں سوراخ اور سرنگ بن جاتی ہے اسی طرح پانی میں جہاں سے وہ گئی سوراخ ہو گیا' ادھر ادھر پانی کھڑا ہو گیا اور وہ سوراخ بالکل کھلا ہوا رہا - پتھر کی طرح پانی میں چھید ہو گیا' جہاں جس پانی کو لگتی ہوئی وہ مچھلی گئی' وہاں کا وہ پانی پتھر جیسا ہو گیا اور پورا سوراخ بنتا چلا گیا - محمد بن اسحاق مرفوعاً لائے ہیں کہ حضور ﷺ نے اس بات کا بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ پانی اس طرح ابتدائے دنیا سے نہیں جما سوائے اس مچھلی کے چلے جانے کی جگہ کے اردگرد کے پانی کے - یہ نشان مثل سوراخ زمین کے برابر موسیٰ علیہ السلام کے واپس پہنچنے تک باقی ہی رہے - اس نشان کو دیکھتے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا' اسی کی تلاش میں تو ہم تھے - جب مچھلی کو بھول کر یہ دونوں آگے بڑھے - یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ ایک کا کام دونوں ساتھیوں کی طرف منسوب ہوا ہے - بھولنے والے صرف یوشع تھے جیسے کہ اللہ تعالیٰ ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ یعنی ان دونوں سمندروں میں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں - حالانکہ دو قولوں میں سے ایک یہ ہے کہ لولو اور مرجان صرف کھاری پانی میں سے نکلتے ہیں جب وہاں سے ایک مرحلہ اور طے کر گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھی سے ناشتہ طلب کیا اور سفر کی تکلیف بھی بیان کی یہ تکلیف مقصود سے آگے نکل آنے کے بعد ہوئی - اس پر آپ کے ساتھی کو مچھلی کا چلا جانا یاد آیا اور کہا جس چٹان کے پاس ہم ٹھہرے تھے' اس وقت میں مچھلی بھول گیا اور آپ سے ذکر کرنا بھی شیطان نے یاد سے ہٹا دیا -

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرات اَنْ اَذْکُرَلَہٗ ہے فرماتے ہیں کہ اس مچھلی نے تو عجیب و غریب طور پر پانی میں اپنی راہ پکڑی - اسی وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا لو اور سنو اسی جگہ کی تلاش میں ہم تھے - تو وہ دونوں اپنے اسی راستے پر اپنے نشانات قدم کے کھوج پر واپس لوٹے - وہاں ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جسے ہم نے اپنے پاس کی رحمت اور اپنے پاس کا علم عطا فرما رکھا تھا - یہ حضرت خضر ہیں - (علیہ السلام) -

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ حضرت نوف کا خیال ہے کہ خضر علیہ السلام سے ملنے والے موسیٰ بنی اسرائیل کے موسیٰ نہ تھے - ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا' وہ دشمن اللہ جھوٹا ہے ہم سے ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے انہوں نے سنا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہو کر بنی اسرائیل میں خطبہ کر رہے تھے جو آپ سے سوال ہوا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ میں' تو چونکہ آپ نے اس کے جواب میں یہ نہ فرمایا کہ اللہ جانے اس لئے رب کو یہ کلمہ ناپسند آیا اسی وقت وحی آئی کہ ہاں مجمع البحرین میں ہمارا ایک بندہ ہے جو تجھ سے بھی زیادہ عالم ہے - اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا' پھر پروردگار میں اس تک کیسے پہنچ سکتا ہوں؟ حکم ہوا کہ اپنے ساتھ ایک مچھلی رکھ لو اسے توشے دان میں ڈال لو جہاں وہ مچھلی گم ہو جائے' وہیں وہ مل جائیں گے - تو آپ اپنے ساتھ اپنے ساتھی یوشع بن نون علیہ السلام کو لے کر چلے' پتھر کے پاس پہنچ کر اپنے سر اس پر رکھ کر دو گھڑی سو رہے - مچھلی اس توشے دان میں تڑپی اور کود کر اس سے نکل گئی سمندر میں ایسی گئی جیسے کوئی سرنگ لگا کر زمین میں اتر گیا ہو پانی کا چلنا بہنا اللہ تعالیٰ نے موقوف کر دیا اور طاق کی طرح وہ سوراخ باقی رہ گیا - حضرت موسیٰ علیہ السلام جب جاگے تو آپ کے ساتھی یہ ذکر آپ سے کرنا بھول گئے اسی وقت وہاں سے چل پڑے' دن پورا ہونے کے بعد رات بھر چلتے رہے صبح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تکان اور بھوک محسوس ہوئی اللہ نے جہاں جانے کا حکم دیا تھا'

جب تک وہاں سے آگے نہ نکل گئے' تکان کا نام تک نہ تھا اب اپنے ساتھی سے کھانا مانگا اور تکلیف بیان کی۔

قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ ۖ عَجَبًا ﴿۶۳﴾ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۚ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿۶۴﴾ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿۶۵﴾

اس نے جواب دیا کہ کیا آپ نے دیکھا بھی؟ جب کہ ہم پتھر سے ٹیک لگا کر آرام کر رہے تھے' وہیں تو مچھلی بھول گیا تھا' دراصل شیطان نے ہی مجھے بھلا دیا کہ میں آپ سے اس کا ذکر کروں' اس مچھلی نے تو ایک انوکھے طور پر دریا میں اپنا راستہ کر لیا ○ موسیٰ نے کہا' یہ ہی تھا جس کی تلاش میں ہم تھے چنانچہ وہیں سے اپنے قدموں کے نشان ڈھونڈتے ہوئے واپس لوٹے ○ پس ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جسے ہم نے اپنے پاس کی خاص رحمت عطا فرما رکھی تھی اور اسے اپنے پاس سے خاص علم سکھا رکھا تھا ○

---

(آیت: ۶۳-۶۵) اس وقت آپ کے ساتھی نے فرمایا کہ پتھر کے پاس جب ہم نے آرام لیا تھا' وہیں اسی وقت مچھلی تو میں بھول گیا اور اس کے ذکر کو بھی شیطان نے بھلا دیا اور اس مچھلی نے تو سمندر میں عجیب طور پر اپنی راہ نکال لی۔ مچھلی کے لئے سرنگ بن گئی اور ان کے لئے حیرت کا باعث بن گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا' اسی کی تو تلاش تھی۔ چنانچہ اپنے نشان قدم دیکھتے ہوئے دونوں واپس ہوئے اسی پتھر کے پاس پہنچے دیکھا کہ ایک صاحب کپڑوں میں لپٹے ہوئے بیٹھے ہیں آپ نے سلام کیا۔ اس نے کہا! تعجب ہے آپ کی سرزمین میں یہ سلام کہاں؟ آپ نے فرمایا میں موسیٰ ہوں۔ انہوں نے پوچھا! کیا بنی اسرائیل کے موسیٰ؟ آپ نے فرمایا' ہاں اور میں اس لئے آیا ہوں کہ آپ مجھے وہ سکھائیں جو بھلائی آپ کو اللہ کی طرف سے سکھائی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا! موسیٰ علیہ السلام آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے اس لئے کہ مجھے جو علم ہے وہ آپ کو نہیں اور آپ کو جو علم ہے وہ مجھے نہیں' اللہ تعالیٰ نے دونوں کو جداگانہ علم عطا فرما رکھا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا انشاء اللہ آپ دیکھیں گے کہ میں صبر کروں گا اور آپ کے کسی فرمان کی نافرمانی نہ کروں گا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا اچھا اگر تم میرا ساتھ چاہتے ہو تو مجھ سے خود کسی بات کا سوال نہ کرنا یہاں تک کہ میں آپ تمہیں اس کی بابت خبردار کروں۔

اتنی باتیں طے کر کے دونوں ساتھ چلے دریا کے کنارے ایک کشتی تھی ان سے اپنے ساتھ لے جانے کی بات چیت کرنے لگے انہوں نے خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور بغیر کرایہ لئے دونوں کو سوار کر لیا۔ کچھ ہی دور چلے ہوں گے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ خضر علیہ السلام چپ چاپ کشتی کے تختے کلہاڑے سے توڑ رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا' یہ کیا؟ ان لوگوں نے تو ہمارے ساتھ احسان کیا بغیر کرایہ لئے کشتی میں سوار کیا اور آپ نے اس کے تختے توڑنے شروع کر دیئے جس سے تمام اہل کشتی ڈوب جائیں یہ تو بڑا ہی ناخوش گوار کام کرنے لگے۔ اسی وقت حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا' دیکھو میں نے تو تم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام معذرت کرنے لگے کہ خطا ہو گئی بھولے سے پوچھ بیٹھا معاف فرمائیے اور سختی نہ کیجئے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں' واقعی یہ پہلی غلطی بھول سے ہی تھی۔ فرماتے ہیں کشتی کے ایک تختے پر ایک چڑیا آ بیٹھی اور سمندر میں چونچ ڈال کر پانی لے کر اڑ گئی اس وقت حضرت

خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا' میرے اور تیرے علم نے اللہ کے علم میں سے اتنا ہی کم کیا ہے جتنا پانی سے سمندر میں سے اس چڑیا کی چونچ نے کم کیا ہے۔ اب کشتی کنارے لگی اور ساحل پر دونوں چلنے لگے جو حضرت خضر علیہ السلام کی نگاہ چند کھیلتے ہوئے بچوں پر پڑی ان میں سے ایک بچے کا سر پکڑ حضرت خضر علیہ السلام نے اس طرح مروڑ دیا کہ اسی وقت اس کا دم نکل گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام گھبرا گئے اور فرمانے لگے' بغیر کسی قتل کے اس بچے کو آپ نے ناحق مار ڈالا؟ آپ نے بڑا ہی منکر کام کیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا' دیکھو اسی کو میں نے پہلے ہی سے کہہ دیا تھا کہ تمہاری ہماری نبھ نہیں سکتی اس وقت حضرت خضر علیہ السلام نے پہلے سے زیادہ سختی کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا' اچھا اب اگر میں کوئی سوال کر بیٹھوں تو بے شک آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا یقیناً اب آپ معذور ہو گئے۔

چنانچہ پھر دونوں ہمراہ چلے ایک بستی والوں کے پاس پہنچے ان سے کھانا مانگا لیکن انہوں نے ان کی مہمانداری سے صاف انکار کر دیا وہیں ایک دیوار دیکھی جو جھک گئی تھی اور گرنے کے قریب تھی اسی وقت حضرت خضرؑ نے ہاتھ لگا کر اسے ٹھیک اور درست کر دیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا خیال تو فرمائیے' ہم یہاں آئے' ان لوگوں سے کھانا طلب کیا' انہوں نے نہ دیا' مہمان نوازی کے خلاف کیا' ان کا یہ کام تھا' آپ ان سے اجرت لے سکتے تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا' یہ ہے مجھ میں اور تم میں جدائی اب میں تمہیں ان کاموں کی اصلیت بتلا دوں گا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کاش کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام صبر سے کام لیتے تو ان دونوں کی اور بھی بہت سی باتیں ہمارے سامنے اللہ تعالیٰ بیان فرماتا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرات میں وَكَانَ وَرَآئَهُم کے بدلے وَكَانَ اَمَامَهُم ہے اور سَفِينَةٍ کے بعد صَالِحَةٍ کا لفظ بھی ہے اور وَ اَمَّا الْغُلَامُ کے بعد فکَانَ كَافِرًا کے لفظ بھی ہیں۔ اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے اس میں ہے کہ اس پتھر کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام رک گئے وہیں ایک چشمہ تھا جس کا نام نہر حیات تھا اس کا پانی جس چیز کو لگ جاتا' وہ زندہ ہو جاتی تھی۔ اس میں چڑیا کے پانی لینے کے بعد خضر کا یہ قول منقول ہے کہ میرا اور تیرا اور تمام مخلوق کا علم اللہ کے علم میں اتنا ہی ہے جتنا اس چڑیا کی چونچ کا پانی اس سمندر کے مقابلے میں الخ۔

صحیح بخاری شریف کی ایک اور حدیث میں ہے' حضرت سعید بن جبیر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں ان کے پاس تھا آپ نے فرمایا کہ جس کو جو سوال کرنا ہو کر لے۔ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے' کوفے میں ایک واعظ ہیں جن کا نام نوف ہے پھر پوری حدیث بیان کی جیسا کہ اوپر گزری۔ اس میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس خطبہ سے آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور دل نرم پڑ گئے تھے جب آپ جانے لگے تو ایک شخص آپ کے پاس پہنچا اور اس نے سوال کیا کہ روئے زمین پر آپ سے زیادہ علم والا بھی کوئی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں' اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو عتاب کیا کیونکہ انہوں نے اللہ کی طرف علم کو نہ لوٹایا۔ اس میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نشان طلب کیا تو ارشاد ہوا کہ ایک مری ہوئی مچھلی اپنے ساتھ رکھ لو جس جگہ اس میں روح پڑ جائے' وہیں پر آپ کی اس شخص سے ملاقات ہو گی۔ چنانچہ آپ نے مچھلی لی زنبیل میں رکھ لی اور اپنے ساتھی سے کہا' آپ کا صرف اتنا ہی کام ہے کہ جہاں یہ مچھلی آپ کے پاس سے چلی جائے' وہاں آپ مجھے خبر کر دینا انہوں نے کہا یہ تو بالکل آسان سی بات ہے۔ ان کا نام یوشع بن نون تھا۔ لفتہ سے یہی مراد ہے۔ یہ دونوں بزرگ تر جگہ میں ایک درخت تلے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نیند آ گئی تھی اور حضرت یوشع جاگ رہے تھے جو مچھلی کود گئی انہوں نے خیال کیا کہ جگانا تو ٹھیک نہیں جب آنکھ کھلے گی' ذکر کر دوں گا۔ اس میں یہ بھی ہے کہ پانی میں جانے کے وقت جو سوراخ ہو گیا تھا' اسے راوی حدیث عمرو نے اپنے انگوٹھے اور اس کے پاس کی دونوں انگلیوں کا حلقہ کر کے دکھایا کہ اس طرح کا تھا جیسے پتھر میں ہوتا ہے۔ واپسی پر حضرت خضرؑ سمندر کے کنارے سبز گدی بچھائے ملے ایک چادر میں لپٹے ہوئے تھے اس کا

ایک سرا تو دونوں پیروں کے نیچے رکھا ہوا تھا اور دوسرا کنارہ سر تلے تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سلام پر آپ نے منہ کھولا۔ اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ کے ہاتھ میں تورات موجود ہے وحی آسمان سے آ رہی ہے کیا یہ بس نہیں؟ اور میرا علم آپ کے لائق بھی نہیں اور نہ میں آپ کے علم کے قابل ہوں۔ اس میں ہے کہ کشتی کا تختہ توڑ کر آپ نے ایک تانت سے باندھ دیا تھا۔ پہلی دفعہ کا آپ کا سوال تو بھولے سے ہی تھا' دوسری مرتبہ کا بطور شرط کے تھا' ہاں تیسری بار کا سوال قصداً علیحدگی کی وجہ سے تھا۔ اس میں ہے کہ لڑکوں میں ایک لڑکا تھا کافر ہوشیار اسے حضرت خضرؑ نے لٹا کر چھری سے ذبح کر دیا ایک قرات میں زَاكِيَةً مُّسْلِمَةً بھی ہے وَرَآئَهُمْ کی قرات اَمَامَهُمْ بھی ہے اس ظالم بادشاہ کا نام اس میں ہدد بن بدد ہے اور جس بچے کو قتل کیا گیا تھا اس کا نام جیسور تھا کہتے ہیں کہ اس لڑکے کے بدلے ان کے ہاں ایک لڑکی ہوئی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خطبہ کر رہے تھے اور فرمایا کہ اللہ کو اور اس کے امر کو مجھ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔ الخ۔ یہ نوف کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی کے لڑکے تھے ان کا قول تھا کہ جس موسیٰ کا ان آیتوں میں ذکر ہے' یہ موسیٰ بن میشا تھے۔ اور روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری تعالیٰ سے سوال کیا کہ الٰہی اگر تیرے بندوں میں مجھ سے بڑا عالم کوئی ہو تو مجھے آگاہ فرما اس میں ہے کہ نمک چڑھی ہوئی مچھلی آپ نے اپنے ساتھ رکھی تھی۔ اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا' تم یہاں کیوں آئے؟ آپ کو تو ابھی بنی اسرائیل میں ہی مشغول کار رہنا ہے اس میں ہے کہ چھپی ہوئی باتیں حضرت خضرؑ کو معلوم کرائی جاتی تھیں تو آپ نے فرمایا کہ تم میرے ساتھ ٹھہر نہیں سکتے کیونکہ آپ تو ظاہر کو دیکھ کر فیصلہ کریں گے اور مجھے راز پر اطلاع ہوتی ہے چنانچہ شرط ہو گئی کہ گو آپ کیسا ہی خلاف دیکھیں لیکن لب نہ ہلائیں جب تک کہ حضرت خضر خود نہ بتلائیں۔ کہتے ہیں کہ یہ کشتی تمام کشتیوں سے مضبوط' عمدہ' بہتر اور اچھی تھی وہ بچہ ایک بے مثل بچہ تھا بڑا حسین' بڑا ہوشیار بڑا ہی طرار' حضرت خضرؑ نے اسے پکڑ کر پتھر سے اس کا سر کچل کر اسے مار ڈالا۔ حضرت موسیٰ خوف خدا سے کانپ اٹھے کہ ننھا سا پیارا بے گناہ بچہ اس بے دردی سے بغیر کسی سبب کے حضرت خضر نے جان سے مار ڈالا۔ دیوار گرتی ہوئی دیکھ کر ٹھہر گئے پہلے تو اسے باقاعدہ گرایا اور پھر بہ آرام چننے بیٹھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اکتا گئے کہ بیٹھے بٹھائے اچھا دھندا لے بیٹھے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس دیوار کے نیچے کا خزانہ صرف علم تھا۔

اور روایت میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم مصر پر غالب آ گئی اور یہاں آ کر وہ با آرام رہنے سہنے لگے تو حکم الٰہی ہوا کہ انہیں اللہ کے احسانات یاد دلاؤ۔ آپ خطبے کے لئے کھڑے ہوئے اور اللہ کے احسانات بیان کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ نعمتیں عطا فرمائیں' آل فرعون سے اس نے تمہیں نجات دی' تمہارے دشمنوں کو غارت اور غرق کر دیا پھر تمہیں ان کی زمین کا مالک کر دیا' تمہارے نبی سے باتیں کیں' اسے اپنے لئے پسند فرمالیا' اس پر اپنی محبت ڈال دی' تمہاری تمام حاجتیں پوری کیں' تمہارے نبی تمام زمین والوں سے افضل ہیں' اس نے تمہیں توراۃ عطا فرمائی۔ الغرض پورے زوروں سے اللہ کی بے شمار اور ان گنت نعمتیں انہیں یاد دلائیں۔ اس پر ایک بنی اسرائیلی نے کہا فی الواقع بات یہی ہے اے نبی اللہ کیا زمین پر آپ سے زیادہ علم والا بھی کوئی ہے؟ آپ نے بے ساختہ فرمایا کہ نہیں ہے۔ اسی وقت جناب باری تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا کہ ان سے کہو کہ تمہیں کیا معلوم کہ میں اپنا علم کہاں کہاں رکھتا ہوں؟ بے شک سمندر کے کنارے پر ایک شخص ہے جو تجھ سے بھی زیادہ عالم ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' اس سے مراد حضرت خضر علیہ السلام ہیں پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ ان کو میں دیکھ لوں' وحی ہوئی کہ اچھا سمندر کے کنارے جاؤ وہاں تمہیں ایک مچھلی ملے گی اسے لے لو اپنے ساتھی کو سونپ دو' پھر سمندر کے کنارے چل دو جہاں تو مچھلی کو بھول جائے اور وہ تجھ سے گم ہو جائے' وہیں تو میرے اس نیک بندے کو پائے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب چلتے چلتے تھک گئے تو اپنے ساتھی سے جو ان کا غلام تھا' مچھلی کے

بارے میں سوال کیا' اس نے جواب دیا کہ جس پتھر کے پاس ہم ٹھہرے تھے' وہیں میں مچھلی کو بھول گیا اور تجھ سے ذکر کرنا شیطان نے بالکل بھلا دیا' میں نے دیکھا کہ مچھلی تو گویا سرنگ بناتی ہوئی دریا میں جارہی ہے' حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ سن کر بڑا ہی تعجب ہوا' جب لوٹ کر وہاں آئے تو دیکھا کہ مچھلی نے پانی میں جانا شروع کیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اپنی لکڑی سے پانی کو چیرتے ہوئے اس کے پیچھے ہو لئے مچھلی جہاں سے گزرتی تھی' اس کے دونوں طرف کا پانی پتھر بن جاتا تھا اس سے بھی اللہ کے نبی سخت متعجب ہوئے۔ اب مچھلی ایک جزیرے میں آپ کو لے گئی الخ۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حر بن قیس میں اختلاف تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کے یہ صاحب کون تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان تھا کہ یہ خضر تھے اسی وقت ان کے پاس سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ گزرے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں بلا کر اپنا اختلاف بیان کیا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی وہ حدیث بیان کی جو تقریباً اوپر گزر چکی ہے۔ اس میں سائل کے سوال کے لفظ یہ ہیں کہ کیا آپ اس شخص کا ہونا بھی جانتے ہیں جو آپ سے زیادہ علم والا ہو؟

قَالَ لَهُ مُوسَىٰ هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰٓ أَن تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿٦٦﴾ قَالَ إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿٦٧﴾ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَىٰ مَا لَمْ تُحِطْ بِهِۦ خُبْرًا ﴿٦٨﴾ قَالَ سَتَجِدُنِىٓ إِن شَآءَ ٱللَّهُ صَابِرًا وَلَآ أَعْصِى لَكَ أَمْرًا ﴿٦٩﴾ قَالَ فَإِنِ ٱتَّبَعْتَنِى فَلَا تَسْـَٔلْنِى عَن شَىْءٍ حَتَّىٰٓ أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿٧٠﴾ ع ۱۱

اس سے موسیٰ نے کہا کہ کیا میں آپ کی تابعداری کروں کہ آپ مجھے اس نیک علم کو سکھا دیں جو آپ کو سکھایا گیا ہے ○ اس نے کہا' آپ میرے ساتھ ہرگز ہرگز صبر نہیں کر سکتے ○ اور جس چیز کو آپ نے اپنے علم میں نہ لیا ہو اس پر صبر کر بھی کیسے سکتے ہیں؟ ○ موسیٰ نے جواب دیا کہ ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور کسی بات میں میں آپ کی نافرمانی نہ کروں گا ○ اس نے کہا' اچھا اگر آپ میرے ساتھ ہی چلنے پر اصرار کرتے ہیں تو یاد رہے کسی چیز کی نسبت مجھ سے کچھ نہ پوچھنا جب تک کہ میں خود اس کی نسبت کوئی ذکر نہ سناؤں ○

---

**شوق تعلیم و تعلم :** ☆☆ (آیت: ۶۶-۷۰) یہاں اس گفتگو کا ذکر ہو رہا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے درمیان ہوئی تھی۔ حضرت خضر اس علم کے ساتھ مخصوص کئے گئے تھے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نہ تھا۔ اور حضرت موسیٰ کے پاس وہ علم تھا' جس سے حضرت خضرؑ بے خبر تھے' پس حضرت موسیٰ علیہ السلام ادب سے اور اس لئے کہ حضرت خضر کو مہربان کرلیں' ان سے سوال کرتے ہیں' شاگرد کو اسی طرح ادب کے ساتھ اپنے استاد سے دریافت کرنا چاہئے' پوچھتے ہیں کہ اگر اجازت ہو تو میں آپ کے ساتھ رہوں آپ کی خدمت کرتا رہوں اور آپ سے علم حاصل کروں جس سے مجھے نفع پہنچے اور میرے عمل نیک ہو جائیں۔ حضرت خضر اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ تم میرا ساتھ نہیں نبھا سکتے' میرے کام آپ کو اپنے علم کے خلاف نظر آئیں گے' میرا علم آپ کو نہیں اور آپ کو جو علم ہے' وہ اللہ نے مجھے نہیں سکھایا' پس میں اپنی ایک الگ خدمت پر مقرر ہوں اور آپ الگ خدمت پر۔ ناممکن ہے کہ آپ اپنی معلومات کے خلاف میرے افعال دیکھیں اور پھر صبر کر سکیں۔ اور واقعہ میں آپ اس حال میں معذور بھی ہیں۔ کیونکہ باطنی حکمت اور مصلحت آپ کو معلوم نہیں اور مجھے اللہ تعالیٰ ان پر مطلع فرما دیا کرتا ہے۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ آپ جو کچھ کریں گے' میں اسے صبر سے برداشت کرتا رہوں گا کسی

بات میں آپ کا خلاف نہ کروں گا۔

پھر حضرت خضر علیہ السلام نے ایک شرط پیش کی کہ اچھا کسی چیز کے بارے میں تم مجھ سے سوال نہ کرنا میں جو کہوں وہ سن لینا تم اپنی طرف سے کسی سوال کی ابتدا نہ کرنا۔ ابن جریر میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ رب العالمین عزوجل سے سوال کیا کہ تجھے اپنے تمام بندوں سے زیادہ پیارا کون ہے؟ جواب ملا کہ جو ہر وقت میری یاد میں رہے اور مجھے نہ بھلائے۔ پوچھا کہ تمام بندوں میں سے سب سے زیادہ اچھا فیصلہ کرنے والا کون ہے؟ فرمایا جو حق کے ساتھ فیصلے کرے اور خواہش کے پیچھے نہ پڑے۔ دریافت کیا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ فرمایا وہ عالم جو زیادہ علم کی جستجو میں رہے، ہر ایک سے سیکھتا رہے کہ ممکن ہے کوئی ہدایت کا کلمہ مل جائے اور ممکن ہے کوئی بات گمراہی سے نکلنے کی ہاتھ لگ جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر دریافت کیا کہ کیا زمین میں تیرا کوئی بندہ مجھ سے بھی زیادہ عالم ہے؟ فرمایا ہاں، پوچھا وہ کون؟ فرمایا خضرؑ فرمایا میں اسے کہاں تلاش کروں؟ فرمایا دریا کے کنارے پتھر کے پاس جہاں سے مچھلی بھاگ کھڑی ہو۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کی جستجو میں چلے۔ پھر وہ ہوا جس کا ذکر قران کریم میں موجود ہے۔ اسی پتھر کے پاس دونوں کی ملاقات ہوئی۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ سمندروں کے ملاپ کی جگہ جہاں سے زیادہ پانی کہیں بھی نہیں۔ چڑیا نے چونچ میں پانی لیا تھا۔

فَانْطَلَقَا ۟ حَتّٰۤی اِذَا رَكِبَا فِی السَّفِیْنَةِ خَرَقَهَا ؕ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَیْـًٔا اِمْرًا ۝۷۱ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ۝۷۲ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ وَلَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا ۝۷۳

پھر دونوں چلے یہاں تک کہ ایک کشتی میں سوار ہوئے۔ خضرؑ نے اس کے تختے توڑ دیئے۔ موسیٰ نے کہا کیا تو اسے توڑ رہا ہے۔ پھر تو کشتی والے سب ڈوب جائیں گے۔ تو تو بڑی بری منکر چیز لایا۔ خضرؑ نے جواب دیا کہ میں نے تو پہلے ہی تجھ سے کہہ دیا تھا کہ تو میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکے گا۔ موسیٰؑ نے جواب دیا کہ میری بھول پر مجھے نہ پکڑ اور مجھے اپنے کام میں تنگی میں نہ ڈال۔

---

شرائط طے ہوگئیں: ☆☆ (آیت:۷۱-۷۳) دونوں میں جب شرط طے ہوگئی کہ تو سوال نہ کرنا جب تک میں خود ہی اس کی حکمت تجھ پر ظاہر نہ کروں تو دونوں ایک ساتھ چلے۔ پہلے مفصل روایتیں گزر چکی ہیں کہ کشتی والوں نے انہیں پہچان کر بغیر کرایہ لئے سوار کر لیا تھا جب کشتی چلی اور بیچ سمندر میں پہنچی تو حضرت خضرؑ نے ایک تختہ اس کا اکھیڑ ڈالا پھر اسے اوپر سے ہی جوڑ دیا یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ سے صبر نہ ہو سکا۔ شرط کو بھول گئے اور جھٹ سے کہنے لگے کہ یہ کیا واہیات ہے۔ لِتُغْرِقَ کا لام لام عاقبت ہے۔ لام تعلیل نہیں ہے جیسے شاعر کے اس قول میں لِدُوْا لِلْمَوْتِ وَ ابْنُوْا لِلْخَرَابِ یعنی ہر پیدا شدہ جاندار کا انجام موت ہے اور ہر بنائی ہوئی عمارت کا انجام اجڑنا ہے۔ امرا کے معنی منکر اور عجیب کے ہیں۔ یہ سن کر حضرت خضرؑ نے انہیں ان کا وعدہ یاد دلایا کہ تم نے اپنی شرط کا خلاف کیا۔ میں تو تم سے پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ تمہیں ان باتوں کا علم نہیں، تم خاموش رہنا مجھ سے نہ کچھ کہنا نہ سوال کرنا۔ ان کاموں کی مصلحت و حکمت اللہ مجھے معلوم کراتا ہے اور تم سے یہ چیزیں مخفی ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے معذرت کی کہ اس بھول کو معاف کرو اور مجھ پر سختی نہ کرو۔ پہلے جو لمبی حدیث مفصل واقعہ کی

بیان ہوئی ہے' اس میں ہے کہ یہ پہلا سوال فی الواقع بھول چوک سے ہی تھا۔

| فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰۤی اِذَا لَقِیَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا |
| --- |
| زَکِیَّةًۢ بِغَیْرِ نَفْسٍ ؕ لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا نُّکْرًا ﴿۷۴﴾ |

پھر دونوں چلے یہاں تک کہ ایک لڑکے کو پایا۔ خضرؑ نے اسے مار ڈالا۔ موسیٰؑ نے کہا کہ کیا تو نے ایک پاک جان کو بغیر کسی قصاص کے مار ڈالا؟ بے شک تو تو بڑی بری چیز لایا۔

---

حکمت الٰہی کے مظاہر: ☆☆ (آیت:۷۴) فرمان ہے کہ اس واقعہ کے بعد دونوں صاحب ایک ساتھ چلے ایک بستی میں چند بچے کھیلتے ہوئے ملے ان میں سے ایک بہت ہی تیز طرار' نہایت خوبصورت' چالاک اور بھلا لڑکا تھا۔ اس کو پکڑ کر حضرت خضرؑ نے اس کا سر توڑ دیا یا تو پتھر سے یا ہاتھ سے ہی گردن مروڑ دی بچہ اسی وقت مر گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کانپ اٹھے اور بڑے سخت لہجے میں کہا' یہ کیا واہیات ہے؟ چھوٹے بے گناہ بچے کو بغیر کسی شرعی سبب کے مار ڈالنا۔ یہ کون سی بھلائی ہے؟ بے شک تم نہایت منکر کام کرتے ہو۔

الحمدللہ تفسیر محمدی کا پندرھواں پارہ ختم ہوا۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے۔